قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (مسلم حدیث نمبر 2278)

غرض آپ ﷺ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۴)

عالم اسلام کے عظیم راہنما ○ تحریک ختم نبوت کے عظیم امام اور مجدد

اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ عَقِیْدَۃِ خَتْمِ النُّبُوَّۃ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی شانِ رسالت اور

عقیدہ ختم نبوت کی خدمات کے تعارف پر مشتمل کتاب

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اور خدماتِ ختمِ نبوت

پسند فرمودہ

امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر متعنا اللہ بطول حیاتہ

جمع وترتیب مولانا محمد سَیفُ الرحمٰن قاسم

فاضل جامعۃ اُمّ القریٰ (مکہ مکرمۃ)

غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَہٗ وَسَتَرَ عُیُوْبَہٗ

ناشر جامعۃ الطیبات للبنات الصالحات

گلی نمبر 4 محلہ کنور گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ ☎ 055-4220696 0333-8150875

قال النبی ﷺ

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [مسلم حدیث نمبر ۲۲۷۸]

غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ایسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں [تحذیر الناس ص ۴]

عالم اسلام کے عظیم راہنما تحریک ختم نبوت کے مظلوم مجاہد حضرت
مولانا محمد قاسم نانوتوی کی شان رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت کی خدمات کا تعارف

حضرت نانوتوی

اور

خدمات ختم نبوت

﴿ پسند فرمودہ ﴾

امام اہل السنۃ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر
مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِطُوْلِ حَیَاتِہٖ

جمع وترتیب

احقر عباد اللہ تعالیٰ: محمد سیف الرحمٰن قاسم عفی عنہ
فاضل جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ

جامعۃ الطیبات للبنات الصالحات
گلی نمبر ۴ محلہ کنور گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ
0333 8150875

نام کتاب : حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت
جمع وترتیب: محمد سیف الرحمٰن قاسم فاضل جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ
طبع اول: ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ، دسمبر ۲۰۰۸ء
تعداد: ۱۱۰۰
ناشر: جامعة الطيبات للبنات الصالحات

پسند فرمودہ

امام اہل السنۃ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر

مَتَّعَنَا اللّٰهُ بِطُوْلِ حَيَاتِهٖ

CENTRAL MOSQUE
GUJRANWALA
KHATEEB: ABU AMMAR ZAHID-UR-RAASHDI

مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ
خطیب : ابوعمار زاہد الراشدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی منتخب عبارات اور ان کی توضیح و تشریح پر مشتمل مولانا سعید الرحمٰن تنامی کی کتاب کا مسودہ حضرت امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کیا گیا اور انہیں اس کے مندرجات سے آگاہ کیا گیا

حضرت موصوف نے مصنف کی اس محنت پر مسرت کا اظہار کیا ہے اور ان کے لیے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں اور ان کی اس محنت و کاوش کو قبولیت و ثمرات سے نوازیں آمین یا رب العالمین

ابو عمار زاہد الراشدی
خطیب مرکزی جامع مسجد
گوجرانوالہ
(۱۹ دسمبر ۲۰۰۸ء)

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ
جمعہ ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ
بمطابق ۲۰ دسمبر ۲۰۰۸ء
احقر [illegible]

اظہار مسرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب نبی اکرم ﷺ کی عظمت اور عقیدۂ ختم نبوت

کے بارے میں

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

کی منتخب عبارات اور ان کی توضیح وتشریح پر مشتمل مولانا سیف الرحمٰن قاسم کی کتاب کا مسودہ

حضرت امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم

کی خدمت میں پیش کیا گیا اور انہیں اس کے مندرجات سے آگاہ کیا گیا۔

حضرت مدظلہ نے مصنف کی اس محنت پر

مسرت کا اظہار

کیا ہے اور ان کیلئے دعاء کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں اور ان کی اس محنت وکاوش کو

قبولیت وثمرات سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین

دستخط

ابوعمار زاھد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۲۰۰۸/۱۲/۱۹ء

(دستخط حضرت شیخ مدظلہ)

ابوالزاہد محمد سرفراز عفی عنہ

ہفتہ ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ

بمطابق ۲۰ دسمبر ۲۰۰۸ء

(دستخط مولانا منہاج الحق راشد صاحب مدظلہ)

احقر منہاج الحق عفی عنہ

تقریظ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

نَحْمَدُهٗ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ، وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ ، اَمَّا بَعْدُ !

قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کو دجل وفریب کے ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش میں جن اساطین امت رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى کی عبارات کو سیاق وسباق سے الگ کر کے اور توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے ان میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِيْز بانی دارالعلوم دیوبند بھی شامل ہیں، حالانکہ حضرت نانوتویؒ نے جناب نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے زمانی مکانی اور رتبی پہلوؤں کو اپنے مخصوص فلسفیانہ انداز میں جس خوبی سے واضح کیا ہے وہ اہل علم کیلئے سرمہ بصیرت کی حیثیت رکھتا ہے [دیکھئے تحذیر الناس ص ۸، ۹ مطبع قاسمی دیوبند۔ راقم] مگر قادیانیوں نے اسی بحث کی بعض عبارات کو بنیاد بنا کر یہ کہا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کے قائل نہیں ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کو ختم نبوت کے منافی نہیں سمجھتے۔

قادیانیوں کے اسی استدلال کی پیروی کرتے ہوئے بعض دیگر معاندین نے بھی حضرت نانوتویؒ کے خلاف فتویٰ بازی کا بازار گرم کر دیا، اور یہ مشق ستم ابھی تک جاری ہے جبکہ انہی عبارات کے حوالہ سے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی زندگی میں بعض اہل علم نے جب اپنا اشکال علمی انداز میں پیش کیا تو انہوں نے اپنے موقف کی "مناظرہ عجیبہ" کی صورت میں وضاحت کر دی تھی جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

> "اپنا دین وایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں" [دیکھئے مناظرہ عجیبہ ص ۱۴۴۔ راقم]

نیز یہ فرمایا کہ

"خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے ، ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں"

[دیکھئے مناظرہ عجیبہ ص ٥٦۔راقم]

اسی طرح رسالہ "قاسم العلوم" میں وہ اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں کہ

"ملائکہ اور کتب منزلہ اور رسل مرسلہ پر ایمان رکھتا ہوں پر زمین وزمان، کون ومکان، میں عرش سے لے کر فرش تک اور تَحْتَ الثَّریٰ سے لے کر فَوْقَ السَّمٰوَات تک کسی کو رسول اللہ ﷺ کے برابر نہیں سمجھتا۔ نہ پہلے کوئی ہوا نہ بعد میں کوئی ایسا ہوگا بلکہ سلسلہ نبوت آپ کے زمانہ پر ختم ہوگیا، جو بعد آپ کے کوئی شخص کسی کی نسبت نبوۃ کا خیال کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں" [دیکھئے قاسم العلوم تالیف مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی ص ۵۵۵ بحوالہ ردقول فصیح]

مگر ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ خود متکلم موصوفؒ کی اِس دوٹوک وضاحت کے باوجود نہ صرف یہ کہ قادیانی حضرات، حضرت نانوتویؒ کی ان عبارات کو متکلم کی منشا اور وضاحت کے علی الرغم مسلسل پیش کئے جا رہے ہیں، بلکہ اس پر حضرت نانوتویؒ کے خلاف فتویٰ بازی کا شوق پورا کرنے والے اور انہیں نعوذ باللہ گستاخ رسول ثابت کرنے کے خواہشمند معاندین بھی اپنا مشغلہ بدستور جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ہمارے فاضل دوست حضرت مولانا سیف الرحمٰن قاسم حفظہ اللہ تعالیٰ نے اِسی پس منظر میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کئی کتابوں کا تفصیل سے مطالعہ کر کے ان میں سے ایسی عبارات کو زیر نظر کتاب میں پیش کیا ہے جن میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومدحت اور اُن کے منصب ختم نبوت کے بارے میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے جذبات واحساسات اور عقیدہ وایمان کی قوت وحرارت کا اندازہ ہوتا ہے، اور بلاشبہ حضرت نانوتویؒ کا یہ جذبہ ایمانی اور اِس کا والہانہ اظہار ہم جیسے لاکھوں مسلمانوں کیلئے ایمان میں اضافے

اورقوت کاباعث ہے۔

مولانا سیف الرحمٰن قاسم اِس علمی کاوش پر ہم سب کی طرف سے تبریک وتشکر کے مستحق ہیں اور ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت اِن کی اس محنت کو قبولیت وثمرات سے نوازیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کیلئے استفادہ وراہنمائی کا ذریعہ بنائیں۔آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

دستخط

(مولانا)ابوعمارزاھد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۱۹دسمبر۲۰۰۸ء

تقریظ حضرت مفتی عبدالقدوس مدظلہ بن مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

احقر ناکارہ کو کتاب مستطاب ''حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت'' مؤلفہ حضرت مولانا سیف الرحمٰن قاسم زِیْدَ مَجْدُھُمْ کا مسودہ دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔بے حد خوشی ہوئی کہ اس کتاب لاجواب میں حجۃ الاسلام حضرت اقدس نانوتویؒ قُدِّسَ سِرُّہٗ کے حوالہ سے عقیدۂ ختم نبوت اور شان رسالت سے متعلق مضامین کو بڑے جامع انداز میں یکجا کردیا گیا ہے۔یہ عالی قدر مضامین حضرت اقدس نانوتویؒ کی مختلف کتب ورسائل میں منتشر تھے، جناب مؤلف نے سب کو ایک لڑی میں پروکر بڑی خدمت انجام دی ہے جس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں

هَنِيْئًا لَهُ الْعِلْمُ وَجَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

ختم نبوت کے عظیم اور اہم عنوان پر حضرت نانوتویؒ نے اپنی کتب میں بہت سے مقامات پر کلام فرمایا ہے اور خاص اِس موضوع پر ''تحذیر الناس'' بھی تحریر فرمائی ہے اس کتاب میں ان کتب ورسائل ومضامین کے جامع پُرمغز، مختصر تعارف کے ساتھ ''تحذیر الناس'' کی

عبارات کو بھی بڑے سہل انداز میں پیش کر دیا گیا ہے۔

کتاب دیکھنے سے واضح ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے حضرت اقدس نانوتویؒ کی خدمات برصغیر کی تاریخ میں اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں آپ کے بعد اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا اور جو خدمات سرانجام دی گئیں وہ سب آپ کی مرہون منت ہیں کتاب دیکھنے سے یہ حقیقت بلاتردد آشکارہ ہو جاتی ہے فَلِلّٰهِ دَرُّ الْقَائِلِ وَالْمُؤَلِّفِ۔

اپنے اکابر کے علوم وفیوض، ان کی بیش بہا تالیفات اور مضامین سے استفادہ کیلئے جہاں علوم وفنون میں مہارت کی ضرورت ہے وہیں مدارس کے مروجہ اندازِ تدریس میں اکابر کے تعارف اور ان کی کتب ورسائل کے اقتباسات کو شامل کرنے کی اشد ضرورت ہے، تاکہ مدارس میں پڑھنے والے طلبہ اور پڑھانے والے اساتذۂ کرام کو بھی اپنے اکابر کی خدمات کا علم ہو اور وہ ان سے بھرپور استفادہ کرتے رہیں۔

حضرت اقدس والدِ ماجد قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے تھے کہ ہمیں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتب ورسائل ومضامین کا تعارف کنز الدقائق پڑھنے کے زمانہ میں حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذِ رشید حضرت مولانا محمد مبین صاحب خطیبؒ نے کرایا تھا، اور انہی کے متوجہ کرنے پر ہمیں حضرتؒ کی کتب پڑھنے کا موقع ملا اور پھر ''تحذیر الناس'' کی عبارت پر پنجاب کے ایک مشہور سجادہ نشین سے کامیاب مناظرہ ہوا۔ یہ سب اسی کی برکت تھی کہ طالب علمی کے زمانہ سے اِن عبارات کو خوب سمجھا ہوا تھا ''اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ '' امید ہے کہ حضرات اہل علم اِس کتاب کی قدر فرمائیں گے اور اپنے تدریسی طریقہ کار میں اسے بھی جگہ دیں گے۔

فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۱۴ ذوالحجہ سنہ ۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

ایک مرتبہ اس عاجز نے معماروں کے ساتھ کام کرنے والے ایک مزدور سے پوچھا کہ تم معماروں کے ساتھ کام کرتے رہتے ہو وہ جو کچھ کرتے ہیں تمہارے سامنے کرتے ہیں۔ سالہا سال اُن کے ساتھ کام کرنے کے باجود تم مزدوری کر کے تھوڑے پیسے کماتے ہو تم معمار بن کر کام کیوں نہیں کرتے عزت بھی ہو کمائی بھی۔ وہ کہنے لگا ہمارے کچھ ساتھی بطور معمار کے کام کرتے ہیں مگر ان کے کام میں شکوہ رہتا ہے پھر اُس نے بتایا کہ معمار کے ساتھ رہنے اور ان کے کام کو دیکھنے سے کام نہیں آتا اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کسی معمار سے بات کر کے اس کی شاگردی میں آیں اس کو کوئی کام ملے گا وہ کہے گا ہم دو مستری کام کریں گے دو مستریوں کی اجرت صرف استاد کو ملے گی شاگرد کو کچھ نہ ملے گا اس طرح ایک عرصہ ساتھ رہ کر کام کریں تب کہیں یہ مستری اپنے راز بتاتے ہیں، اپنے گر سمجھاتے ہیں۔ پھر صحیح کام آتا ہے

اس مزدور کی بات سن کر میں نے کہا واقعی نبی کریم ﷺ نے سچ فرمایا: اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ (بخاری ج ۱ ص ۱۶ تخریج کیلئے فتح الباری دیکھیں) ترجمہ: علم تو سیکھ کر ہی آتا ہے۔

<u>دین کی قدر کریں:</u>

آج دنیا میں ہر ہنر اور فن کو سیکھنے کیلئے شاگردی کی جاتی ہے مگر دین سیکھنے کیلئے دنیا کی تعلیم یا اپنے اقتدار یا اپنی سرمایہ داری کو کافی جان لیتے ہیں اس میں دین کی بڑی ناقدری ہے۔ محض اپنے مطالعہ پر اعتماد کر کے دین کو سمجھنا فتنے سے خالی نہیں ایسے لوگ عموماً گمراہ ہو جاتے ہیں۔

قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ کا ایک غیر مقلد قاضی ضیاء الدین ۱۸۸۵ء میں قادیان گیا مرزا کا مرید بنا، اور اپنی آل اولاد کو بھی مستقل قادیان لے گیا وہ اور اس کے ذریعے قادیانی بننے والے بارہ آدمی وہ ہیں جو قادیانی کے خاص تین سو تیرہ مریدوں میں شامل ہوئے (اصحاب احمد ص ۲۱) یہ شخص اپنے مطالعہ پر اعتماد کرنے سے گمراہ ہوا اس کے ماننے والوں نے لکھا ہے کہ قاضی صاحب کو عربی اور علوم دینیہ میں کافی مہارت تھی اور انہوں نے زیادہ تر علم اپنے گھر میں رہ کر اور مطالعہ کے ذریعے حاصل کیا ہوا تھا (اصحاب احمد ص ۲۲)

اساتذہ سے علم حاصل کرنے کا فائدہ:

ایک مرتبہ اس عاجز نے سوچا کہ سکول وکالج اور مدارس میں تعلیم کا یہ فرق کیوں ہے کہ سکولوں کے فضلاء کو دین میں شبہات آتے ہیں جبکہ دینی مدارس کے طلبہ جواب دیتے رہتے ہیں حالانکہ سکولوں میں شبہات پڑھائے نہیں جاتے اور مدارس میں ان کے جوابات سکھائے نہیں جاتے پھر یہ بات سمجھ آئی کہ نسبت کا فرق ہے ایک کی نسبت اساتذہ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ تک جاتی ہے دوسرے کی نسبت اپنے اساتذہ کی وساطت سے یہود ونصاری پروفیسروں کی طرف ہے۔ جو شخص ایمان کی حفاظت چاہے وہ اپنا تعلق اس نسبت کے ساتھ نبی ﷺ سے جوڑ لے۔

الحمدللہ اس عاجز کو اللہ تعالیٰ نے اساتذہ اور مشائخ کی وساطت سے یہ نسبت عطا کی ہے۔ راقم کے ساتذہ میں دو حضرات کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم کے پھیلانے اور ان کے دفاع میں خصوصی کردار ادا کیا ہے امام اہل السنۃ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کتاب بانی دار العلوم لکھی عبارات اکابر اور اتمام البرہان وغیرہ کتابوں میں حضرت نانوتویؒ کا دفاع کیا اور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے حضرت کی کتاب حجۃ الاسلام کا عربی ترجمہ کیا نیز حضرت کی ایک اور نایاب کتاب اجوبہ اربعین پر مقدمہ لکھ کر بہت اعلیٰ معیار کے ساتھ شائع کیا۔ راقم الحروف نے دورۂ حدیث کے سال ان دونوں حضرات سے حضرت نانوتویؒ کی کتابوں کی اجازت حاصل کی۔ اس مناسبت سے یہ عاجز اس کتاب ''حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت'' کا

انتساب

اپنے ان دونوں اساتذہ کی طرف کرتا ہے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی طرح اکابر کے ساتھ جوڑے رکھے۔ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ آمین فقط

بندہ محمد سیف الرحمٰن قاسم عفی عنہ

جامعۃ الطیبات للبنات الصالحات گوجرانوالہ

پانچ بج کر ۱۵ منٹ بعد از عصر بروز اتوار ۵ شوال ۱۴۲۹ھ ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۸ء

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ، اَمَّا بَعْدُ !

اہل اسلام کے ہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا آپ ﷺ کے نبی ہونے کا عقیدہ۔ کسی زمانے میں بھی اس بارے میں مسلمانوں کی دو رائے نہیں ہوئیں۔ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ مسلمان آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کو نہیں مانتے اور جو شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمان بن کر ایک چیلنج نما اشتہار دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق کی طرف سے اصلاح خلق کیلئے مامور ہوا ہے اور یہ کہ مجھے من جانب اللہ یہ حکم ہوا ہے کہ غیر مذہب والوں کو اسلام کی دعوت دوں اور جو شخص میرے پاس ایک سال تک قادیاں میں رہے اور آسمانی نشان اور خوارق عادات دیکھ کر مسلمان نہ ہو تو اسے دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے ہرجانہ یا جرمانہ ادا کروں گا (رئیس قادیاں حصہ اول ص۹۰،۹۵) اس کے چیلنج کو ایک پنڈت لیکھرام نے قبول کر لیا اور اس بارے میں مرزا سے خط و کتابت شروع کی اس کے نام ایک خط کے اندر مرزا قادیانی لکھتا ہے مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیا کچھ ظاہر ہوگا ہم صرف بندۂ مامور ہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کس طور کا نشان ظاہر کرے گا۔ (رئیس قادیاں حصہ اول ص۹۶) اس ہندو پنڈت نے مرزا قادیانی کو غیر مسلم کہتے ہوئے مسلمانوں کا ترجمان تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

عقیدہ ختم نبوت غیر مسلموں کی نظر میں:

پنڈت لیکھرام لکھتا ہے کہ اس کلمہ سے کہ ہم صرف بندۂ مامور ہیں اور زیادہ تر آپ کے اشتہار کی پہلی اور دوسری سطر سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے پیغمبری کا دعوی کیا ہے اور حضرت

عیسیٰ کا نام مبارک لکھ کران کے برابر آپ کو ظاہر کیا ہے اس موقع پر بیجا نہ ہوگا کہ اگر ہم حضرات علماء اسلام کو متوجہ کریں کیونکہ خاص وعام اہل اسلام پر اظہر من الشمس ہے کہ حضرت رسالت پناہ ختم المرسلین ہیں پس ایسے دعویدار پر تعزیر شرعی کا فتوی کیوں نہیں لگاتے کیونکہ خانگی دشمن سخت خرابی لاتے ہیں اور گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتا ہے (رئیس قادیاں مسہ اول ص ۹۷ بحوالہ لیکھرام ازآریہ سماج امرتسر ۵ اگست ۱۸۸۵ھ) دیکھا کہ ایک پنڈت بھی اس کا اقرار کرتا ہے کہ تمام اہل اسلام کے ہاں نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اظہر من الشمس ہے۔گویا ختم نبوت کا عقیدہ اَجْلَی الْبَدِیْھِیَّات (اسلام کے انتہائی ٹھوس عقائد) میں سے ہے۔یہ واقعہ اس دور کا معلوم ہوتا ہے جب مرزا قادیانی کے عقائد علماء اسلام کے ہاں کھل کر سامنے نہیں آئے تھے اور علماء اس کی باتوں کی تاویل کر کے کفر کا فتوی دینے سے گریز کرتے تھے۔

قادیانیوں کی حماقت:

قادیانیوں کے کفر کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ کا آخری نبی نہیں مانتے عجیب بات یہ بھی ہے کہ مرزائی مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کو نبی نہیں مانتے اس کے برخلاف مرزا قادیانی کو نہ صرف یہ کہ نبی مانتے ہیں بلکہ اس بے ایمان کا دفاع بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش میں بھی لگے رہتے ہیں۔یاد رکھیں کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی بے شک یہ دونوں جھوٹے تھے مگر مرزا قادیانی جھوٹ بولنے میں ان دونوں سے بہت بڑھا ہوا تھا۔

سببِ تالیف:

گذشتہ دنوں راقم الحروف کی نظر سے مرزائیوں کا ایک کتابچہ گزرا جس کا نام ہے ''احمدیت پر اعتراضات کے جوابات'' یہ ایک مطبوعہ تقریر ہے جو قاضی محمد نذیر مرزائی نے ۱۹۷۰ء کو مرزائیوں کے سالانہ جلسے میں کی تھی۔اس کتابچے میں اُس مرزائی نے نبی کریم ﷺ کے بعد

نبوت کے جاری رہنے پر بعض کتابوں کی عبارتیں بے سوچے سمجھے نقل کی ہیں اکثر کتابیں عربی زبان میں ہیں جن کا اس نے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔اس موقع پر اس ظالم نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ المتوفی ۱۲۴۸ھ کی کتاب تحذیر الناس ص ۲۸ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے۔

بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا (احمدیت (ا) پر اعتراضات کے جوابات ص۱۰)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی شخصیت پاک و ہند کے مسلمانوں میں بہت مشہور اور مسلمہ شخصیت ہے۔ان کی کتاب تحذیر الناس اگرچہ اردو میں ہے مگر خاصی علمی اور پیچیدہ کتاب ہے اس لئے مرزائی اس کتاب کی وجہ سے کم علم مسلمانوں کو الجھاتے ہیں۔چنانچہ شہباز احمد چشتی (ایم اے) نے تحذیر الناس سے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ایک عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ایسی ناقص تحریروں کا سہارا لے کر ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت محمدی کا انکار کیا (ضیاء الامت و تحفظ ختم نبوت ص۱۲) مطلب یہ ہے کہ حضرت ملا علی قاریؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور دیگر مستند علماء کرام کی جو عبارتیں مرزائی اجراء نبوت کے لئے پیش کرتے ہیں وہ بھی ناقص ہوتی ہیں ۔مرزائی کامل عبارتیں پیش نہیں کرتے سیاق وسباق کو نہیں دیکھتے اسی طرح حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی جن عبارتوں کو مرزائی پیش کرتے ہیں وہ بھی ناقص ہیں۔کامل عبارتوں کو لیا جائے تو معاملہ کھل کر سامنے آجائے اور پتہ چل جائے گا کہ مرزائی ان کے فتوے سے بھی کافر ہی ٹھہرتے ہیں۔

اس کے بعد شہباز احمد لکھتا ہے کہ جب ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو پاکستان قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کیلئے دلائل دیئے جارہے تھے تو قادیانیوں کے نمائندہ مرزا ناصر نے اپنے مسلمان ہونے کے دفاع میں تحذیر الناس کی مذکورہ بالا عبارت ہی کا حوالہ دیا تھا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت میں حضرت نانوتویؒ کا کردار:

راقم الحروف کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتابوں کے ساتھ کافی عرصہ سے دلچسپی ہے زمانہ طالب علمی میں بھی ان کتابوں کو دیکھا اور بعد میں بھی پڑھا اللہ کے فضل وکرم سے سنہ ۱۹۸۰ء میں دار العلوم دیوبند جانے کا موقعہ ملا، دیوبند سے حضرت کی کتابوں کو بالخصوص خرید کرلایا۔ یہ تو حقیقت ہے کہ حضرتؒ کی کتابیں عام کتابوں سے مشکل ہیں مگر ایک بات ان کی کتابوں کو پڑھنے سے بآسانی سمجھ آجاتی ہے کہ حضرت نے مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں کو بھی اسلام کے بنیادی عقائد توحید و رسالت کو سمجھانے کے لئے شدید محنت کی ہے بالخصوص آپ ﷺ کی عظمت اور ختم نبوت کو ثابت کرنے کے لئے جتنا کام حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کیا اور جس انداز سے عقلی نقلی دلائل سے اس عقیدے کو ثابت کیا اور غیر مسلموں کے ساتھ تقریری وتحریری مباحثوں کے دوران اس کو منوایا۔ راقم الحروف کے ناقص مطالعہ میں تاریخ اسلام میں کوئی عالم اس طرح کا نہیں گزرا۔

حضرت نانوتویؒ پر الزام:

مرزائیوں نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے کلام کا غلط مطلب بیان کیا تاکہ ان کو اپنا ہمنوا ثابت کریں مرزائیوں کے برخلاف کچھ لوگوں نے یہ افتراء باندھا کہ حضرت نانوتویؒ نے ختم نبوت کا انکار کر دیا اور جو نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے لہٰذا حضرت نانوتویؒ معاذ اللہ کافر ہیں اور یہاں تک کہہ دیا کہ جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اور اس الزام تراشی کو عقیدۂ ختم نبوت کی خدمت قرار دیا آپ اپنی عقل کو کام میں لا کر عدل وانصاف سے بتائیں کہ ایسے عمل کو عقیدۂ ختم نبوت کی خدمت کہا جائے یا اس حرکت کو مجاہد تحریک تحفظ ختم نبوت کا قتل قرار دیا جائے۔ کیا اس کی مثال ایسے نہ ہوگی جیسے کسی بے گناہ آدمی پر چوری کا الزام لگا کر ہاتھ کاٹا جائے اور فخر سے کہا جائے کہ ہم نے حد نافذ کرنے کا ثواب حاصل کرلیا حالانکہ

حدیث پاک میں ہے کہ قاضی حد کے معاف کرنے میں غلطی کرلے یہ اس سے بہتر ہے کہ حد کے نفاذ میں غلطی کرلے (مشکوٰۃ طبع بیروت ج ۲ ص ۱۰۶۱)

حضرت نانوتوی تحریک تحفظ ختم نبوت کے بانی:

مرزا قادیانی کا فتنہ مولانا کی وفات کے کئی سال بعد شروع ہوا مولانا کی وفات ۱۲۹۷ھ کو ہوئی اور مرزا قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتوی ۱۳۰۱ھ میں دیا گیا اور یہ فتوی علماء لدھیانہ نے دیا تھا (رئیس قادیان ج ۲ ص ۱) اس کے بعد علماء نے اس فتنے کے رد کو اپنا مقصد بنالیا اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے زندگیاں وقف کردیں۔ اس موضوع پر کتابیں لکھیں دلائل جمع کئے اشکالات کے جوابات دیئے۔

حضرت نانوتویؒ کا ایک کمال یہ ہے کہ انہوں نے اِس موضوع پر اُس زمانے میں کام کیا جب ہندوستان میں خود کو مسلمان کہنے والا کوئی شخص ختم نبوت کا منکر نہ تھا۔ اگر ان کی زندگی میں یہ فتنہ اٹھتا تو خدا جانے وہ کیا کچھ کرگزرتے۔ ان کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے اعلان اور اس کے اظہار کے لئے بہانے کی تلاش میں رہتے تھے قبلہ نما، انتصار الاسلام اور مباحثہ شاہجہانپور وغیرہ (جن کے مفصل حوالہ جات آرہے ہیں) کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ اور کتاب تحذیر الناس کا تو موضوع ہے ہی شان رسالت اور ختم نبوت کا بیان۔ اس اعتبار سے مولانا کو ہندوستان میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا بانی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

تحریک ختم نبوت کا مظلوم مجاہد:

نہایت دکھ افسوس اور حیرت ہوتی ہے کہ کائنات میں جس عالم دین نے سب سے بڑھ کر ختم نبوت کا پرچار کیا اور نہایت ٹھوس بنیادوں پر اس کام کو اٹھایا۔ الزام لگانے والوں نے اس کو بھی نہ بخشا۔ اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا کہ ایسی ہستی پر انکار ختم نبوت کا الزام لگایا اُن پر کفر کے فتوے دیئے ان کے خلاف کتابیں لکھیں تقریریں کیں مقالے پڑھے اور شائع کئے اور عوام

الناس کوان کے خلاف ابھارا۔ کسی پاکدامن پر تہمت لگانے پر حدقذف لگتی ہے عام مسلمان کو کافر کہنے سے انسان لعنت کا حق دار ٹھہرتا ہے تو بتائیں کہ ختم نبوت کے اتنے بڑے مجاہد پر یہ الزام کتنا بڑا صریح ظلم ہوگا؟ حضرت نانوتویؒ کو اس حوالے سے اگر

﴿تحریک ختم نبوت کا مظلوم مجاہد﴾

کہا جائے تو بالکل بجا ہے۔

علماءِ حق نے حضرت نانوتویؒ پر الزامات کا دفاع کیا راقم الحروف بھی متعدد کتابوں میں اِس پر کچھ نہ کچھ لکھتا رہا ہے مگر راقم کے خیال میں یہ دفاع کافی نہیں بلکہ اُن کی روحانی اولاد کی ذمہ داری ہے کہ اُن کے فیوضات کو پھیلائے عوام کو بھی پتہ چلے کہ مولانا کیا تھے؟ اور لوگوں نے ان کو کیا سمجھ لیا؟ ''شواهد ختم النبوة من سيرة صاحب النبوةﷺ'' اور'' آیات ختم نبوت'' کے بعد اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ کتاب ہے جس کا نام ہے ''حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت''۔ یہ بھی پہلی دو کتابوں کی طرح کتاب ''نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ﷺ'' کا حصہ ہے۔ اس کتاب میں حضرت کی مختلف کتابوں سے بالخصوص ان عبارتوں کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی شان کو یا آپ کے آخری نبی ہونے کو بیان کیا ہے بعض کتابیں تحذیر الناس کے بعد کی ہیں۔ آخر میں تحذیر الناس کی عبارات کا حل بھی دیا جائے گا۔ امید ہے کہ اس کے بعد ان شاء اللہ کوئی منصف مزاج شخص اُن کو ختم نبوت کا منکر کہنے کی جرات نہ کرے گا باقی ضد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

﴿چند علمی نکات﴾

پہلا نکتہ:

راقم الحروف کی عادت ہے کہ علم النحو پڑھاتے وقت تصغیر کی بحث میں طلبہ وطالبات کو ایک نکتہ ایمانیہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتا ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ تصغیر میں چھوٹائی یا حقارت کے

معنی ہوتے ہیں کتاب سیبویہ میں اس کا نام تحقیر بھی ہے (کتاب سیبویہ ج ۳ ص ۴۱۵، ۴۲۳) نحو و صرف کے علماء نے لکھا ہے کہ عظمت والے ناموں سے تصغیر نہیں آتی (شذا العرف ص ۱۱۲، التصریح علی التوضیح ج ۲ ص ۳۱۷) نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تین مردوں نے نبوت کا دعوی کیا اسود عنسی **مُسَیْلِمَہ** اور **طُلَیْحَہ**۔ **اَسْوَد** کا معنی ہے کالا۔ اور انسان میں سیاہ رنگت ہمارے ہاں بھی پسندیدہ نہیں اور اہل عرب کے ہاں بھی نہیں۔ مسیلمہ اور طلیحہ تصغیر و تحقیر کے صیغے ہیں۔ مسیلمہ کا معنی ہے چھوٹا مسلمہ اور طلیحہ کا معنی ہے چھوٹا طلحہ۔ کتنی حماقت کی بات ہے کہ جن کے نام میں چھوٹائی، حقارت اور ناپسندیدگی کا معنی ہے وہ سید الرسل اور خاتم الانبیاء کے مقابل نبوت کا دعوی کرنے لگے اور اس زمانے کے مسیلمہ پنجاب قادیانی کا نام ہے غلام احمد۔ جس کے نام پر غلامی کا لیبل لگا ہوا ہے اس کو اپنے نام کی بھی حیا نہیں آئی ایسا شخص احمد مجتبی ﷺ کا مد مقابل بن کر کہاں پناہ پائیگا؟

<u>دوسرا نکتہ:</u>

نبی کریم ﷺ نے چالیس سال کی عمر تک نبوت کا دعوی نہ کیا اور جب کر دیا پھر کبھی بھول کر بھی اس سے غافل نہ ہوئے [شاید اسی لئے نیند کی حالت میں آپ کی آنکھیں سوتی تھیں آپ کا دل نہیں سوتا تھا (دیکھئے بخاری ج ا ص ۱۵۴) کہ سونے کی حالت میں یا نیند سے بیدار ہوتے وقت بھی آپ کی زبان سے خلاف حق کوئی بات نہ نکلے جیسا کہ عام لوگوں سے ایسی غلطی ہو جاتی ہے واللہ اعلم] دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کو جو خطوط لکھوائے ان میں بھی یہ لکھوایا "مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ" جبکہ قادیانی خط لکھتا تھا یا کوئی کتاب تصنیف کرتا تو اس پر لکھتا خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی (دیکھئے مرزا کی کتاب برکات الدعاء ص ۴۶، ۴۷) اگر وہ نبی ہوتا تو اس منصب کو ہرگز نہ بھولتا۔

<u>تیسرا نکتہ:</u>

اس نکتے کا تعلق اسم منسوب کی بحث سے ہے اور اس میں مرزائیوں کے خود ساختہ نام

کا عجیب وغریب رد بھی ہو جاتا ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں کو مالکی کہا جاتا ہے جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا نام ونسب یوں ہے محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع (تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۳۶۱) ان کے مقلدین کو محمدی نہ کہا گیا بلکہ ان کے دادے کے دادے کی نسبت سے شافعی کہا گیا حالانکہ خود امام صاحب کو بھی شافعی کہا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں کو احمدی نہ کہا گیا بلکہ باپ کی طرف نسبت کر کے حنبلی کہہ دیا گیا۔ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو صحیح مسلم کہا جاتا ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا نام ہے محمد بن اسماعیل ان کی کتاب کو صحیح محمد نہ کہا گیا صحیح بخاری کہا گیا امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے محمد بن عیسی ان کی کتاب کو سنن محمد نہ کہا گیا سنن ترمذی کہا گیا امام نسائی کا نام ہے احمد بن شعیب ان کی کتاب کو سنن احمد نہ کہا گیا سنن نسائی کہا گیا۔ ہاں امام احمد بن حنبل کی کتاب کا نام سنن نہیں مسند ہے اس کی نسبت میں ایسا اشتباہ نہ تھا اس لئے اس کو مسند احمد کہہ دیا گیا۔

اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر امام شافعی کے مقلدین کو محمدی اور امام احمد کے مقلدین کو احمدی کہا جاتا تو بادی النظر میں یہ سمجھ آتا کہ یہ محمدی ہیں یعنی حضرت محمد ﷺ کو ماننے والے ہیں، یہ احمدی ہیں یعنی حضرت احمد مجتبی ﷺ کا ماننے والے ہیں یہ تو مسلمان ہیں اور جو حنفی یا مالکی ہیں یہ محمدی نہیں احمدی نہیں یہ غیر مسلم ہیں حالانکہ تمام صحیح العقیدہ مسلمان کسی بھی امام کے مقلد ہوں مسلم ہیں۔ اس اشتباہ سے بچنے کے لئے دو اماموں کے اصل ناموں کی طرف نسبت نہ کی مالکی اور حنفی ناموں یہ خرابی نہ تھی اس کو استعمال کر لیا۔ دیکھو امام احمد کی طرف نسبت کے باوجود ان کے مقلدین کو احمدی نہ کہا گیا تو ان عقل کے اندھوں کو غلام احمد کی طرف نسبت کر کے احمدی کیسے کہا جائے جبکہ امام احمد کے ماننے والے پکے مسلمان اور غلام احمد قادیانی کے ماننے والے پکے بے ایمان مرتد۔ پھر ان کی ایک اور جرأت دیکھو کہ قادیانی کے مریدوں کو اصحاب احمد کہہ کر صحابہ کرام کے برابر کرنے کی کوشش کی۔ اس لئے ان کیلئے مرزائی کا لفظ استعمال کیا جائے ان

کو قادیانی کہا جائے۔ احمدی کا لفظ ان کیلئے ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔

اس میں غیر مقلدین کے لئے بھی درس عبرت ہے جنہوں نے اپنا نام ''اہل حدیث'' رکھا اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ حدیث کو ماننے والے تو یہی ہیں دوسرے لوگ حدیث کے منکر ہیں جبکہ سب مسلمان بفضلہٖ تعالیٰ قرآن وحدیث کو ماننے کی وجہ سے ''اہل قرآن وحدیث'' ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی گہری سمجھ عطا فرمائے آمین

﴿سوچنے کی چند باتیں﴾

۱) بعض ازواج مطہرات نے خرچے کی زیادتی کا مطالبہ کیا آنحضرت ﷺ سخت ناراض ہوئے، ایک ماہ بعد سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۸، ۲۹ اتریں کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ کے نکاح میں رہنا ہے تو دنیا کی چاہت چھوڑنی ہوگی۔ آپ نے باری باری یہ آیت سنائی سب نے دنیا کا مطالبہ چھوڑ کر آپ کے ساتھ رہنے کو پسند کیا۔ (از تفسیر عثمانی ۵۶۰ بخاری ج ۲ ص ۷۰۵) قادیانی نے اپنی پہلی بیوی کو معلقہ بنائے رکھا اور جب مرزا احمد بیگ کی بیٹی سے شادی کو جی للچایا تو اپنی اس معلقہ بیوی سے کہا کہ یہ کام کرواؤ ورنہ تجھے طلاق دوں گا اور بالآخر اس نیک بیوی کو طلاق دے ڈالی (رئیس قادیاں ص ۱۸۷ تا ۱۹۱)

دیکھا آپ نے کہ سچے نبی دنیا طلبی پر سخت ناراض اور جھوٹے شخص نے دنیا کی وجہ سے بیوی کو طلاق دی۔

۲) نبی کریم ﷺ کا اُمیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا تنہائی ہوئی تو کہنے لگی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ آپ نے فوراً اس سے جدائی کر لی اس کے بعد کبھی اس کا ذکر نہ کیا (بخاری ج ۲ ص ۷۹۲) جبکہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کے دوسری جگہ نکاح کے بعد بھی قادیانی اس کا ذکر نہ چھوڑتا تھا یہاں تک کہ ایک اخبار والے نے چھاپا کہ میں عنقریب مرزا کی بیوی نصرت سے شادی کروں گا اور ایک لمبا چوڑا خواب بیان کیا (رئیس قادیاں ج ۱ ص ۱۶۰ ج ۲ ص ۱۴۱) کیا اب کہا جا سکتا ہے کہ قادیانی، نبی کریم ﷺ کا پیروکار تھا؟

۳) حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کی بیوی نے خود گناہ کی دعوت دی آپ جوان تھے صحت منداور خوبرو تھے گھربار سے دور، سالہا سال سے اُسی عورت کے گھر میں رہتے تھے، آپ نے جیل جانا پسند کیا مگر خدا کی نافرمانی نہ کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اِسی طرح معصوم تھے مگر قادیانی بے ایمان اُن پر الزام تراشی سے بھی باز نہ آتا تھا (حوالہ جات کیلئے دیکھئے رئیس قادیاں ج ۱ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

﴿حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت اوران کی دینی خدمات﴾

انگریز کے تسلط سے پہلے ہندوستان میں جابجا دینی مدارس قائم تھے ان مدارس کے اخراجات کیلئے ہندوستان کے امراء وسلاطین نے چھ سوسال کی طویل مدت میں لمبے لمبے اوقاف مقرر کیے تھے سنہ ۱۲۵۴ھ بمطابق ۱۸۳۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے ان تمام اوقات کو ضبط کرلیا یہ مدارس بند ہوگئے انگریز نے عیسائیت کی تبلیغ شروع کردی سرکاری ملازمت کیلئے جس تعلیم کو ضروری قرار دیا اس میں بے دینی سکھائی جاتی تھی دین کا درد رکھنے والے پریشان ہوئے کہ ہندوستان میں ایمان کو کیسے باقی رکھا جائے ان خطرناک حالات میں سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند میدان میں آیا اجتماعی چندے سے چلنے والا سب سے پہلا مدرسہ یہی ہے علی گڑھ یونیورسٹی اور دیگر مدارس اس کی تقلید میں بنے ہیں یقیناً دارالعلوم دیوبند کا ہندوستان کے مسلمانوں پر بڑا عظیم احسان ہے اس دارالعلوم دیوبند کے بانی کو تاریخ میں مولانا قاسم نانوتویؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔(انظر تاریخ دیوبند از سید محبوب رضوی ص۳۰۲ تا ۳۳۵)

مولانا نانوتویؒ شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ء) میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک جاتا ہے آپ حضرت صدیق ؓ کی اولاد سے ہیں (سوانح عمری ص۳) بچپن ہی سے بڑے ذہین ہوشیار نیک اور بہادر تھے ابتدائی تعلیم دیوبند کے مکتب میں پھر سہارنپور میں حاصل کی بڑی کتابوں کیلئے مولانا مملوک العلی نانوتویؒ کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے حدیث کی کتابیں مولانا عبدالغنی مجددیؒ سے پڑھیں ابوداود شریف مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے پاس پڑھی اس کے بعد حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے سلوک کی منازل طے کیں اللہ تعالیٰ نے مولانا کو علم عمل اور اخلاص تینوں میں کمال عطا فرمایا تھا ذیل میں اس سلسلہ میں مولانا کے چند واقعات لکھے جاتے ہیں۔

۱) زمانہ طالب علمی میں جب طلبہ سے علمی بحث ہوتی آپ سب پر غالب رہتے منطق فلسفہ کی مشکل ترین کتابیں میر زاہد قاضی صدرا شمس بازغہ ایسا پڑھا کرتے تھے جیسے حافظ قرآن منزل سناتا ہے کہیں کہیں کوئی لفظ فرماتے اور ترجمہ تک نہ کرتے تھے استاذ محترم سے بعض طلبہ نے شکوہ کیا کہ حضرت یہ تو کچھ سمجھتے ہی نہیں معلوم ہوتے فرمایا میرے سامنے طالب علم بغیر سمجھے چل نہیں سکتا وہ طرز عبارت سے سمجھ لیتے تھے کہ مطلب سمجھا ہے یا نہیں یہی حال مولانا رشید احمد گنگوہی کا تھا۔ ص ۵

۲) بخاری شریف کے آخری چند پاروں کا عربی حاشیہ مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے حضرت نانوتویؒ سے لکھوایا (سوانح عمری ص ۶) اور یہ حاشیہ آج بھی بخاری شریف پر چھپتا ہے۔ حضرت کی عبارات کے ضمن میں ان شاء اللہ اس کے حوالے بھی آرہے ہیں۔

۳) مولانا مملوک العلیؒ نے آپ کو سرکاری سکول میں داخل کرایا مدرسہ کے استاد سے کہا میں خود پڑھالوں گا مولانا سے کہا تم خود ہی اقلیدس دیکھ لو اور قواعد حساب کی مشق کرلو چند روز میں آپ دیکھ کر فارغ ہوگئے طلبہ حیران ہوئے پوچھ پاچھ کی آپ کب عاری تھے ہر بات کا جواب درست دیا کسی ماسٹر کے دیئے ہوئے مشکل ترین سوالات لائے آپ نے اس کے ہر سوال کا جواب دیا پھر اس سے چند سوال کئے وہ جواب نہ دے سکا اس پر مولانا کی بڑی شہرت ہوئی جب امتحان سالانہ کے دن آئے تو مولانا نے مدرسہ چھوڑ دیا (سوانح عمری ص ۶) اس لئے کہ ملازمت کرنا یا سرکاری نوکری کرنا تو مقصد نہ تھا۔

مولانا مملوک العلی رحمہ اللہ تعالیٰ یرقان کے مرض میں مبتلا ہوئے باقی شاگرد رات کو سو جاتے مولانا برابر خدمت میں معروف رہتے اور پنکھا جھیلتے رہتے (سوانح عمری ص ۶)۔ آپ تنہائی پسند تھے اکثر ساکت رہتے باوجود خوش مزاج اور ظرافت کے ترش رو اور مغموم جیسی صورت بنائے رہتے بیمار ہوتے تب بھی شدت کے وقت کسی نے جان لیا تو جان لیا ورنہ خبر نہ ہوئی دوا کرنا تو کہاں؟ ص ۷)

فرماتے تھے اس علم نے خراب کیا ورنہ اپنی وضع کو ایسی خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا پرندوں کے گھونسلے ہوتے ہیں میرا تو گھونسلا بھی نہ ہوتا مولانا یعقوب نانوتویؒ فرماتے ہیں اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے کیا ان میں سے ظاہر ہوئے آخر سب کو خاک میں ملا دیا اپنا کہنا کر دکھلایا۔ مسئلہ کسی کو نہ بتاتے حوالہ کسی پر فرماتے فتویٰ پر نام لکھنا اور مہر کرنا تو در کنار اول امامت سے بھی گھبراتے وعظ بھی نہ کہتے تھے۔ (سوانح عمری ص ۸)

دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ کبھی مسجد سے یا مدرسے سے تنخواہ نہ لی مطبع احمدی میں تصحیح کتب کا کام کرتے تھے چار پانچ روپے تصحیح کی خدمت پر لیتے تھے مہمان نوازی مولانا پر ختم تھی جو ملتا خرچ کر دیتے تھے۔ (سوانح عمری ص ۸)

طبیعت میں استغناء اتنا تھا کہ ایک مرتبہ حجامت بنوا رہے تھے کہ ایک رئیس صاحب ملنے کیلئے دیو بند حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں رومال میں بندھے ہوئے بہت سے روپے تھے سلام عرض کیا اور وہ رقم قدموں میں ڈال دی حضرت نے اسے قدموں سے الگ کر دیا تب انہوں نے ہاتھ باندھ کر بمنت قبول فرمالینے کی درخواست کی بالآخر بہت انکار کے بعد انہوں نے تمام روپیہ حضرت کی جوتیوں میں ڈال دیا حضرت جب اٹھے تو نہایت استغناء کے ساتھ جوتے جھاڑے اور سارا روپیہ زمین پر گر گیا پھر مولانا نے حافظ انوار الحق صاحب سے ہنس کر فرمایا حافظ جی ہم بھی دنیا کماتے ہیں اور اہل دنیا بھی دنیا کماتے ہیں فرق یہ ہے کہ ہم دنیا کو ٹھکراتے ہیں اور وہ ہمارے قدموں میں پڑتی ہے اور دنیادار اس کے قدموں میں گرتے ہیں اور وہ انہیں ٹھکراتی ہے اور یہ فرما کر روپیہ وہیں تقسیم فرمایا (ارواح ثلاثہ ص)

مولانا اکثر تقریر کرتے کرتے بیچ میں رک جاتے پھر شروع کرتے اس کی وجہ دریافت کی گئی فرمایا ایک ہی مضمون کے بیسیوں پیرائے اور عنوانات ذہن میں ایک دم آتے ہیں تو طبیعت رک جاتی ہے اور میں اس پر غور کرنے لگ جاتا ہوں کہ کس کو لوں اور کس کو چھوڑ دوں (ارواح ثلاثہ) مولانا کی تصنیفات کو دیکھ کر اس کی صداقت ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت کی اس بات میں

کوئی مبالغہ نہیں ہے حضرت کی بیشتر تصنیفات میں یہ چیز دیکھنے میں آتی ہے کہ آپ وقت کی تنگی کا شکوہ کرتے ہیں ایسے مضامین بیان کرتے ہیں جو کسی کتاب سے منقول نہیں ہوتے اور نہ ان کے بارے میں کسی کا حوالہ دیتے ہیں مگر اس کے باوجود فرماتے ہیں وقت کم ہے ورنہ میں یہ بھی لکھتا وہ بھی لکھتا۔

ہاں یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ مولانا کی بعض عبارتیں بعض کی وضاحت کرتی ہیں بعض مضامین ایک کتاب میں مجمل دوسری میں مفصل ہیں ایک کتاب میں اس سے پہلو تہی کی گئی ہے دوسری میں اس کو ذکر کر دیا گیا ہے اس لئے حضرت کی کتابوں کو سمجھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ کی مختلف کتابوں کو بار بار پڑھا جائے اور ہمت نہ ہاری جائے۔ حضرت نانوتویؒ کی کتابوں کو پڑھنا شروع میں مشکل ہے مگر ان کتابوں کے پڑھنے سے انسان ذہین سے ذہین تر ہو جاتا ہے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ انتہائی متواضع تھے مگر اساتذہ پر تنقید برداشت نہ کرتے تھے ایک مرتبہ آپ رامپور تشریف لے گئے ایک غیر معروف سرائے میں قیام کیا خدا کی قدرت کسی طرح لوگوں کو پتہ چل گیا آپ شہر تشریف لائے لوگوں نے درخواست کی آپ نے وعظ فرمایا وہاں کے کسی عالم نے آپ کے استاذ مولانا مملوک العلی نانوتویؒ کی کسی کتاب پر اعتراض کئے تھے ان کا جواب دیا اور نہایت جوش میں فرمایا یہ کیا بات ہے کہ لوگ گھر بیٹھے اعتراض کرتے ہیں اگر کچھ حوصلہ ہے تو میدان میں آجائیں مگر ہرگز یہ توقع لے کر نہ آئیں کہ وہ قاسم سے عہدہ برآ ہو سکیں گے پھر فرمایا میں کچھ نہیں ہوں مگر جن کی میں نے جوتیاں سیدھی کی ہیں وہ سب کچھ تھے۔(ارواح ثلاثہ)

دار العلوم دیوبند کی ابتداء تو چھتہ مسجد انار کے درخت کے نیچے ہوئی جب طلبہ زیادہ ہو گئے تو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشورہ دیا کہ مدرسہ کیلئے مستقل جگہ ہونی چاہئے جگہ خریدی گئی سنگ بنیاد کے موقعہ پر مختلف شہروں سے لوگ حضرت نانوتویؒ کا وعظ سننے آگئے مجمع کا اصرار تھا کہ حضرت نانوتویؒ پہلی اینٹ رکھیں مگر آپ نے مولانا اصغر حسینؒ کے نانا

جی میانجی منے شاہ سے پہلی اینٹ رکھوائی ان کی نسبت اور تقویٰ کی وجہ سے کہ وہ سید ہیں اور بزرگ پھر حاجی عابد حسین صاحب سے پھر مولانا گنگوہی سے لوگوں کے اصرار کے بعد چوتھے نمبر پر آپ نے اینٹ رکھی۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نیکی کے کاموں میں ہمیشہ خود سبقت کے جاتے مگر ظاہری امتیاز اور شہرت سے بچتے تھے خود کبھی آگے نہ ہوتے تھے ۔حب مال اور حب جاہ کا گویا آپ کے ہاں سر کٹا ہوا تھا دارالعلوم دیوبند آپ کی علمی شخصیت کی وجہ سے بنا لیکن جب نئی عمارت کے سنگ بنیاد کا وقت آیا تو باوجود اصرار کے چوتھے نمبر پر آپ نے اینٹ رکھی (ایضا)

تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک جولاہے نے آپ کی دعوت کی اس دن بارش ہوگئی وہ لینے نہ آیا حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ خود اس کے پاس تشریف لے گئے اس نے بارش کا عذر پیش کیا فرمایا تمہارے ہاں جو پکا ہے لے آئیں وہ معمولی سا ساگ لے آیا خوشی سے تناول کر کے فرمایا بس جی تمہاری دعوت ہوگئی (ارواح ثلاثہ ص ۲۹۲)

مولانا متواضع ہونے کے ساتھ ساتھ غیرت منداور خوددار بھی بہت تھے فرماتے تھے کہ جو شخص ہمیں محتاج سمجھ کر ہدیہ دیتا ہے اس کا ہدیہ لینے کو جی نہیں چاہتا اور جو اس غرض سے دیتا ہے کہ ہمارے یعنی دینے والے کے گھر میں برکت ہو اور ہمارے لے لینے کو ہمارا احسان سمجھے اس کو ہدیہ لینے کو جی چاہتا ہے اگر چہ وہ چار پیسے ہی ہوں (ارواح ثلاثہ ص ۳۴۶)

اپنے علوم اور کمالات کو نبی علیہ السلام اور پھر اپنے اکابر کی برکات کا مظہر سمجھتے تھے اپنی ا جواب کتاب قبلہ نما کے آخر میں فرماتے ہیں:

اب میں شکر خداوندی دل و جان سے ادا کرتا ہوں کہ مجھ سے روسیاہ سراپا گناہ نابکار بد اطوار پر خداوند عالم نے فضل فرمایا کہ میری عقل نارسا ان مضامین بلند تک پہنچی یہ طفیل حضرت خاتم النبیین ﷺ کا ہے ورنہ میں کہاں اور یہ باتیں کہاں؟ (قبلہ نما ص ۱۰۴)

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ میں عشق نبوی کا کمال درجے کا پایا جاتا

تھا آپ نے جس والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار اپنے قصائد میں فرمایا شاید ہی کسی شاعر نے اپنے محبوب سے ایسی محبت کا اظہار کیا ہو

اس زمانہ میں مختلف ادیان کی تحقیق کے عنوان سے ہندوؤں نے مناظرے رکھے عیسائیوں اور مسلمانوں کو بھی بلایا گیا۔ مسلمانوں نے اسلام کی نمائندگی کیلئے حضرت نانوتویؒ کو بلایا آپ ان مناظروں میں ہمیشہ کامیاب رہے اسلام کی حقانیت کو ثابت کر کے حجت تمام کردی مولانا کی کئی کتابیں اور تقریریں ہندو مذہب کی تردید میں ہیں مثلاً انتصار الاسلام قبلہ نما تحفہ لحمیہ حجۃ الاسلام میلہ خداشناسی مباحثہ شاہجہانپور۔۔

مولانا یعقوب نانوتویؒ نے فرمایا اب مجھے مولانا کی وفات قریب معلوم ہوتی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے ان سے جو کام لینا تھا وہ پورا ہو چکا اور وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کے جتھے میں اسلام کی ایک منادی ہوجائے اور اللہ کی حجت بندوں پر پوری ہوجائے (ارواح ثلاثہ ص ۲۵۴) اس لئے مولانا کو حجۃ الاسلام کا لقب دیا گیا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا مولانا کچھ عرصہ بیمار رہ کر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۹۷ھ کو دار فانی کو چھوڑ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا اس کو بھرنا تو ہمارے بس میں نہیں مگر المیہ یہ ہے کہ مولانا کی کتابوں سے استفادہ نہیں کیا جاتا مولانا کی کتابوں سے استفادے کی صورت یہ ہے کہ ان کی مختلف کتابوں کو بار بار پڑھا جائے بسا اوقات ایک کتاب میں اجمال ہوتا ہے دوسری میں اس کی تفصیل مل جاتی ہے

مولانا نبی کریم ﷺ سے انتہائی عشق ومحبت رکھتے تھے ادب کا یہ عالم تھا کہ حضرت مدنی فرماتے تھے آپ نے سبز رنگ کا جوتا جو اس زمانے میں عام تھا کبھی نہیں پہنا مدینہ منورہ میں باوجود سواری ملنے کے ننگے پاؤں چلے حتی کہ پاؤں زخمی ہوگئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت شیخ الہند جیسے شاگرد عطا کیے وہ ابھی اتباع سنت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ذیل میں حضرت نانوتویؒ کے چند اشعار دیئے جاتے ہیں یہ اشعار قصائد قاسمی میں ہیں اس قصیدے کے کچھ اشعار مولانا مدنی نے

الشہاب الثاقب ص ۴۸، ص ۵۱ میں بھی نقل کیے ہیں شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فضائل درود شریف کا خاتمہ بھی ان کے بعض اشعار پر کیا ہے فرماتے ہیں۔

جہاں کے سارے کمالات تجھ ایک میں ہیں ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

خوشا یہ نصیب کہاں نصیب مرے تو جس قدر ہے بھلا میں اسی قدر برا

یہ سن کے کہ آپ شفیع گناہ گاران ہیں کیے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

اڑائے خاک میری مشت خاک کو پس مرگ کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار

حضرت نانوتویؒ کے مسلک کی بنیاد چار اصولوں پر ہے اللہ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قرآن وحدیث اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اصولوں کو اپنانے کی توفیق دے آمین

☆☆☆☆☆☆

﴿علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی خدمات﴾

ریاست بہاولپور کی ایک مسلمان خاتون نے عدالت میں دعوی دائر کیا کہ اس کا شوہر مرزائیت قبول کر کے اسلام سے خارج ہوگیا اس لئے اس کا نکاح باقی نہیں رہا یہ صرف ایک خاتون کی آبرو کا معاملہ نہ تھا بلکہ اس مسئلہ کا تعلق اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت سے تھا اور خود سرور دو عالم ﷺ کی عزت و ناموس کا سوال درپیش تھا اس لئے اس مقدمہ کو بے پناہ شہرت و اہمیت حاصل ہوئی۔نواب آف بہاولپور نے مقدمہ ایک جج کے حوالے کر کے شرعی فیصلہ کرنے کا حکم صادر کیا قادیان کی پوری قوت حرکت میں آگئی اور مسلمانوں نے بھی ملک کے چوٹی کے علماء کو بیانات کے لئے مدعو کیا علامۃ العصر سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیوبند میں جب پہلی پیشی کی اطلاع ملی تو آپ بہت کمزور تھے مرض بڑی شدت پر تھا اور موسم سخت گرم تھا مدرسہ دیوبند کے بڑے بڑے علماء نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ اس کمزوری اور تکلیف میں سفر نہ فرمائیں ہم میں سے جن کو آپ حکم دیں ہم اس خدمت کیلئے تیار ہیں مگر آپ نہ مانے خود بہاولپور پہنچے جب واپس گئے تو ان علماء سے فرمایا آپ ناراض نہ ہونا کہ میں نے آپ کی بات نہیں مانی میں خود اس لئے گیا ہوں کہ حضور اقدس ﷺ قیامت کے دن میری شفاعت سے انکار نہ فرماویں کہ میری عزت کا سوال تھا تو نے خود سفر کیوں نہ کیا۔

بہاولپور کی ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ شاید یہ بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ پیغمبر ﷺ کا جانبدار ہو کر بہاولپور آیا تھا۔آپ کے عشق رسالت کا اس سے اندازہ کریں کہ آپ نے انتہائی کمزوری اور نقاہت کے باوجود جناب رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت اور اس ضمن میں پیش آنے والے مسائل پر کئی دن مسلسل پانچ پانچ گھنٹے عدالت میں بیان دے کر علم وعرفان کے دریا بہائے اور مرزائیوں کو ہر مسئلہ میں لاجواب کیا آپ کے بیانات نے مقدمہ کی کایا پلٹ دی آپ نے وفات سے کچھ دن پہلے خدام کو فرمایا کہ میری چارپائی اٹھا کر مدرسہ لے چلو وہاں پہنچ کر آپ

نے سب علماء کو جمع کیا اور فرمایا میں بہت کمزور ہوں اٹھ نہیں سکتا ایک بات کہنے آیا ہوں جس کسی کو حضور ﷺ کی شفاعت کی آرزو ہو وہ آپ کی عزت وحرمت کی حفاظت کرے اور فتنہ مرزائیت کے مٹانے اور اس سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کرتا رہے۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر مقدمہ بہاولپور کے فیصلہ سے پہلے میری زندگی پوری ہو جائے تو میری قبر پر فیصلہ سنا دیا جائے ۱۹۳۳ء میں آپ کا وصال ہوا اور ۱۹۳۵ء میں جج صاحب نے اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ کیا جس میں مدعا علیہ کے ارتداد کی تاریخ سے نکاح کو منسوخ اور مرزائیوں کو کافر قرار دیا۔

حضرت مولانا محمد صادق مرحوم بہاولپور سے دیوبند گئے اور حضرت کی وصیت کے مطابق مزار پر حاضر ہو کر جج صاحب کا فیصلہ بلند آواز سے آپ کو سنایا (بارگاہِ رسالت اور بزرگان دیوبند ص ۲۶ تا ۲۸ از مولانا عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ دارالھدی بھکر)

مولانا محمد انوریؒ فرماتے ہیں کہ علامہ انور شاہ صاحبؒ بہاولپور شہر میں جامع مسجد و دیگر مقامات پر قادیانیت کے خلاف تقریر کرنے کیلئے علماء کو بھیجتے رہتے تھے دو دفعہ احقر کو بھی بھیجا ان ایام میں اس قدر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے چہرۂ مبارکہ پر انوار کی بارش ہوتی رہتی تھی ہر شخص اس کو محسوس کرتا تھا حضرت نے بارہا دیکھا کہ اندھیرے کمرے میں مراقبہ فرما رہے ہیں لیکن روشنی ایسی جیسے بجلی کے قمقمے روشن ہوں حالانکہ اس وقت بجلی گل ہوتی تھی بہاولپور جامع مسجد میں جمعہ کی نماز حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ پڑھایا کرتے تھے بعد نماز کچھ بیان بھی ہوتا تھا ہزاروں کا مجمع رہتا تھا پہلے جمعہ میں فرمایا تھا:

''حضرات میں نے ڈابھیل جانے کیلئے سامان سفر باندھ لیا تھا کہ یکا یک مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ کا خط دیوبند موصول ہوا کہ شہادت دینے کیلئے بہاولپور آیئے چنانچہ اس عاجز نے ڈابھیل کا سفر ملتوی کیا ارو بہاولپور کا سفر کیا یہ خیال کیا کہ ہمارا نامہ اعمال تو سیاہ ہے ہی شاید یہی بات میری نجات کا باعث ہو جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جانب دار ہو کر بہاولپور آیا

تھا''۔بس اس فرمانے پر تمام مسجد میں چیخ و پکار پڑ گئی لوگ دھاڑیں مار مار کر پھوٹ پھوٹ کر روہ رہے تھے خود حضرت پر ایک عجیب کیفیت و وجد طاری تھا ایک مولوی صاحب نے اختتام وعظ پر فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی شان ایسی اور آپ ایسے بزرگ ہیں وغیرہ حضرت فوراً کھڑے ہوئے اور فرمایا:

حضرات! ان صاحب نے غلط کہا ہے ہم ایسے نہیں بلکہ ہمیں تو یہ بات یقین کے درجہ کو پہنچ گئی کہ ہم سے گلی کا کتا بھی اچھا ہے ہم اس سے گئے گزرے ہیں یعنی وہ اپنی گلی اور محلے کا حق نمک خوب ادا کرتا ہے مگر ہمارے ہوتے ہوئے لوگ ناموس پیغمبر پر حملہ کرتے ہیں (واقعات وکرامات اکابر علماء دیوبند ۲۱۰، ۲۱۱ من جانب ثناء اللہ سعد بحوالہ انوار انوری)

﴿سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا کردار﴾

تقسیم ملک کے بعد حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سیاسیات سے الگ ہو کر جناب رسول اللہ کی ختم نبوت کی حفاظت پر کمر بستہ ہو گئے ملک بھر کے دورے کئے اور ناموس رسول ﷺ کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کو بیدار کیا جس کے نتیجہ میں ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے بے شمار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا اور ہزاروں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اسی زمانہ کی بات ہے کہ حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ طیبہ گئے وہاں خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی حضور اقدس ﷺ نے ان کو حضرت امیر شریعت کے نام سلام اور اپنے کام میں لگے رہنے کا پیغام دیا تھا آپ کے اس دور کے چند خطابت پارے ملاحظہ فرمایئے۔

ختم نبوت میرا جزو ایمان ہے جو شخص اس ردا کو چوری کرے گا جی نہیں چوری کا حوصلہ کرے گا میں اس کے گریبان کی دھجیاں پھاڑ دوں گا میں میاں کے سوا کسی کا نہیں نہ اپنا نہ پرایا میں انہی کا ہوں وہی میرے ہیں۔جس کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کے آراستہ کیا

ہو میں ان کے حسن و جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے ان پر جو ان کا نام تو لیتے ہیں لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔۔۔۔آپ کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی خطابت ہی سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کہا تھا۔

کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمزمے

بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں

(بارگاہ رسالت اور بزرگان دیوبند ص ۲۶ تا ۲۸ از مولانا عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ دارالھدیٰ بھکر)

﴿حمد و نعت کا تلازم﴾

حضرت مولانا محمد انوریؒ فرماتے ہیں: ایک دفعہ غالباً ۱۹۵۴ء کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ملتان سے لائل پور [یعنی فیصل آباد] تشریف لائے ایک مکان پر ان کی دعوت تھی احقر بھی مدعو تھا۔ احقر بھی حاضر ہوا، ملاقات پر حضرت انور شاہ صاحبؒ کی باتیں ہونے لگیں میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

قہوۂ حمد راسز دانور دار چینی زنعت مصطفیٰ

[شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے انور شاہ کشمیری حمد خداوندی کے قہوہ کیلئے مصطفیٰ ﷺ کی نعت سے دار چینی ضروری ہے]

یہ شعر سنتے ہی مولانا عطاء اللہ شاہ صاحبؒ پھڑک گئے کہ اس سے معلوم ہوا کہ حمد خدا پوری ہی نہیں ہوتی جب تک کہ نعت رسول ﷺ نہ کہی جائے۔ (انوار انوری ص ۲۰۸) اس لئے راقم کہتا ہے کہ ان حضرات کا مسلک چار چیزوں کا مجموعہ ہے: اللہ کی محبت رسول اللہ ﷺ کی محبت قرآن اور حدیث۔ اور جو شخص ختم نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ کبھی موحد نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر اس کے دل میں اللہ کی محبت ہو تو اللہ نے جو اپنے نبی ﷺ کو یہ اعزاز دیا وہ کبھی اس کا انکار نہ کرے۔ ختم نبوت کا منکر کبھی اللہ کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اللہ کا کوئی دشمن ہی اِس عقیدے کا انکار کرے گا۔

☆☆☆☆☆

باب اول

﴿خلاصہ تحقیق نانوتوی درشان رسالت وختم نبوت﴾

راقم نے طالبات کو عقائد پڑھاتے وقت حضرت نانوتویؒ کے موقف کی وضاحت کی پھر اس کو قدرے تفصیل کے ساتھ مرتب کر کے کتاب ''اسلامی عقائد'' میں اس کے بعد کتاب ''آیات ختم نبوت'' میں طبع کرایا۔ اِس بحث کو یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے اور کتاب ''نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء'' میں ان شاء اللہ مزید وضاحت کے ساتھ لکھا جائے گا۔

اس سے پتہ چلتا ہے جس طرح حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کی شان کو بیان کیا ہے اس طرح اوروں نے بیان نہ کیا اور ساتھ ہی ختم نبوت کا اعلان بھی کرتے گئے۔ حضرتؒ نے درج ذیل وجوہات سے دیگر انبیاء علیہم السلام پر نبی کریم ﷺ کی فوقیت کو ثابت کیا ہے۔

نمبر۱: نبوت کا تفوق:

آپ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی نبوت سورج کی طرح ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت چاند ستاروں کی طرح ایک جگہ آپ نے لکھا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ امت کے نبی ہیں اسی طرح آپ ﷺ انبیاء کے بھی نبی ہیں (تحذیر الناس صفحہ ۳،۴) حضرت کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کیلئے نبی ہیں مگر ہمارے نبی ﷺ کیلئے امتی ہیں آپ ﷺ امت کے بھی نبی اور معراج کی رات انبیاء علیہم السلام کے بھی امام بنے۔ پہلے زمانے میں ایک وقت میں ایک سے زیادہ نبی ہوتے تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام مگر نبی ﷺ کی شان ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی اور نبی نہیں اگر بالفرض آپ ﷺ پہلے انبیاء کے زمانے میں تشریف لاتے تو وہ انبیاء علیہم السلام آپ کی اتباع کرتے۔ دوسری جگہ حضرت فرماتے ہیں کہ آپ سب سے اعلیٰ ہیں اس لئے آخر میں آئے کہ جیسے بڑی عدالت میں انسان بعد میں جاتا

ہے اسی طرح اعلیٰ نبی کو اللہ نے آخر بھیجا (دیکھئے انتصار الاسلام ص ۵۸) حضرت نانوتوی کا منشا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت آپ ﷺ کی برکت سے ملی حضرت کی اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ قیامت کے دن جب تک آپ ﷺ شفاعت نہ کریں گے کوئی اور نبی شفاعت نہ کرے گا جب تک آپ ﷺ گواہی نہ دیں گے اوروں کی گواہی موقوف رہے گی۔

نمبر۲: معجزات کا تفوق:

حضرت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے معجزات دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے اعلیٰ ہیں موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ پتھر سے پانی کے چشمے نکلتے ہیں کمال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے نکلتے تھے جس سے لشکر کے لشکر سیراب ہو جاتے تھے گوشت پوست سے پانی کا نکلنا زیادہ عجیب ہے کیونکہ زمین اور پتھر سے تو چشمے نکلا ہی کرتے ہیں مگر انگلیوں سے تو پانی نہیں نکلا کرتا۔ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ لاٹھی سانپ بن گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ گارے سے پرندہ بن گیا مگر نبی ﷺ کا معجزہ کہ سوکھا تنا آپ کے غم میں رونے لگ گیا اور یہ معجزہ ان معجزوں سے زیادہ عظیم ہے اس لئے کہ لاٹھی نے سانپ بن کر وہی کام کیا جو سانپ کیا کرتے ہیں اور گارے سے بنے ہوئے پرندے نے وہی کام کیا جو پرندے کیا کرتے ہیں مگر آپ ﷺ کا معجزہ زیادہ عجیب ہے کہ کھجور کے تنے نے تنا ہوتے ہوئے محبت میں رو کر وہ کام کیا جو ایک سمجھدار اور عقلمند درد دل رکھنے والے انسان کا ہوتا ہے (ماخوذ از مباحثہ شاہجانپور ص ۳۵ تا ۴۰، قبلہ نما ص ۱۴، ۱۵)

نمبر۳: آپ کا عقل وفہم میں اعلیٰ وافضل ہونا:

حضرت فرماتے ہیں کہ عقل وفہم میں آپ ﷺ سے ممتاز تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ خود امی تھے اور جس ماحول میں پیدا ہوئے ہوش سنبھالا بلکہ عمر گزاری وہ علوم سے یکلخت خالی، نہ علوم دینی کا پتہ، نہ علوم دنیوی کا۔ اس کے باوجود ایسی لاجواب کتاب لائے ایسا

محکم آئین ایسی واضح ہدایات دے گئے کہ اُن اَن پڑھ لوگوں کو عقائد و عبادات معاملات، اخلاق اور سیاسیات میں بڑے بڑے اہل عقل کا پیشوا بنادیا ان کے کمال پر اہل اسلام کی بیشمار کتابیں شاہد ہیں ایسے علوم بتائیں تو سہی کس قوم اور کس مذہب والوں کے پاس ہیں جس کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ کا یہ حال ہو اُن کے استاد اور مربی یعنی حضرت محمد ﷺ کا کیا حال ہوگا؟ (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۰، ۳۱)

نمبر ۴: اخلاق میں بلندی :

حضرت فرماتے ہیں آپ ﷺ اخلاق میں سب سے بلند تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نہ کہیں کے بادشاہ تھے نہ بادشاہ زادے نہ امیر نہ امیر زادے نہ تجارت کا سامان نہ کھیتی کے بڑے اسباب نہ میراث میں کوئی چیز ہاتھ آئی نہ خود کوئی دولت کمائی ایسے افلاس میں ملک عرب کے گردن کشوں، جفاکشوں برابر کے بھائیوں کو ایسا مسخر کرلیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوں۔

پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا نکل گیا ساری عمر اسی کیفیت میں گزار دی یہاں تک کہ گھر بار چھوڑا زن و فرزند چھوڑے مال و دولت چھوڑی آپ کی محبت میں سب پر خاک ڈالی ۔اپنوں سے آمادۂ جنگ و پیکار ہوئے کسی کو آپ مارا کسی کے ہاتھوں آپ مارے گئے یہ تسخیر اخلاق نہیں تھی تو اور کیا تھی یہ زور شمشیر کس تنخواہ میں آپ نے حاصل کیا ایسے اخلاق کوئی بتائے تو سہی کس میں تھے؟ کسی اور کی نبوت میں شک ہو کہ نہ ہو حضرت محمد ﷺ کی نبوت میں کسی اہل عقل و انصاف کو شک کی گنجائش نہیں بہرحال یہ بات واجب التسلیم ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء کے قافلہ کے سالار، سب رسولوں کے سردار اور سب میں افضل اور سب کے خاتم ہیں (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۱، ۳۲)

نوٹ: یاد رہے کہ کتاب قبلہ نما ایک ہندو پنڈت دیانند سرسوتی کے جواب میں لکھی گئی اور

کتاب مباحثہ شاہجہانپور عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ کیے گئے مناظرہ کی روئیداد ہے ان کتابوں اوران مباحثوں کے اندرمولانا نے آپ ﷺ کی ختم نبوت کوواضح الفاظ میں ذکرفرمایا ایک موقعہ پرفرماتے ہیں کسی اور نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا۔کیا تو حضرت محمد ﷺ نے کیاچنانچہ قرآن وحدیث میں بتصریح موجود ہے سوا آپ کے اگرآپ سے پہلے دعوی خاتمیت کرتے تو حضرت عیسی علیہ السلام کرتے مگردعوی خاتمیت تو درکنارانہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کاسردارآنے والاہے(مباحثہ شاہجہانپورص ۳۵)(۱)

کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ شخص جوغیرمسلموں کے مجمعوں میں جاکرکھول کھول کرنبی کریم ﷺ کی خاتمیت کااعلان کرتارہالوگوں نے اس کی نامکمل عبارتوں کولےکراس پرختم نبوت کے انکارکاالزام لگادیا۔

مسلمانوں سوچوتوسہی اگروہ شخص ختم نبوت کامنکرتھاتومسلمانوں نے اسلام کی ترجمانی

---

(۱)انجیل میں حضرت عیسی علیہ السلام کافرمان مذکورہے''اس کے بعدمیں تم سے بہت باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیاکاسردارآتاہےاورمجھ میں اس کاکچھ نہیں(یوحناباب۱۴آیت۳۰)

یادرہے کہ نبی کریم ﷺ کادعوی نبوت توبڑاکام ہے ہی مگرختم نبوت کادعوی اس سے بھی بڑا ہےکوئی شخص اس زمانے میں نبوت کاجھوٹادعوی توکردیتاختم نبوت کے جھوٹے دعوی کی جرات نہ کرتا کیونکہ نبی کریم ﷺ سے پہلے ہزارہاسال سے انبیاءکرام مسلسل آتے رہے نبی ﷺ نے اعلان کیاکہ نبوت کاسلسلہ آپ کے ساتھ ختم ہوگیااورشجرنبوت آپ کی بعثت کے ساتھ کٹ چکاہےاس اعلان پرچودہ صدیوں سے زیادہ گزرگئیں مگرکوئی ایساشخص ظاہرنہ ہواجواس دعوی کوتوڑدے۔

تویہ نبی کریم ﷺ کے سچے ہونے پرایک بہت بڑی دلیل ہےاگرآپ کااپنے اعلان کی سچائی کایقین نہ ہوتاتواپنی آمدکے ساتھ ختم نبوت کےاعلان کی جرات نہ کرتے کیونکہ ان سے پہلے انبیاءکے طریق کے یہ بات مخالف تھی۔(دیکھئے بشریۃ المسیح ونبوۃ محمد ﷺ فی کتب العہدین ص۲۹۱،۲۹۲)

کیلئے کافروں کے مقابلہ میں اُس کو کیوں چن لیا جنہوں نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے اُن کو کیوں نہ بلایا اگر وہ ختم نبوت کا منکر ہوتا تو اِن موقعوں پر اس کو ختم نبوت کے اعلان کی کیا مجبوری تھی اگر وہ ختم نبوت کا منکر ہوتا تو غیر مسلم کہہ دیتے کہ تو تو مسلمانوں کا نمائندہ نہیں۔ یا یہ کہ تو ختم نبوت کا منکر ہے اس موقع پر ختم نبوت کا کس منہ سے کر رہا ہے؟ الغرض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر ختم نبوت کے انکار کا الزام جھوٹ ہے اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور دیگر علماءِ حق پر گستاخ رسول ہونے کا الزام نرا جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے آمین۔ (اسلامی عقائد ص ۵۱ تا ۵۵ آیات ختم نبوت ص ۵۹۲ تا ۵۹۶)

(۵) آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئیاں اور انبیاء سے بڑھ کر ہیں:

جو شخص وقائع آخرت کی خبر دیتا ہے وہ دور تک کی خبر دیتا ہے...... اب دیکھئے کس کی پیشینگوئیاں زیادہ ہیں اور پھر وہ بھی کہاں کہاں تک اور کس کس قدر دور و دراز زمانہ کی باتیں ہیں؟ رہا یہ احتمال کہ آخرت کی پیشگوئیوں کا صدق اور کذب کس کو معلوم ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ کوئی پیشینگوئی کیوں نہ ہو قبل وقوع سب کا یہی حال ہوتا ہے۔ اگر دو چار گھڑی پیشتر کی ہو تب تو اکثر حاضرین کو معلوم ہوگا ورنہ بیان کسی کے سامنے کی جاتی اور ظہور کسی کے سامنے ہوتا ہے۔

توارت کی پیشگوئیوں کو دیکھ لیجئے بعض بعض تو اب تک ظہور میں نہیں آئیں بہر حال پیشگوئیاں اگلے ہی زمانے میں جا کر معجزہ ہو جاتی ہیں یعنی ان کا معجزہ ہونا اگلے زمانے میں معلوم ہوتا ہے.......... بالجملہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی پیشگوئیاں بھی اس قدر ہیں کہ کسی اور نبی کی نہیں کسی صاحب کو دعوی ہو تو مقابلہ کر کے دیکھیں جن میں سے کثرت سے صادق بھی ہو چکی ہیں مثلاً خلافت کا ہونا، حضرت عثمانؓ اور حضرت حسینؓ کا شہید ہونا اور حضرت حسنؓ کے ہاتھ دو گروہ اعظم کا صلح ہو جانا، الخ (حجۃ الاسلام ص ۳۹، ۴۰)

☆☆☆☆☆

﴾باب دوم﴿

اس باب میں حضرت نانوتویؒ کی اپنی کتابوں کی عبارات دی جائیں گی ترتیب یوں ہوگی پہلے کتاب کے ٹائیٹل کا عکس، اس کے بعد اُس کتاب کا تعارف، پھر عبارات کو رکھا جائے گا ہر عبارت کے ساتھ کتاب کا نام اور صفحہ نمبر بھی دیا جائے گا اور اگر مناسب ہوا تو سطر نمبر بھی دی جائے گی اور جہاں ضرورت ہوئی ان شاء اللہ سمجھانے کے لئے حواشی لگائیں گے۔

اور مرزائیوں کو یہ چیلنج ہوگا کہ حضرت سے انکارِ ختم نبوت کی صریح عبارتیں دکھاؤ اور دوسرے یہ کہ عالم اسلام میں کوئی ایسا شخص پیش کرو جس نے اس انداز میں یہ عقیدہ سمجھایا ہو۔ مولانا اُس زمانے میں جب نہ کوئی نبوت کا دعویدار تھا، اور نہ ختم نبوت کا کوئی منکر تھا ختم نبوت پر اتنا کام کر گئے تو اگر قادیانی اُس زمانے میں نکلتا تو کتنا کام کرتے۔ مولانا کے دِلی جذبات کا فیض تھا کہ آپ کے شاگردوں نے اور شاگردوں کے شاگردوں نے اِس فتنے کی سرکوبی کے لئے خود کو وقف کر دیا۔

حضرت کی ان واضح تصریحات کے آنے کے بعد "تحذیر الناس" کے خلاف لکھی گئی کتابیں کالعدم سمجھی جائیں جس کو مولانا پر کوئی اعتراض کرنا ہو پہلے اِس کتاب کا مکمل جواب دے پھر اُس کی طرف رخ کرے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ۔

﴿عبارات حاشیہ صحیح البخاری﴾

مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری شریف پر حاشیہ لکھ کر تصحیح کر کے شائع کرنے کا کام شروع کیا تو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو اس کام میں تعاون اور رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی بخاری شریف جو ہندوپاک میں چھپتی ہے اس کے تیس پارے بنائے جاتے ہیں حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ بخاری شریف کے آخری پانچ چھ پاروں کا حاشیہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے لکھا (سوانح عمری ص۶ طبع لاہور) مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی فرماتے ہیں: مولانا نانوتویؒ اس وقت نوعمر تھے (۱۲۶۹ـ۱۲۶۸ھ) مولانا نانوتویؒ کی عمر اس وقت اکیس سال تھی (ولادت ۱۲۴۸ھ) مگر اس کام کیلئے جس دینی علمی شرعی کمالات کی ضرورت تھی وہ مولانا میں بدرجہ اتم موجود تھے چنانچہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نے بخاری شریف کے آخری پاروں کے حاشیہ کی تکمیل کا کام مولانا محمد قاسم کے سپرد فرمایا (قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ص۷۳)

حضرت نانوتویؒ نے بخاری شریف کے کتنے پاروں کا حاشیہ لکھا؟

مولانا یعقوب نانوتوی کہتے ہیں پانچ چھ پاروں کا بعض ساڑھے چار پاروں کا حاشیہ بتاتے ہیں جبکہ مولانا یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کی تحقیقی رائے یہ ہے کہ مولانا نانوتویؒ کا حاشیہ آخری تین پاروں پر ہے (تفصیل کیلئے دیکھئے قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ص۷۵تا۷۷)

ہم نے اس کم از کم والے قول کو لے کر سرسری سا مطالعہ کیا تو بھی کئی جگہوں پر نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان مل رہا ہے۔ اگر حضرت نانوتویؒ کے دل میں خدانخواستہ ایسی کوئی بات ہوتی تو اس عربی تحریر میں ملا علی قاری یا شاہ ولی اللہ کی کوئی مبہم سی عبارت لکھ دیتے جو بعد میں اس کیلئے کام دیتی دیکھیں مرزا قادیانی کے دل میں چور تھا اس نے براہین احمدیہ کے پہلے

حصوں میں جو اپنے خطرناک دعووں سے پہلے تحریر کیئے کئی ایسی عبارتیں لکھیں جن کو بعد میں اپنے باطل دعووں کیلئے بطور تائید کے پیش کرتا تھا۔اب ذیل میں حاشیہ بخاری سے کچھ عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

۱) حضرت نانوتویؒ حاشیہ بخاری میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

صَدَقَ فِیْ زَمَانِہٖ اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ لِاَحَدٍ غَیْرِہٖ نُبُوَّۃٌ فَاِنْ قُلْتَ ھَلْ یُقَالُ لِصَاحِبِ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃِ لَہٗ شَیْءٌ مِنَ النُّبُوَّۃِ قُلْتُ جُزْءُ النُّبُوَّۃِ لَیْسَ بِنُبُوَّۃٍ اِذْ جُزْءُ الشَّیْءِ غَیْرُہٗ اَوْ لَاھُوَ وَلَاغَیْرُہٗ فَلَانُبُوَّۃَ لَہٗ .... وَقَالَ ابْنُ التِّیْنِ مَعْنَی الْحَدِیْثِ اَنَّ الْوَحْیَ یَنْقَطِعُ بِمَوْتِیْ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۵ حاشیہ نمبر ۵)

ترجمہ: آپ کے زمانہ میں یہ صادق ہے کہ آپ کے علاوہ کسی اور کیلئے نبوت باقی نہ رہی ۔پھر اگر کہا جائے کیا اچھی خواب والے کیلئے کہنا درست ہے کہ اس کو نبوت کا کچھ حصہ حاصل ہے میں کہوں گا نبوت کا جز نبوت نہیں کیونکہ شے کا جز اس کا غیر ہوتا ہے یا نہ وہ عین ہوتا ہے نہ غیر لہذا اچھے خواب دیکھنے والے کو نبوت حاصل نہیں ہے.......... ابن التینؒ نے فرمایا حدیث کا معنی یہ ہے کہ وحی میری وفات کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔

(☆) اس حاشیہ میں خط کشیدہ تین جگہ ختم نبوت کا اعلان ہے۔

۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِیْمَتَانِ یَکُوْنُ بَیْنَھُمْ مَقْتَلَۃٌ عَظِیْمَۃٌ دَعْوَاھُمَا وَاحِدَۃٌ وَحَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ قَرِیْبٌ مِنْ ثَلَاثِیْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ الحدیث ترجمہ: قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ دو جماعتیں ایسی نہ لڑیں جن میں بڑی لڑائی ہو دونوں کا دعوی ایک ہو اور یہاں تک کہ تیس کے قریب دجال کذاب نکلیں ان میں سے ہر ایک یہ دعوی کرے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ کے حاشیہ میں حضرت نانوتویؒ لکھتے ہیں

دَجَّالُوْنَ اَیْ خَلَّاطُوْنَ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ مُمَوِّھُوْنَ وَالْفَرْقُ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ الدَّجَّالِ الْاَکْبَرِ اَنَّھُمْ یَدَّعُوْنَ النُّبُوَّۃَ وَھُوَ یَدَّعِی الْاِلٰھِیَّۃَ لٰکِنْ کُلُّھُمْ مُشْتَرِکُوْنَ فِی التَّمْوِیْہِ وَادِّعَاءِ الْبَاطِلِ الْعَظِیْمِ وَقَدْ وُجِدَ کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ وَفَضَحَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَھْلَکَھُمْ (بخاری ج۲ص۱۰۵۴حاشیہ۱۱)

ترجمہ: دجالون کا مطلب ہے حق وباطل کورلا ملا دینے والے،ملمع سازی کرنے والے(پھر لکھتے ہیں)ان جھوٹے نبیوں میں اور دجال اکبر میں فرق یہ ہے کہ یہ نبوت کا دعوی کریں گے اور دجال اکبر خدائی کا دعوی کرے گا لیکن دھوکہ دینے میں اور بہت بڑے جھوٹ کا دعوی کرنے میں یہ سب شریک ہوں گے ان تیس کذابین میں سے بہت سے پیدا ہو چکے ہیں اللہ نے ان کو ذلیل کیا اوران کو ہلاک کیا ہے۔

(☆) دیکھئے اس عبارت میں بھی حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کے بعد دعوی نبوت کرنے والوں کو کذابین میں شمار کیا ہے۔

۳) ایک اور مقام پر حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْاَحَادِیْثَ قَدْ بَیَّنَتْ اَنَّہٗ یَخْرُجُ بَعْدَ اُمُوْرٍ ذُکِرَتْ وَاَنَّ عِیْسٰی یَقْتُلُہٗ بَعْدَ اَنْ یَنْزِلَ مِنَ السَّمَاءِ فَیَحْکُمُ بِالشَّرِیْعَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ..........قَوْلُہٗ سَاَقُوْلُ لَکُمْ قَوْلًا لَمْ یَقُلْ نَبِیٌّ لِقَوْمِہٖ قِیْلَ اِنَّ السِّرَّ فِی اخْتِصَاصِ النَّبِیِّ ﷺ بِالتَّنْبِیْہِ الْمَذْکُوْرِ مَعَ اَنَّہٗ اَوْضَحَ الْاَدِلَّۃَ فِیْ تَکْذِیْبِ الدَّجَّالِ اَنَّمَا یَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِہٖ دُوْنَ غَیْرِھَا مِمَّنْ تَقَدَّمَ مِنَ الْاُمَمِ وَدَلَّ الْخَبَرُ اَنَّہٗ اِنَّمَا طُوِیَ عَنْ غَیْرِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ کَمَا طُوِیَ عَنِ الْجَمِیْعِ عِلْمُ وَقْتِ قِیَامِ السَّاعَۃِ (بخاری ج۲ص۱۰۵۵حاشیہ نمبر۷)

ترجمہ: بے شک احادیث نے اس کو بیان کیا کہ دجال ان چیزوں کے بعد نکلے گا جن کا ذکر ہوا اور حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے اترنے کے بعد اسے قتل کریں گے پھر شریعت محمدی کے ساتھ حکمرانی کریں گے آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک بات کہتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہ

کہی ۔(یعنی یہ کہ دجال اعور یعنی کانا ہوگا بخاری ج ۲ص ۱۰۵۵) کہا گیا ہے کہ دجال کے جھوٹا ہونے کے دلائل کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بالخصوص اعور والی نشانی کو بتانے میں راز یہ ہے کہ دجال آپ کی امت میں نکلے گا۔آپ سے پہلی امتوں میں دجال نہ آیا۔حدیث پاک سے یہ بھی پتہ چلا کہ اس نشانی کا علم اس امت کے علاوہ اور کسی کو نہ دیا گیا جیسا کہ قیامت آنے کے وقت کا علم سب امتوں سے لپیٹ دیا گیا ہے۔

(☆) اس عبارت سے پتہ چلا کہ حضرت نانوتویؒ اس امت محمدیہ کو آخری امت بتا رہے ہیں وہ اس طرح کہ دیگر امتوں کو نبی ﷺ سے پہلی امتیں کہا ہے۔حضرت یہ بھی بتا گئے کہ قیامت کے وقوع کا علم صرف اور صرف اللہ کو ہے وہ نہ کسی ولی کو نہ کسی نبی کو، نہ کسی انسان کو نہ کسی فرشتے کو۔

☆☆☆☆☆☆

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ (انعام)

ردّ روافض

حصّہ اوّل

از ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

واز

حضرت مولانا عبد اللہ انصاریؒ سابق ناظم شعبہ دینیات علی گڑھ کالج

مقدمہ

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب مدظلہ سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نز گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴿تعارف کتاب اجوبہ اربعین﴾

ہمارے پیشِ نظر اجوبہ اربعین کا وہ نسخہ ہے جو ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے شائع ہوا ہے شروع میں استاذ محترم مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقدمہ ہے آپ اس میں لکھتے ہیں:

اجوبہ اربعین کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس کتاب میں اہل رفض و تشیع کی طرف سے [جو] چالیس اعتراضات اہل سنت والجماعت پر کئے گئے ہیں ان کے دندان شکن اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں ان کا پہلا حصہ حضرت نانوتویؒ نے ایک دن رات میں مکمل کیا ہے اور اس میں ۲۸ اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں حضرت نانوتویؒ کے ساتھ مولانا عبد اللہ انصاریؒ (سابق ناظم دینیات مدرسہ علی گڑھ) بھی شریک تھے یہ مولانا عبد اللہ صاحب حضرت نانوتویؒ کے داماد تھے اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے چچازاد بھائی دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے تھے............

حضرت نانوتویؒ کے ساتھ ہر ایک اعتراض کا ایک ایک جواب حضرت مولانا عبد اللہ انصاریؒ نے بھی تحریر فرمایا ہے پہلا جواب حضرت نانوتویؒ کا دوسرا جواب مولانا عبد اللہ انصاریؒ کا ہے بعض جوابات نہایت مختصر ہیں اور بعض کافی طویل ہیں زبان اردو قدیم ہے علم عمیق اور فہم دقیق جوابات لاجواب ہیں جن کے پڑھنے اور ان میں غور و فکر اور تدبر کرنے کی ضرورت ہے۔ انصاف شرط ہے...... پہلے حصے میں خلافت کے بارے میں تحقیقات ہیں...... حضرت صوفی صاحبؒ لکھتے ہیں: یہ مسئلہ ایک اہم اور اصولی مسئلہ ہے اور چاروں خلفاء راشدین کی خلافت علی منہاج النبوۃ ہے اور علی الترتیب ان کے مراتب بھی اسی طرح ہیں...... شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں خلافت ان بزرگوں کی ایک اصل ہے اصول دین سے جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے تو کوئی مسئلہ مسائل شریعت میں سے مضبوط نہ ہوگا (اجوبہ اربعین ص ۲۷ تا ۲۹ مختصراً)

﴿عبارات کتاب اجوبہ اربعین﴾

ایک جگہ فرماتے ہیں:

اُس زمانے سے لے کر آج تک حضرت ابراہیم علیہ السلام سب انبیاء اور اولیاء کے پیشوا رہے یہاں تک کہ خود حضرت سید المرسلین ﷺ کی نسبت ارشاد ہے ﴿أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ جس کے یہ معنی ہیں کہ تم بھی اے محمد ﷺ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کرو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام حضرت سید المرسلین ﷺ سے افضل ہو جائیں بڑے بڑے امیر بادشاہوں کے آگے راہ کی درستی اور صفائی کے لئے چلا ہی کرتے ہیں اور بادشاہ اس باب میں ان کی پیروی کیا کرتا ہے (اجوبہ اربعین ص ۱۹۶)

[دیکھئے کیسے احسن انداز میں حضرتؒ نے نبی کریم ﷺ کی افضلیت پر ایک اہم شبہہ کا جواب ارشاد فر دیا]

ایک جگہ فرماتے ہیں:

ارواح انبیاء علیہم السلام میں فیض نبوی محمدی ﷺ کا ہونا جملہ خاتم النبیین سے بشرط انصاف وفہم ظاہر و باہر ------- اہل فہم وانصاف سے سروکار ہے سو ان کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ موافق حدیث إِنَّ لِكُلِّ آيَةٍ ظَهْرًا وَبَطْنًا (ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے) خاتمیت زمانہ کے لئے جواز قسم ظھر ہے یعنی معنی ظاہری ہے کوئی بطن یعنی معنی باطنی بھی چاہئے سو باعتبار باطن خاتمیت نبوت یہ ہے کہ آپ پر سلسلہ فیض نبوت ختم ہو جاتا ہے یعنی جیسے نور قمر و کواکب فیض آفتاب ہے اور نور آفتاب عالم اسباب میں کسی اور کا فیض نہیں ایسے ہی نبوت انبیاء سابق علیہم السلام تو فیض محمدی ﷺ ہے پر نبوت محمدی ﷺ عالم اسباب میں کسی اور کا فیض نہیں جیسے آفتاب پر سلسلہ نور ختم ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے خَاتَمُ الْمُنِيرَات کہئے تو بجا ہے ایسے ہی روح محمدی ﷺ پر سلسلہ نبوت اختتام پاتا ہے اور اس وجہ سے آپ کو خَاتَمُ النَّبِيِّين کہنا

زیبا ہے۔ (اجوبہ اربعین ص ۲۹۵ سطر ۴ تا ۱۴)

[حضرت کی اس عبارت کو خوب یاد رکھیں اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو یقین کریں کی تحذیر الناس حل ہو گئی حضرت نے اِسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں تحذیر الناس میں بیان کر دیا ہے حضرت نے اس مقام پر یہ بات ارشاد فرمائی کہ خاتم النبیین سے جیسے خاتمیت زمانی سمجھ آتی ہے خاتمیت رتبی بھی سمجھ آتی ہے اور یہی بات وہاں تحذیر الناس میں سمجھائیں گے]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اب اہل فہم کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ جب خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے تو آپ کی فضیلت اور سیادت اور تاخر زمانی سب بجائے خود ہوئی۔ افضلیت اور سیادت کا حال تو بے کہے ظاہر ہے رہی خاتمیت زمانی اس کی یہ وجہ ہے کہ مہمان کو اگر متعدد کھانے کھلاتے ہیں اور مختلف قسم کی نعمتیں اس کے سامنے لے جاتے ہیں تو عمدہ اور افضل سب کے بعد دیتے دلاتے ہیں سو ایسے ہی مہمانانِ دار دنیا کیلئے دین اور کتب دین اور مردمان دین پر و نعمت خداداد ہیں جن میں سے سب سے افضل اور عمدہ محمد رسول اللہ ﷺ اور یہ قرآن اور یہ دین و ایمان تھا اس لئے سب کے بعد آپ کا ظہور مناسب ہوا اور ظاہر ہے کہ یہی مفاد خاتمیت زمانی ہے۔ (اجوبہ اربعین ص ۲۹۵ سطر ۱۸ تا ۲۹۶ سطر ۲ نیز دیکھئے ص ۳۴۰)

[ان عبارتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی افضلیت معلوم ہوتی ہے کیا اس کے بعد یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ حضرت کے نزدیک آیت کریمہ کے ظاہری معنی کے اعتبار سے

[خاتم النبیین = آخری نبی]

اور آیت کریمہ کے باطنی معنی کے لحاظ سے

[خاتم النبیین = اعلیٰ نبی + آخری نبی]

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِكَ

مع اردو ترجمہ

انوار النجوم

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی دار العلوم دیوبند کے فارسی میں مجتہدانہ علمی خطوط
جو معرفت ربانی اور کشفیات الہامی کا مرقع اور جلوۂ
قدرت کا شاہکار ہیں مع اردو ترجمہ و حواشی

مترجمہ
پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب شیرکوٹی
۱۲۹۔ڈی پیپلز کالونی لائلپور

پبلشرز
ناشران قرآن لمیٹڈ۔ ۳۸۔ اردو بازار، لاہور
فون: ۶۸۵۸۱

﴿تعارف کتاب قاسم العلوم﴾

یہ حضرت نانوتویؒ کے مکاتیب ہیں حضرت صوفی عبد الحمید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ فارسی زبان میں دس مکتوبات کا مجموعہ ہے اس کی ترتیب وتبویب اور تسہیل وتحشیہ وترجمہ حضرت مولانا پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی فاضل دیوبند (فیصل آبادی) نے کیا ہے اور لاہور سے طبع ہوا ہے۔ یہ مجموعہ پہلی طباعتوں میں چار حصوں پر مشتمل تھا لیکن اب اس کی ایک ہی جگہ مترجم شکل میں جمع کر کے طباعت کرائی گئی ہے۔ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۳۷) حضرت مولانا پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ سے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت بہت جزائے خیر دے انہوں نے بڑے سائز کے ۵۶۰ صفحات میں حضرت نانوتویؒ کے ان مکاتیب کو بڑی محنت شاقہ کے ساتھ شائع کیا شروع میں بڑا وقیع مقدمہ لکھا جا بجا حواشی بھی لکھے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی محنت سے یہ نایاب مجموعہ ہماری پہنچ میں آ گیا ورنہ پتہ نہیں ہمیں اس کی زیارت بھی ہوتی یا نہ ۔

حضرت صوفی صاحبؒ فرماتے ہیں:

اس [مجموعہ] میں بعض مکاتیب بہت اہم ہیں مثلاً مکتوب شرح حدیث ابی رزینؓ بہت مشکل اور اہم مکتوب ہے اس کا ترجمہ اور تفہیم ابھی بہت کچھ ناکافی ہے...... علوم قاسمیہ کی دقت ان میں نمایاں ہے مکتوب صعب بلکہ اصعب ہے اس پر بہت زیادہ وقت اور محنت کی ضرورت ہے اس کی تبویب وتسہیل ارباب حکمت قاسمیہ کے لئے اہم مقاصد میں سے ہے...... اسی طرح عصمت انبیاء کا مکتوب بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے..... باقی مکاتیب بھی علمی نکات سے لبریز ہیں اور ہر ایک مکتوب اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتا ہے اسلام کے بہت سے شرائع وقوانین، احکام کی علل ومصالح اسباب خفیہ اور حکم غامضہ جس طرح ان مکاتیب سے سمجھ آتی ہیں از حد اہم اور لاجواب ہیں۔ (اجوبہ اربعین ص ۳۷، ۳۸)

﴿عبارات قاسم العلوم مع اردو ترجمہ انوار النجوم﴾

۱) <u>ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

بشنو، درصفت پاک شہ لولاک جائے می فرمایند خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ ودر جائے ارشادست اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ معنی خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ درنظر ظاہر پرستاں ہمیں باشد کہ زمانہ نبوی ﷺ آخرست از زمانہ گذشتہ وباز نبی دیگر نخواہد آمد۔ مگر میدانی ایں سخنی ست کہ مدحے ست دراں نہ ذمے باز جملہ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ این معنی راچہ علاقہ کہ ازاں استدراک فرمودہ فرمودند وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اگراز من پرسی معنیش ایں است کہ نبوۃ دیگراں مستفاد از حضرت محمدی ست ﷺ ونبوۃ آنحضرت ﷺ در عالم اسباب مستفاد از دیگراں نیست پس چناں کہ نور قمر از آفتاب است ونور آفتاب از نور دگر نیست بلکہ قصہ نبوت دیگراں ونبوت نبی آخر الزماں را باید شناخت ﷺ و چوں ایں استفادہ اختتام یافت ہمچنیں نبوت دیگراں ونبوت <u>نبی آخر الزماں</u> را باید شناخت ﷺ و چوں ایں چنیں باشد آمدن نبی دیگر بعد آں سرور عالم ﷺ خود ممنوع شود بعد طلوع آفتاب تا غروب نور شفق چناں کہ حاجت نور کواکب ونور قمر نیفتہ ہمچنیں بعد طلوع ایں آفتاب نبوت تا بقاء نور کلام اللہ کہ از فیوض اوست ومشابہ نور شفق است حاجت نور دیگراں نباشد (قاسم العلوم ص ۵۵،۵۶)

ترجمہ: سنو! شاہِ لولاک پاک کی صفت میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ خاتم النبیین فرماتے ہیں اور ایک جگہ ارشاد ہے کہ نبی (ﷺ) ایمان والوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کے معنی سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی ﷺ گذشتہ انبیاء کے زمانے کے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں خاتم النبیین ﷺ کی نہ تو تعریف ہے اور نہ کوئی برائی ہے پھر "محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں" کے جملے کو اس معنی سے کیا تعلق کہ اس سے استدراک فرما کر فرمایا "لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین" (سب نبیوں کے ختم پر ہیں، بیان القرآن) اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو

اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے نبیوں کی نبوت حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے فیضیاب ہے اور آنحضرت ﷺ کی نبوت دنیا میں دوسروں کی نبوت سے فیضیاب نہیں ہے پس جیسا کہ چاند کی چاندنی سورج سے ہے اور آفتاب کا نور کسی اور نور سے نہیں ہے بلکہ (حضور) کو حصول فیض کسی اور سے حاصل ہونے کا معاملہ ہی ختم ہوگیا اسی طرح دوسروں کی نبوت اور نبوت آخر الزمان کو سمجھنا چاہیے جب صورتحال یہ ہے تو پھر کسی اور نبی کا سرور عالم ﷺ کے بعد آنا خود بخود ممنوع ہو جاتا ہے اور باقی نہیں رہتا جس طرح سورج نکلنے کے بعد نور شفق کے ختم ہونے تک چاند اور ستاروں کی روشنی کی ضرورت نہیں پڑتی اسی طرح اس آفتاب نبوت محمدی ﷺ کے طلوع ہونے کے بعد قرآن شریف کے نور باقی رہنے تک کہ آپ کے فیوض میں سے ہے اور نور شفق کے مشابہ ہے دوسروں کی نبوت کے نور کی ضرورت نہیں رہتی (ایضا)

[چونکہ یہ خط ایک عالم فاضل کے نام ہے اس لئے حضرت نے اس خط میں آیت کریمہ کے باطن کے اعتبار سے خاتم النبیین کے اس معنی کو اور انداز میں کھولا ہے جس کو اجوبہ اربعین کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے اور تحذیر الناس میں اس سے بھی زیادہ وضاحت موجود ہے]

۲) ایک جگہ فرماتے ہیں:

ارواح انبیاء پیش خاتم النبیین ﷺ بمنزلہ قمر از پیش آفتاب و ارواح این امۃ بمنزلہ انوار زمین و دیوار (قاسم العلوم ص ۶۲) ترجمہ: محمد عربی ﷺ کے سامنے پہلے انبیاء کی روحیں آفتاب کے سامنے چاند کی مانند ہیں اور اس امت کی روحیں زمین اور در و دیوار کے انوار کی جگہ ہیں۔

[حضرت نے یہاں نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین بھی مانا اور سب انبیاء سے افضل و اعلیٰ بھی]

۳) ایک اور جگہ نبی ﷺ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

سید الانبیاء ﷺ (قاسم العلوم ص ۷۹)

[حضرت کی اس عبارت میں خاتمیت رتبی کا ذکر ہے آپ کو سب انبیاء کا سردار کہا ہے]

۴) ایک جگہ شیعہ پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومیگویند کہ ہر کہ امامۃ امام وقت اعنی امام مہدی علیہ السلام اعتقاد نہ کرد و بدل معتقد نشد اومُردن جاہلیۃ خواہد مُرد ازیں صاحباں کسی پرسد اگر کسے معتقد امامت شاں شد کدام شمع علم پیش نظرش افروخت واگر معتقد نشد کدام غبار جہل پیش دیدہ بصیرۃ او برخاست فقط انتسابی بیش نیست کہ مادر امامۃِ فلاں بزرگ آمدہ ایم اگر ایں است نبوۃ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ چہ کمی دارد کہ باوجود آں ضرورۃ انتساب دیگر افتاد (قاسم العلوم ص ۱۰۹ تا ۱۱۱)

ترجمہ: اور (شیعہ) کہتے ہیں کہ جس شخص نے امام وقت (یعنی جس کو شیعہ امام مہدی کہتے ہیں اس) کی امامت پر اعتقاد نہ کیا اور دل سے معتقد نہ ہوا وہ جاہلیت کی موت مرے گا ان صاحبان سے کوئی پوچھے کہ اگر کوئی ان کی امامت کا معتقد ہوا تو کون سی علم کی شمع اس کی آنکھ کے سامنے روشن ہوگئی اور اگر معتقد نہ ہوا تو کونسا جہالت کا غبار اس کی چشم بصیرت کے سامنے آگیا بس نسبت سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی امامت میں آگئے ہیں اگر یہ ہے تو حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت کونسی کمی رکھتی تھی کہ باوجود اس کے کسی دوسرے کا دامن پکڑنے کی ضرورت پیش آگئی (ایضا)

[اگر حضرت کے نزدیک آپ کے بعد کسی نبی کا امکان ہوتا تو اس مقام پر مہدی کے مقابل اس کا ذکر کرتے اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے سے شیعہ پر رد کیا ہے]

۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

دراں زمانہ کہ جاہلیۃ کبری اگر آن را تواں خواند حضرت معدن العلوم سرور انبیاء ﷺ برانگیختند والحق دران زمانہ ہمچنیں یگانہ اقلیم عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ می بایست نہ آں سرور انبیاء بودے نہ گمراہاں آن زمانہ را ازان جہالہ بدر کشیدی چہ "ہر کارے ہر مردے" ایں چنیں جہالت کبری اگر مرتفع مے شود با چنیں علم وسیع مرتفع مے شود نہ بہر قدر کہ باشد پس ازاں ہر قدر کہ جہالت راہ مے یابد باندازہ اش عالمی رامیفر یسند و مردماں را بہدایتش کامیاب میفر مایند (قاسم

العلوم ص ۱۱۳)

ترجمہ: اُس زمانے میں کہ اُس کو سخت جاہلیت کا زمانہ کہا جا سکتا ہے حضرت معدن العلوم سرور انبیاء ﷺ کو مبعوث فرمایا اور حق یہ ہے کہ اُس زمانے میں دنیا کے یکتا کی (جنہوں نے فرمایا کہ) میں اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہوں (حدیث) امتیازی ضرورت تھی نہ وہ نبیوں کے سردار ہوتے نہ اس زمانے کے گمراہوں کو اس جہالت سے باہر نکالتے کیونکہ ہر کام کیلئے ایک مرد ہوتا ہے اگر اُس جیسی سخت جہالت دور ہو سکتی ہے تو اِسی جیسے وسیع علم کے ذریعے دور ہو سکتی ہے معمولی علم سے نہیں زمانہ نبوت کے بعد جسقدر کہ جہالت راہ پاتی ہے اُس کے اندازے کے مطابق کسی عالم کو کھڑا کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی ہدایت سے کامیاب کرتے ہیں (ایضا)

[اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کی افضلیت کا واضح الفاظ میں ذکر پایا جاتا ہے]

۲) <u>قاسم العلوم میں ایک مکتوب عصمت انبیاء پر ہے اس میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:</u>

ذات بابرکات حضرت خلاصہ موجودات سرور کائنات عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ اَفْضَلُ الصلوات و [illegible] التَّسْلِیْمَات از شائبہ شیطانی مبرا باشد ورنہ اتباع مطلق چگونہ صورت بندد (قاسم العلوم ص ۱۲۷) ترجمہ: حضرت خلاصہ موجودات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات کی ذات بابرکات شیطانی شائبہ سے بالکل پاک اور خالص ہو ورنہ بلا شرط آپ کی پیروی کس طرح ہو سکتی تھی (ایضاً)

[اس عبارت میں صاف کہہ دیا کہ امت کو نبی کریم ﷺ کی بلا شرط پیروی کا حکم ہے اور آپ کی اطاعت مطلقہ کا حکم بھی ختم نبوت کی دلیل ہے اس لئے کہ اگر آپ کے بعد کسی اور کو نبی مانا جائے تو اس کی پیروی بھی کرنی ہوگی جبکہ حکم آپ کی کامل پیروی کا ہی ہے]

۷) ایک مکتوب کے شروع میں لکھتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ (قاسم العلوم ص ۱۵۳)

[اس میں نبی کریم ﷺ کی خاتمیت رتبی کا ذکر کیا ہے]

۸) شیعہ پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نہ بینی کہ وقوع ایں چنیں امامة پس از رحلة حضرت خاتم النبیین ﷺ منقوض ہمیں وصف خاتمیة است چہ امام مصطلح شیعہ اگر غور کردہ شود مرادف نبی است نزد ایشاں وحی براو می آید ونسخ احکام سابقہ می فرماید و نبی زیادہ ازیں چہ می باشد (قاسم العلوم ص ۲۱۹) ترجمہ: دیکھتے نہیں کہ اِس جیسی امامت کا حضرت خاتم النبیین ﷺ کی رحلت کے بعد واقع ہونا اِسی وصف ختم نبوت کی وجہ سے ٹوٹ کر رہ گیا ہے کیونکہ شیعوں کا اصطلاحی امام اگر غور کیا جائے تو اُن کے نزدیک وہ نبی کے ہم معنی ہے اُس پر وحی آتی ہے اور پہلے احکام کو وہ منسوخ بھی کرسکتا ہے اور نبی میں اِس سے زیادہ کیا ہوتا ہے؟ (ایضاً)

[حضرتؒ کی اِس عبارت میں واضح طور پر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی بنتا ہے اس عبارت میں حضرت نے نہ صرف یہ کہ نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان کیا بلکہ اس کے ساتھ شیعہ پر رد بھی کر دیا ہے]

۹) ایک مکتوب کے آخر میں حضرتؒ فرماتے ہیں:

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ (قاسم العلوم ص ۳۷۲)

[یہاں حضرت نے نبی کریم ﷺ کی خاتمیت رتبی کا ذکر کیا ہے]

۱۰) ایک مکتوب میں فرماتے ہیں ۔

آرے تواتر دعوی نبوت محمد رسول اللہ ﷺ و اظہار معجزات وادعاء ختم نبوت بطور احتمال معنی دیگر نماند ایں ہمہ الواث پاک است (قاسم العلوم ص ۴۳۰) ترجمہ: ہاں نبوت محمدی کے دعوے کا تواتر اور معجزات اور ختم نبوت کے دعوے کا تواتر اس طریقے پر کہ کسی دوسرے معنی کا احتمال ہی نہ رہے ان تمام برائیوں سے پاک ہے

[اس مقام پر ختم نبوت سے ختم زمانی ہی مراد ہے کیونکہ متبادر یہی معنی مراد ہوتے ہیں اور ظاہر آیت سے خاتمیت زمانی ہی سمجھ آتی ہے جیسا کہ حضرت کی کتاب اجوبہ اربعین کے حوالے سے گزرا]

(۱۱) ایک مکتوب کے شروع میں حضرت ؒ فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ (قاسم العلوم ص ۵۴)

[اس میں نبی کریم ﷺ کی خاتمیت رتبی یعنی افضلیت کا ذکر ہے]

ہر قسم کی کتب دینیہ ملنے کا پتہ:- مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند یوپی

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

الحمد للہ کہ رسالہ مسمّٰی بہ

فیوض قاسمیہ

مصنفہ

حضرت مولٰنا مولوی محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہٗ

جسکو

مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے

اپنے

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے شائع کیا

﴿تعارف کتاب فیوض قاسمیہ﴾

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ مجموعہ حضرت نانوتویؒ کے کچھ کاتیب پر مشتمل ہے جو مختلف حضرات نے آپ سے دریافت کئے تھے بعض میں شیعہ حضرات کے اعتراضات کے جوابات ہیں اور کچھ اعتراضات وہ ہیں جو حضرات کی کتاب ہدیۃ الشیعہ پر اٹھائے گئے تھے ان کے جوابات دیے ہیں ایک مکتوب جمعہ کی تحقیق پر مشتمل ہے یزید کے ایمان اور عدم ایمان کی بحث نذر لغیر اللہ کی تحقیق علم غیب مختص ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہے سری و جہری قراءۃ کی حکمت بدعت وسنت کی تحقیق تصور شیخ کا مسئلہ اور نفس کی تحقیق وغیرہ پر مشتمل ہے۔ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۱)

﴿عبارات از فیوض قاسمیہ﴾

۱)　　مکتوب ششم متعلق بحکم جمعہ کے شروع میں فرماتے ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا خاتم النبیین محمد والہ واصحابہ وازواجہ اجمعین (فیوض قاسمیہ ص ۲۵)

[دیکھئے اس عبارت میں نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی کتنی واضح شہادت پائی جاتی ہے]

۲)　　مکتوب دہم متعلق بند ربتاں وغیرہ کی ابتدایوں کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین سید المرسلین محمد والہ واصحابہ اجمعین (فیوض قاسمیہ ص ۳۴)

[دیکھئے اس عبارت میں نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی کتنی واضح شہادت پائی جاتی ہے]

۳)　　مکتوب سیزدہم دربیان آنکہ کسے نیست کہ آنرا علم غیب باشد سوائے جناب باری تعالیٰ (ص ۴۷ سطر ۷)

ترجمہ:　　"تیرھواں مکتوب اس بارے میں کہ جناب باری تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جسے علم غیب حاصل ہو"۔

۴)　　ایک جگہ لکھتے ہیں:

مرشدوں کی نسبت یہ خیال غلط ہے کہ وہ ہردم ساتھ رہتے ہیں اور ہردم آگاہ رہتے ہیں یہ خدا ہی کی شان ہے۔ گہ و بیگاہ بطور خرق عادت بعض اکابر سے ایسے معاملات ظاہر ہوئے ہیں اُس سے جاہلوں کو یہ دھوکا پڑا ہے۔ تصور میں صورت کا خیال امر فضول ہے جیسے کسی کے تذکرہ کے وقت کسی کا خیال آتا ہے ایسا ہی تصور شیخ میں۔ مگر تصور کرو تو اپنے آپ کو اپنی جگہ اور شیخ کو اپنے وطن میں اور اِس کے ساتھ یہ خیال رہے کہ اُدھر سے (محض اللہ کے حکم سے۔ راقم) کچھ فیض آتا

ہے۔ اللہ الصمد اور بسم اللہ کو برائے چندے موقوف رکھو اور الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بہت مختصر ہے مگر رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر نہ سمجھنا چاہئے ورنہ اسلام کیا ہوگا کفر ہوگا بلکہ یوں سمجھئے یہ پیام فرشتے پہنچاتے ہیں والسلام (فیوض قاسمیہ ص ۴۹ سطر ۱۶ تا ۲۳)

[ان عبارتوں کو دینے کا مقصد یہ ہے کہ پتہ چل جائے کہ حضرت نے توحید، شان رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت سب پر کام کیا ہے ایک پہلو کی وجہ سے دوسرے سے غافل نہیں ہو گئے تھے اور انسان وہی کامیاب ہے جو پورے دین پر عمل کرے جو شخص کسی ایک پہلو میں کوتاہی کر لے وہ فتنے سے نہ بچ سکے گا]

۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

خداوند علیم تو عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اور بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم ہے پھر اُس کے ساتھ میں لا یضل و لا ینسی خود اپنی شان میں فرماتا ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ نہ بہکے نہ بھولے اس صورت میں غلطی ہو تو کیونکر ہو اور جناب سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات ہر چند بشر تھے پر خیر البشر خدا کے منظور نظر تھے خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل ان کو عنایت فرمایا تھا منجملہ کمالات علم جو اول درجہ کا کمال ہے اپنے ہی علم میں سے ان کو مرحمت کیا چنانچہ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی اس دعوی کیلئے دلیل کامل ہے اس صورت میں آپ کا علم خدا ہی کا علم ہوا اور آپ کا کہا وہ خدا ہی کا کہا نکلا باقی رہا کسی بات کا رہ جانا سو سورۃ نحل میں اس کلام اللہ کی شان میں تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ یعنی بیان کرنے والے ہر چیز کے اُدھر اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا بھی ان احکام دین کے باب میں آیا ہے یعنی پورا کیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا اور پوری کی اوپر تمہارے نعمت اپنی الخ] (فیوض قاسمیہ ص ۴۳)

[یہاں بھی حضرت نے شان رسالت کو توحید کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ باقی سورۃ النحل کی آیت تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ کی تفسیر کیلئے دیکھئے آیات ختم نبوت ص ۳۹۰ تا ۳۹۲]

ازافاضات حامی اساطین الموحدین ماحی اساطیر الملحدین حجۃ اللہ علی الخلائق
کاشف اسرار المعارف والحقائق مظہر کمالات السلف الصالحین وارث علوم
سید الانبیاء والمرسلین جامع الفیوض والبرکات قاسم العلوم والخیرات سیدنا مولٰنا
محمد قاسم انار اللہ برہانہ وافاض علی العالمین برہ واحسانہ

جسکو

(مولوی) سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے خاص اہتمام کیساتھ

اپنے

کتب خانۂ اعزازیہ دیوبند سے شائع کیا

﴿تعارف رسالہ تحفہ لحمیہ﴾

حضرت صوفی عبدالحمید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں حضرت نانوتویؒ نے ہنود کے اس رسم باطل کا رد لکھا ہے کہ جانوروں کا ذبح کرنا ظلم ہے اور ان کا گوشت کھانا تعدی ہے حضرت نانوتویؒ نے ثابت کیا ہے کہ حلال جانوروں کا گوشت کھانا اور ان کا ذبح کرنا بالکل فطرت کے مطابق ہے عقل سلیم بھی اس کو تسلیم کرتی ہے عقلی دلائل سے اس مسئلہ کو حضرت نے بین طور پر ثابت کر دیا ہے اگر ان کا گوشت کھانا ظلم ہے تو ان کی کھال کا جوتا پہننا اور ان کی ہڈیاں اور دیگر اجزاء کا استعمال کرنا اور ان سے سواری وغیرہ کی خدمت لینا کونسا انصاف ہے؟ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۳۸، ۳۹)

حضرت نانوتویؒ اس رسالہ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

بلکہ خدا کے جاہ و جلال اور جمال پر اگر نظر کریں اور اپنی بندگی اور عاجزی کو دیکھیں اور پھر تصور کریں کہ اس نے یہ نعمتیں ہمارے لئے بنائی ہیں تو قطع نظر اس کے کہ ان نعمتوں کا قبول نہ کرنا قلت محبت اور کثرت غرور و نخوت پر بمقابلہ خدا تعالیٰ کے دلالت کرتا ہے اور مضمون بندگی اور فرمانبرداری سے بہت بعید ہے اور قاعدۂ عشق و محبت سے کہیں دور۔ اندیشہ اس کا ہے کہیں مورد عتاب نہ ہو جائیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی بادشاہ کسی ادنیٰ سے نوکر کو کچھ مٹھائی یا روٹی وغیرہ عنایت کرے اور فرمائے کہ کھاؤ اور وہ بایں خیال کہ اگر کھاؤں گا تو یہ بادشاہ کی چیز ہے اس کی ہیئت بگڑ جائے گی، ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہو کر خراب ہو جائے گی اور پیٹ میں جا کر کچھ کا کچھ بن جائے گا انکار کر دے اور نہ کھائے اور غنیمت سمجھ کر سر و آنکھوں پر نہ دھرے بلکہ الٹا پھیر دے تو اس بادشاہ کو کیا اچھا معلوم ہوگا؟ (تحفہ لحمیہ ص ۸)

☆☆☆☆☆☆☆

﴿عبارت از رسالہ تحفہ لحمیہ﴾

اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں کو ہمارے لئے حلال کیا ہے ہندوستان کے ہندو گوشت کھانے کو ظلم کہہ کر اسلام پر اعتراض کرتے تھے حضرت نانوتویؒ نے ان کے جواب میں اپنا عجیب وغریب رسالہ لکھا جس کا نام ہے تحفہ لحمیہ۔ شاہجہانپور کے مباحثہ کیلئے جو کتاب حجۃ الاسلام لکھی تھی اس کے آخر میں بھی گوشت کھانے کی حلت کو عقلی دلائل سے ثابت کیا تھا۔ تحفہ لحمیہ کے آخر میں حضرت فرماتے ہیں:

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ (تحفہ لحمیہ ص۱۲)

[دیکھئے اس عبارت میں حضرت نے رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر آپ کو ساری کائنات سے افضل مانا ہے]

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب
الحمد للہ والمنۃ کہ مکتوبات عالم ربانی حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی مسمیٰ بہ
لطائف قاسمیہ
۱۳۲۶ھ
باردوم باہتمام احقر انام محمد عبد الاحد غفر لہ الصمد ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۶ ہجری
مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد
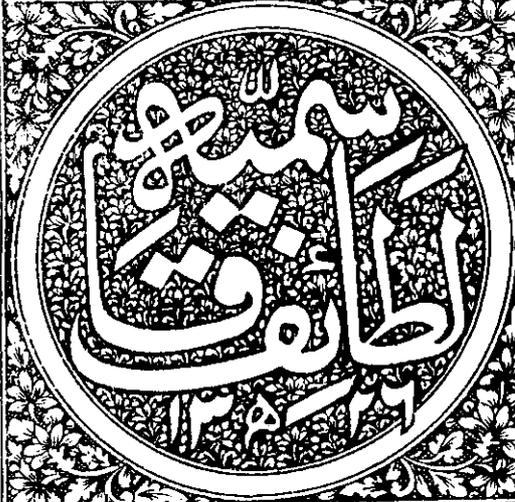
﴿تعارف کتاب لطائف قاسمیہ﴾

اس میں کئی مکاتیب ہیں ایک مکتوب میں حیات النبی ﷺ کو ثابت کیا گیا ہے دوسرے مکتوب میں تراویح کو عقلی دلائل اور نقلی براہین سے ثابت کیا گیا ہے اس سے اگلا مکتوب علم کی فضیلت کے بیان میں ہے پانچویں مکتوب میں رہن کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیا ہے چھٹا مکتوب مرزا عبد القادر بیگ کے نام ہے جس میں ان کو اپنی بیوہ چچی کے ساتھ احیاء سنت کی نیت سے نکاح کرنے پر مبارکباد دی ہے۔ ساتویں مکتوب میں رزق کی وسعت اور قرض کی ادائیگی کے لئے یہ وظیفہ بتایا کہ پانچ پانچ سو دفعہ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ پڑھا کریں اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف بھی پڑھ لیا کرو اور پڑھتے وقت یہ دھیان رکھو کہ میں اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں اور دل و زبان دونوں سے عرض مطلب کر رہا ہوں (لطائف قاسمیہ ص ۲۱) آٹھواں مکتوب ہوس دنیا کے علاج میں۔ اس میں حضرت لکھتے ہیں: ہر روز گھڑی آدھ گھڑی موت کے تصور میں گذار دیا کرو اور اس وقت اس قسم کا خیال رکھا کرو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جس قدر انبیاء ہوئے وہ سب مر گئے (۱) جس قدر بادشاہ اس زمانہ سے پہلے ہوئے وہ سب مر گئے (لطائف قاسمیہ ص ۲۱، ۲۲) نواں مکتوب حکم جمعہ کی تحقیق میں ہے اور یہ مکتوب فیوض قاسمیہ ص ۲۵ تا ۳۰ میں بھی مذکور ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ایضاح الادلۃ میں اس مکتوب کی حوالہ دیا ہے حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں:

اور اس آیت کے متعلق حضرت مولانا مولوی محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر ہے جس میں اس امر کو خوب ثابت کر دیا ہے کہ جمعہ کی کل شرائط آیت مذکورہ ہی سے مستفاد ہوتی ہیں اور سب شرائط کی طرف اسی آیت میں اشارہ ہے (ایضاح الادلۃ ص ۱۹۷ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

---

(۱) اس عبارت سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال نہ کیا جائے اس لئے کہ یہ کلام مجمل ہے حضرت نانوتویؒ نے تحذیر الناس ص ۴ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بالخصوص ذکر فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مانتے ہیں فوت شدہ مانتے تو نزول نہیں احیاء کا لفظ بولتے۔

﴿عبارات لطائف قاسمیہ﴾

۱) مکتوب نہم کے شروع میں فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ بعد حمد وصلوۃ بندۂ کمترین ہیچمداں بے سروسامان محمد قاسم الخ

[دیکھیں اس عبارت میں واضح طور پر نبی کریم ﷺ کے سید المرسلین ہونے کا ذکر ہے اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کی بھی شہادت موجود ہے]

۲) لطائف قاسمیہ کے شروع میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی غرق دریائے گناہم — تو میدانی وخود ہستی گواہم
گناہ بے عدد را بارِبستم — ہزاراں بارتوبہ ہا شکستم
حجاب مقصدم عصیان من شد — گناہم موجب حرمان من شد
باں رحمت کہ وقف عام کردی — جہاں را دعوت اسلام کردی
نمیدانم چرا محروم ماندم — رہین این چنیں مقسوم ماندم
گدا خود را ترا سلطان چو دیدم — بدرگاہ توائے رحمان دویدم
دلم از نقش باطل پاک فرما — براہ خود مرا چالاک فرما
بکش از اندرونم الفت غیر — بشواز من ہوائے کعبہ ودیر
درونم را از عشق خویشتن سوز — بتیر ورد خود جان ودلم دوز
دلم را محو یاد خویشتن گردان — مرا حسب مراد خویشتن گردان

اگر نا لائقم قدرت تو داری — کہ خار عیب از جانم برآری
گناہم را اگر دیدی نگر ہم — بعفو و فضل خود اے شاہ عالم
بسے بگذشتہ شاہانہ مرادم — بدرگاہت رسیدم ساز شادم
بچشم لطف ای حکم تو برسر — بحال قاسم بیچارہ بنگر (لطائف قاسمیہ ص۲)

حضرتؒ کے یہ اشعار قدرے اضافے کے ساتھ قصائد قاسمی میں بھی ہیں حضرت تھانویؒ نے مناجات مقبول کے آخر میں ان کو دیا ہے ان کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی مدح وثنا ہی نہیں کی بلکہ آپ کی دعوت کو پورا پورا مانا ہے نبی ﷺ نے استغفار کی ترغیب دی توحید کی طرف لوگوں کو بلایا۔ لطائف قاسمیہ کے شروع میں اللہ کو قاضی حاجات کہہ کر اللہ ہی کو حاجت روا مشکل کشا فریاد رس مانا ہے اور یہی توحید ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتایا کہ گناہوں کو بخشنا صرف اللہ کا کام ہے چنانچہ حضرت شداد بن اوسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے درج ذیل کلمات یقین کے ساتھ صبح کو پڑھ لئے اور اس کی وفات اسی دن ہوگئی تو وہ جنت میں جائے گا اور اگر شام کو پڑھ لئے اور اسی رات اس کی وفات ہوگئی تو جنت میں جائے گا۔

﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ﴾ (اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر ہوں جتنی میرے اندر طاقت ہے میں تیری پناہ میں آتا ہوں اپنے اعمال کے شر سے میں اقرار کرتا ہوں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا لہذا تو مجھے بخش دے اس لئے کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخشنے والا نہیں) (بخاری ج۲ ص۹۳۲)

[ان کلمات کے آخر میں تصریح ہے کہ اے اللہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ عَبْدًا اَذْنَبَ ذَنْبًا، فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهٗ : اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَکَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اِنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَکَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ لِیْ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَا شَاءَ (متفق علیہ مشکوۃ المصابیح ص ۲۰۴)

ایک شخص نے گناہ کیا تو کہا اے میرے رب میں نے گناہ کیا تو اسے بخش دے تو اللہ نے فرمایا کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا وہ بندہ رکا رہا پھر اس نے کوئی گناہ کیا کہا اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا تو اس کو بخش دے تو اللہ نے فرمایا کیا میرے بندے کو پتہ ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا وہ رکا رہا پھر اس سے کوئی گناہ ہو گیا اس نے کہا اے میرے رب میں نے ایک اور گناہ کر لیا تو مجھے بخش دے تو اللہ نے فرمایا کیا میرے بندے کو پتہ ہے کہ اس کو ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے میں نے اپنے بندے کی بخشش کر دی وہ جو چاہے کرے۔

نکتہ مہمہ:

استاد کی خوشی اور رضامندی اس میں کہ اس کی بات کو مانا جائے تاریخ کا استاد پڑھائے گا کہ پاکستان کا بانی قائد اعظم ہے۔ اگر امتحان میں یہ سوال آئے کہ پاکستان کا بانی کون؟ اور شاگرد بجائے قائد اعظم کا نام لینے کے لکھ دے کہ پاکستان کے بانی ہمارے استاد جی

ہیں تو استاد صاحب کبھی اس سے خوش نہ ہوں گے اسی طرح اگر سوال ہو کہ دو اور دو کتنے ہیں تو کوئی لڑکا اگر کہہ دے کہ

۲+۲=میرے استاد جی۔ تو استاد خوش نہ ہوگا اس طرح کوئی کہے کہ عالم الغیب ہمارے پیر صاحب ہیں تو تو سچا پیر اس سے ہرگز خوش نہ ہوگا بلکہ ایسے عقیدے سے بیزاری کا اظہار کرے گا یاد رکھئے کہ نبی کریم ﷺ کی خوشی اس میں کہ ہم کہیں علم غیب صرف اللہ ہی کی صفت ہے۔ گناہوں کو بخشنے والا صرف اللہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

فتویٰ متعلقہ
اجرت تعلیم

از حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

﴿تعارف فتوی متعلقہ اجرت تعلیم﴾

حضرت صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی بابت لکھتے ہیں:

جس میں حضرت نانوتویؒ نے دینی تعلیم پر اجرت لینے کے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر محققانہ طریق پر بحث کی ہے (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۳)

مولانا نورالحسن راشد اس تحریر کے بارے میں فرماتے ہیں:

پوری کی پوری پڑھنے کے لائق ہے اس تحریر سے خاص طور پر علوم عقلیہ (جس میں جدید سائنسی علوم بھی شامل کئے جاسکتے ہیں) کی تعلیم کے حوالہ سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے نیز اس تحریر میں شعر وشاعری سے دلچسپی اور اس کے مفید اور غیر مفید ہونے (کی) جامع مگر مختصر وضاحت فرمائی گئی ہے۔افادیت کے اور بھی کئی پہلو اس میں نظر آتے ہیں اس لئے یہ تحریر بطور خاص یہاں پیش کی جارہی ہے (قاسم العلوم ص ۶۵۹)

﴾عبارت از فتوی متعلقہ اجرت تعلیم﴿

مولانا کا یہ فتوی ایک سوال کے جواب میں ہے قاسم العلوم کے صفحہ ۶۶۰ میں پہلے وہ سوال دیا گیا ہے پھر اسی صفحہ ۶۶۰ تا ۶۶۷ میں اس کا جواب دیا ہوا ہے۔ سوال کے بعد لکھا ہے:

جواب مولانا محمد قاسم صاحبؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ (قاسم العلوم ص ۶۶۰)

[دیکھئے اس گمنام تحریر کے اندر بھی حضرت نانوتویؒ نے جناب نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کی تصریح کی ہے]

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں — وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں آپس میں مہربان ہیں۔

ہدیۃ الشیعہ

تصنیف لطیف

حجۃ اللہ حجۃ الاسلام، آیت من آیات اللہ، رئیس المتکلمین
استاذ الاساتذہ، منبع الحکمت و معدن العلوم
حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ
ضریحہ، و برد مضجعہ (بانی دار العلوم دیوبند)

بحمد اللہ باہتمام کتب خانہ حقانیہ گارڈن روڈ، پولیس ہیڈکوارٹر
کراچی ۳ (شائع ہوئی)

قیمت مجلد -/۵ روپے

﴿تعارف کتاب ہَدِیَّۃُ الشِّیْعَۃ﴾

مفسرقرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۱۲۸۳ھ میں شیعہ کے کچھ اعتراضات کے بارہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک خط حضرت نانوتویؒ کی طرف لکھا تھا کہ ان اعتراضات کے جوابات لکھ کر روانہ فرمائیں حضرت مولانا نانوتویؒ نے متفرق اوقات میں ان اعتراضات کے جوابات لکھ کر ماہ صفر ۱۲۸۴ھ یعنی چند ماہ میں اس کو مکمل کیا اور اس کا نام ''ھدیۃ الشیعۃ'' رکھا۔

اس کتاب میں شیعہ حضرات کے تمام اور مابہ الامتیاز مسائل کا ذکر آ گیا ہے خلافت، صحابہ کرامؓ کا ایمان ومقام، شیعوں کا عقیدہ وتقیہ، مباحث فدک، وراثت وغیرہ۔ حضرت نانوتویؒ نے قرآن کریم اور وہ احادیث جو اہل سنت والجماعت کی مسلمہ ہیں اور پھر ان روایات سے بھی جو مسلّم عند الشیعہ ہیں تمام اعتراضات کے ایسے مسکت جوابات دیے ہیں کہ ان کے جواب سے ان شاء اللہ شیعہ ہمیشہ عاجز رہیں گے......اور اس کتاب میں ضمناً ایسے عجیب وغریب علمی نکات بیان کئے گئے ہیں جن سے اہل علم کو ایقان واذعان نصیب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس عالم برحق کو دین قیم کے بارے میں کتنی عظیم سمجھ عطا فرمائی تھی یہ کتاب اس پر دلیل بین ہے۔ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۳،۴۴)

حضرت نانوتویؒ اس کتاب میں بہت سی نادر علمی ابحاث لائے ہیں مثلاً شیعہ کے عقیدہ بدا کا مدلل رد کیا، اور اِس بات کو ثابت کیا ہے کہ تینوں زمانے مجتمعۃً موجود ہیں فنا نہیں ہوئے (دیکھئے ہدیۃ الشیعہ ص ۱۲۷) اسی طرح لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ، وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ کی مفصل بحث کی ہے (دیکھئے ہدیۃ الشیعہ ص ۱۱۸ تا ۱۴۰)

مولانا نورالحسن راشد صاحب فرماتے ہیں:

شاہ صاحب [یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ راقم] نے اپنی کتابوں خصوصاً

حجۃ اللہ البالغہ میں کتب حدیث کی ایک خاص ترتیب وتقسیم فرمائی ہے جو ہند پاکستان کے دینی علمی حلقوں میں رائج اور معتمد علیہ ہے...... منجملہ ان افادات واضافات کے ایک نہایت اہم اضافہ اور قیمتی مدلل بحث وہ ہے جو قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی کتاب ھدیۃ الشیعہ میں (جو شیعہ مجتہدین کے ایک اعتراض کے جواب میں) فرمائی ہے مگر افسوس ہے کہ اس نہایت قیمتی بحث کی ویسی اشاعت اور استفادہ نہیں ہوا جو اس کا حق تھا .... حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور تربیت یافتہ مولانا عبید اللہ سندھی اس بحث کے نہایت مداح تھے مولانا سندھی نیز برصغیر کے ایک اور جلیل القدر نامور عالم حدیث، مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ کا قول ہے کہ یہ بحث کتب حدیث کی تحقیق وتنقید میں حضرت شاہ ولی اللہ کے اصولوں کی جامع ترین تشریح وتنقید ہے۔

ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے کتب حدیث کے اصول تنقید کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے بہتر کسی نے نہیں سمجھا (قاسم العلوم ص ۶۳۱)

کتب حدیث کے درجات کی یہ بحث ھدیۃ الشیعہ ص ۲۵۶ تا ص ۲۷۸ میں پائی جاتی ہے۔ مولانا نور الحسن راشد لکھتے ہیں: حضرات علماء کی توجہ اور تصریحات کا تقاضہ ہے کہ کتب حدیث کی ترتیب اور اصول تنقید کے مباحث میں حضرت مولانا نانوتویؒ کی ان افادات سے خاص استفادہ کیا جائے (قاسم العلوم ص ۶۳۳) واللہ الموفق۔ مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے یہ بھی فرمایا:

جن لوگوں نے مولانا کی تقریر درس حدیث میں سنی ہے وہ اس کے شاہد ہیں کہ واقعی مولانا اقوال ابی حنیفہ کی تقریر ایسی کرتے تھے جس کے بعد وہ بالکل حدیث کے موافق نظر آتے تھے حدیث کو قول ابی حنیفہ کے مطابق نہیں کرتے تھے کہ اس کا خلاف ادب ہونا ظاہر ہے بلکہ قول ابی حنیفہ کو حدیث کے مطابق کر دیا کرتے تھے (قاسم العلوم ص ۶۳۳)

[کتنی حیرت کی بات ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی حدیث کا اتنا ادب کرتا تھا اس کو بھی مرزائیوں نے ختم نبوت کا منکر کہہ دیا]

﴿عبارات از کتاب ھدیۃ الشیعۃ﴾

۱) شیعہ کا عقیدہ ہے کہ ان کا امام مہدی آئے گا تو احکام شریعت کو بدل دے گا اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور ہماری اس صلاح کے ماننے میں فقط ان کا یہی فائدہ نہیں کہ نصاری اور یہود سے جیت جائیں۔نہیں بلکہ لفظ ''خاتم النبیین'' جو سورۃ احزاب میں ہے اس پر بھی ایمان درست ہو جائے گا(۱)۔(ھدیۃ الشیعۃ ص ۳۷)

[اس عبارت میں حضرت نانوتویؒ نے عقیدۂ ختم نبوت کا ذکر کیا ہے]

۲) آگے لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ بات میسر نہیں آئی کہ خدا

---

(۱) حضرت نانوتویؒ کے زمانے میں قادیانی کا فتنہ نہ تھا مگر حضرت کی کتابوں میں اللہ کے فضل سے ایسے اصول ہیں جن میں شیعہ ہی نہیں مرزائیوں کی تردید کا بھی پورا پورا سامان موجود ہے قادیانی نے ایک جگہ لکھا تھا:

میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔مثلاً یہ الہام قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس (۲۳) برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے۔(اربعین نمبر۴ در روحانی خزائن ص ۴۳۵، ۴۳۶ ج ۱۷ بحوالہ رد قادیانیت کے زریں اصول ص ۱۸۲) [اس آیت میں امر کا صیغہ قل موجود ہے لیکن نہی کہاں ہے؟ قادیانی ذرا تلاش کر کے نشاندہی کریں تو اُن کے شکر گزار رہوں گے] قادیانی پر دو طرح رد یوں ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

نے دین کا مقدمہ ان کے سپرد کر دیا ہو بلکہ جو کچھ انہوں نے احکام مقرر کئے سب حسب فرمان خداوندی مقرر کئے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تو درکنار کلام اللہ سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ خود سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ اختیار نہ تھا (ھدیۃ الشیعۃ ص ۳۷)

[حضرت نے اس عبارت میں ایک تو اس قطعی اسلامی عقیدہ کو ذکر کیا کہ حلال وحرام کرنے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کو سب انبیاء سے اعلیٰ اور ان کا سردار بتایا]

۴) حضرت نانوتویؒ نے اس کتاب میں جا بجا نبی کریم ﷺ کو ساری کائنات کا سردار بتایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تحذیر الناس کی درج ذیل عبارت قادیانی کی اس بات کی پوری تردید کرتی ہے: ''اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی؟ سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدۂ محکم ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہئے اور بشہادت آیۃ ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ﴾ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی؟'' (تحذیر الناس طبع جدید ص ۵۲) دوسرے حضرت اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

اور (شیعہ) کہتے ہیں کہ جس شخص نے امام وقت (یعنی جس کو شیعہ امام مہدی کہتے ہیں اس) کی امامت پر اعتقاد نہ کیا اور دل سے معتقد نہ ہوا وہ جاہلیت کی موت مرے گا ان صاحبان سے کوئی پوچھے کہ اگر کوئی ان کی امامت کا معتقد ہوا تو کون سی علم کی شمع اس کی آنکھ کے سامنے روشن ہو گئی اور اگر معتقد نہ ہوا تو کونسا جہالت کا غبار اس کی چشم بصیرت کے سامنے آ گیا بس نسبت سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی امامت میں آ گئے ہیں اگر یہ ہے تو حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت کونسی کمی رکھتی تھی کہ باوجود اس کے کسی دوسرے کا دامن پکڑنے کی ضرورت پیش آ گئی (قاسم العلوم مع انوار النجوم ص ۱۰۹ تا ۱۱۱) اس عبارت سے مرزائیوں کا رد یوں ہے کہ نظر کی حفاظت کا حکم جب قرآن پاک میں موجود ہے تو قادیانی کا دامن پکڑنے کی کیا ضرورت رہی؟

کہیں فرماتے ہیں: جناب سرور کائنات ﷺ اور کہیں فرماتے ہیں: سید الابرار ﷺ کہیں فرماتے ہیں: سرور عالم ﷺ اور کہیں فرماتے ہیں: سرور مرسلین ﷺ کہیں فرماتے ہیں: سید الوریٰ محمد مصطفیٰ ﷺ (نمونے کیلئے دیکھئے ھدیۃ الشیعۃ ص ۴۷، ص ۱۷، ص ۳۷ نیز ص ۴۷۰، ص ۴۷۲)

۴) ایک جگہ لکھتے ہیں:

سو چونکہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی نبوت تو اور نبیوں کی نبوت سے بالاتر ہے تو اس امت کے صدیق اکبر کا رتبہ اپنی امت کے صدیقوں کے مرتبہ سے تو بڑھ کر ہی ہے اور امتوں کے صدیقوں کے مرتبہ سے بھی بالاتر ہوگا (ھدیۃ الشیعۃ ص ۵۴)

[اس جگہ حضرت نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کو سب سے اعلیٰ بتایا]

۵) چاروں خلفاء کی خلافت ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اور نیز یہ بھی اہل فہم وانصاف پر روشن ہوگیا کہ اُن کے زمانے میں اُن کے ہاتھوں سے جو کچھ دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اور اُس نے رواج پایا جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک کا نہ دینا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ کا منع کرنا اور تراویح کی تاکید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمعہ میں ایک اذان کا بڑھا دینا وہ سب منجملہ دین پسندیدہ اور مصداق مضمون اِرْتَضیٰ لَهُمْ ہے (ھدیۃ الشیعۃ ص ۶۹)

[خلافت راشدہ کے کاموں میں سرفہرست جھوٹے نبیوں کو کافر ماننا اور ان کو ماننے والوں کی سرکوبی ہے معلوم ہوا کہ ایسے مرتدین سے جہاد بھی پسندیدہ دین سے ہے]

۶) صدہا آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سواء جناب باری تعالیٰ کے کسی کو علم غیب نہیں (ھدیۃ الشیعۃ ص ۱۴۸) نیز فرماتے ہیں: ہمارا خدا عالم الغیب ہے ازل سے ابد تک سب اُس کے پیش نظر ہے۔ (ھدیۃ الشیعۃ ص ۲۳۷)

[علم غیب کے بارے میں یہ عقیدہ چونکہ نبی کریم ﷺ سے ہی ہمیں ملا ہے اس لئے اس عقیدے کا اظہار بھی نبی کریم ﷺ کی محبت کا حصہ ہے]

۷) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وعنہم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان کی خلافت میں البتہ بسبب وفات رسول اللہ ﷺ کے چار طرف سے شور ارتداد اٹھا بہت لوگ ادائے زکوۃ سے جو رکن اسلام ہے مانع آئے سو نہ ابو بکر صدیق ہوں نہ یہ فتنے دبیں ،ان کے برکات اور حسن انتظام اور خوبی خلافت کے باعث جو حضرت امیر کے آنکھوں میں کھبے ہوئے تھے اور شیعہ بھی جی میں تو مانتے ہی ہوں گے زبان سے کہیں یا نہ کہیں حضرت امیر رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے فساد اور فتنوں کو دیکھ دیکھ کر انہیں یاد کرتے ہیں اور تاسف کرتے ہیں اور ایسے زمانے میں ایسا شخص ہونا چاہئے تھا۔

اور کیوں نہ ہو؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ تھے کہ بعد وفات رسول اللہ ﷺ کے جب چار طرف سے مرتدین کا زور ہوا تو اکثر صحابہ گھبرا گئے یہاں تک کہ حضرت عمر جیسے جری اور ذی ہوش اور صاحب رائے کے ہوش بھی ٹھکانے نہ رہے۔ یہ انہیں کی ہمت بندھانے کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا ''اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ'' یعنی اے عمر کیا کفر کے زمانے میں یہ شوراشوری تھی اور اسلام میں یوں بول گئے۔ القصہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ ایسے میں اگر لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نہ بھیجا جائے تو مناسب معلوم ہوتا ہے مبادا مدینہ منورہ لشکر مجاہدین سے خالی ہو جائے اور دشمن تاخت کر بیٹھیں لیکن آفرین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور استقامت پر کہ باوجود ان ہنگاموں کے ہرگز نہ گھبرائے اور یہ فرمایا کہ جس لشکر کی تیاری خود سرور کائنات ﷺ کر گئے ہوں یہ نہیں ہوسکتا کہ اُس کو روانہ نہ کروں اور ایسے ہی مرتدین کے قتال میں جو لشکر کے بھیجنے کا ارادہ فرمایا اور اکثر صحابہ کی رائے اِس باب میں اُن کی رائے کے مخالف ہوئی تو ایسا کچھ فرمایا کہ اگر کوئی نہ جائے گا تو میں تنِ تنہا جا کر لڑوں گا اور اسی طرح زکوۃ سے انکار کرنے والوں کے قتال کے باب میں جب حضرت عمر نے یہ شبہ کیا کہ وہ کلمہ گو ہیں تو ارشاد فرمایا کہ جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا نماز کو فرض کہے گا اور اسے فرض نہ سمجھے گا میں اس سے بے تامل لڑوں گا واللہ اگر رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک بکری کا

بچہ لوگ زکوۃ میں دیتے ہوں گے اور اب نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد میں دریغ نہ کروں گا ۔الحاصل یہ انہیں کی شجاعت اور فہم وفراست تھی جو یہ رائے صائب سوجھی اور دین کو تھاما۔ ورنہ دین میں وہ فتور پڑے تھے کہ خدا ہی حافظ تھا۔(ھدیۃ الشیعۃ ص ۱۵۳،۱۵۴)

[صدیق اکبر کی محبت بھی تو نبی کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے نیز خط کشیدہ الفاظ سے نبی کریم ﷺ کی عظمت کو بیان کیا ہے]

۸) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور خود خلف الرشید حضرت امیر رضی اللہ عنہ، سید الشہداء، شہید کربلاء رضی اللہ عنہ جان نازنین کو نثار راہ خدا کر گئے اگر تقیہ سنت حضرت علی بلکہ فرض خداوندی تھا تو اس سے زیادہ اور کونسا موقع تقیہ کا ہوگا کہ تیس ہزار فوج جرار برسر کارزار، زن وفرزند ہمراہ، ننگ وناموس کا اندیشہ، نہ کھانا نہ دانا نہ پانی کا سامان، نہ آڑ کیلئے کوئی مکان اور اُس طرف سے فقط اتنی طلبگاری کہ بیعت یزید قبول کرلو پھر جہاں جی چاہے چل دو، بڑے حیف کی بات ہے کہ جان ومال سب برباد ہو گئے زن وفرزند پر جو کچھ گزری سب جانتے ہیں پھر تسپر خاتمہ ہوا تو یوں ہوا کہ فرض مفترض معمول بہ اہل بیت پر عمل نہ کیا۔ بے گناہوں کو مفت کے مظلمہ میں گرفتار کیا۔ اُن کا وبال نعوذ باللہ اپنی گردن پر لیا نعوذ باللہ اگر یہی تقیہ ہے تو ہم جانتے ہیں کہ یہ دوست بدتر از ہزار دشمن بہ نسبت حضرت امام الشہداء نعوذ باللہ عقیدہ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ رکھتے ہیں، واللہ کہ ان الفاظ کے کہتے ہوئے جی ڈرتا ہے مگر خداوند عالم الغیب والشہادۃ خوب جانتا ہے کہ میں تقیہ سے نہیں کہتا کہ یہ سب ردوکد بدولت حضرات مدعیان دروغ فرقہ مسمی بشیعہ کے ہے ورنہ یہ خاکپائے غلامان اہل بیت ان حضرات کو اکابر اولیاء اللہ اور عمدۂ صدیقین اور افسر مخلصین اور خلاصہ محسنین اور زبدۂ متقین اور سر حلقہ محبوبین سمجھتا ہے(ھدیۃ الشیعۃ ص ۱۶۳)

[یہاں ایک تو اس میں یہ بتایا کہ حضرت حسین کے سچے محب اہل سنت ہیں شیعہ نہیں دوسرے یہ کہ نجات کیلئے اہل بیت کی عزت اور ان سے سچی محبت بھی ضروری ہے تیسرے اس میں اللہ ہی کو عالم

الغیب کہا گیا ہے اور یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے]

۹) [حضرت ابراہیم علیہ السلام کا] یوں کہنا کہ بڑے نے کیا ہے یہ جھوٹ کیا سچ سے زیادہ اصلی مطلب پر دلالت کرتا ہے سب جانتے ہیں کہ یہ جواب کیا تھا ایک چڑانا تھا ایسے میں تو ان کو غصہ آتا تب آیا اور حقیقت میں چھپاتے تو دین کو اس وقت چھپاتے سو چھپانا تو در کنار حضرت نے اول تو ان کو چڑایا اور پھر کیا کیا سوال جواب کئے کہ رستم کا حوصلہ نہیں جو ایسے وقت میں ایسی بات کہے (ھدیۃ الشیعۃ ص ۱۷۷)

[اس عبارت کو لانے کا ایک تو مقصد یہ بتانا ہے کہ مولانا نانوتویؒ سب انبیاء کی عظمت کے قائل تھے اور سب کے دفاع کا اپنی زندگی کا مشن بنایا ہوا تھا، دوسرے یہ کہ تصفیۃ العقائد کی درج ذیل عبارت کی اس سے وضاحت ہوتی ہے: پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضرور نہیں اگر چہ ہمارے پیغمبر ﷺ سب ہی سے محفوظ رہے۔ خط کشیدہ عبارت سے پتہ چلتا کہ یہاں وہ کذب مراد ہے جو سچ سے زیادہ مطلب پر دلالت کرتا ہو]

۱۰) اہل السنۃ کی نشانی یہ ہے کہ وہ صحابہ اور اہل بیت دونوں سے محبت رکھتے ہیں اس کو سمجھاتے ہوئے فرمایا:

اہل بیت رسول اکرم ﷺ تو ہمارے حق میں چشم و چراغ ہیں ہمارے نزدیک اعتقاد اصحاب اور حب اہل بیت دونوں کے دونوں ایمان کے لئے بمنزلہ دو پر کے ہیں دونوں ہی سے کام چلے ہے۔ جیسے ایک پر سے طائر بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی نہیں اڑ سکتا ایسے ہی ایمان بھی بے ان دو پروں کے سہارے کے موجب فوز مقصود (جس کی طرف اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یا فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا وغیرہ میں اشارہ ہے) نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا ایمان ایسا ہی ایمان ہے جس کا آیت لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا میں بیان ہے ہاں اگر ہم قدم بقدم حضرات شیعہ ہوتے تو جیسے انہوں نے موافق مثل مشہور غیروں کی بدشگنی کیلئے اپنی ناک کاٹ لی سنیوں کی ضد میں

اصحاب کرام کو برا کہہ کے اپنے ایمان کا زیاں کیا ہم بھی شیعوں کی ضد میں نعوذ باللہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو برا کہہ کر مثل خوارج ونواصب اپنے ایمان کو خراب کرتے لیکن ہم کو تو پابندی عقل ونقل سے ناچاری ہے شیعہ تو نہیں کہ مثل شتر بے مہار پراگندہ رفتار جائیں۔

راہ کی بات تو یہ ہے کہ ہم کو دونوں فریق بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں کس کو پھوڑیں؟ جس کو پھوڑیں اپنا ہی نقصان ہے۔(ھدیۃ الشیعۃ ص ۲۲۴)

[حق جماعت کے چار اصول ہیں: نمبر ۱: اللہ پاک کی محبت نمبر ۲: رسول اللہ ﷺ کی محبت نمبر ۳: قرآن پاک نمبر ۴: حدیث شریف۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے آنحضرت ﷺ کے صحابہ اور اہل بیت سے محبت رکھنا (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے آیات ختم نبوت ۲۷۸ تا ۲۸۰) حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ اور اہل بیت ہمارے لئے دو آنکھوں کی طرح ہیں]

۱۱) شان رسالت کر بیان کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں:

شان نبوت بہت رفیع ہے اور پھر نبوت بھی کس کی نبوت (ھدیۃ الشیعۃ ص ۳۲۱)

[اس میں شان نبوت کی رفعت کا ذکر کیا اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کو زیادہ رفیع بتایا]

۱۲) ایک جگہ فرماتے ہیں:

حیات النبی ﷺ، روضہ مبارکہ میں زندہ (ھدیۃ الشیعۃ ص ۳۲۱) نیز فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء بالیقین قبر میں زندہ ہیں (ھدیۃ الشیعۃ ص ۳۶۰) نیز فرماتے ہیں: انبیاء اپنی قبور میں زندہ موجود ہیں (ھدیۃ الشیعۃ ص ۴۲۷)

[نبی کریم ﷺ کی محبت کا ایک تقاضا ہے کہ آپ کے فضائل کو مانا جائے آپ کے فضائل میں سے ایک قبر مبارک میں زندہ ہونا بھی ہے حضرت نانوتویؒ نے یہاں اسی کا ذکر کیا ہے]

۱۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ہی کلام اللہ اور کلام اللہ کے دقائق کو نہ سمجھیں تو پھر کون سمجھے؟..........

یہاں تو یہ صورت ہے کہ اگر اجتہاد بھی ہو تب بھی یہ امر ممکن نہیں کہ آپ غلطی کریں اور پھر متنبہ نہ

ہوئے ہوں (حدیۃ الشیعۃ ص ۳۹۰)

[اس مقام پر ایک تو نبی کریم ﷺ کو قرآن کا سب سے بڑا عالم مانا دوسرے آپ کو معصوم مانا]

۱۴) ایک مقام پر فرماتے ہیں:

خود سرور کائنات عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَات کو جناب باری تعالیٰ یوں فرماتے ہیں وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ یعنی یاد کر اپنے رب کو جب بھول جایا کرے ۔اس سے صاف امکان نسیان بہ نسبت پیغمبر آخر الزمان ﷺ ثابت ہے بلکہ شان نزول اُس کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کفار سے ایک بات کا وعدہ کیا کہ کل بتاؤں گا اتفاق سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے اس پر خدا کی طرف سے یہ نصیحت ہوئی (حدیۃ الشیعۃ ص ۴۷۰) ایک اور مقام پر نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں پیغمبر آخر الزمان ﷺ (حدیۃ الشیعۃ ص ۴۷۵)

[ان عبارت میں واضح طور پر نبی کریم ﷺ کے سب سے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کا ذکر ہے]

۱۵) نیز حضرت لکھتے ہیں:

ایک جگہ علاوہ پیغمبر ﷺ کے اوروں کو فرماتے ہیں: وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا [بنی اسرائیل:۸۵] یعنی نہیں دیئے گئے تم علم سے مگر تھوڑا۔ اور پیغمبر خدا ﷺ کے مستثنیٰ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ قُلِ الرُّوْحُ جو اس سے پہلے ہے اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ بمنزلہ قاصد اس خطاب کے اور اس فرمان کے پہنچانے والے ہیں داخل زمرۂ مخاطبین نہیں ہیں اور بایں ہمہ ہم یہ کب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی قرآن کے دقائق کو خدا کے برابر سمجھتے ہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اوروں سے سب سے زیادہ سمجھتے ہیں (حدیۃ الشیعۃ ص ۴۷۳)

[اس میں بتایا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ سے باقیوں سے زیادہ علم عطا فرمایا مگر علم غیب یا علم کلی وہ صرف اللہ کے پاس ہے جیسا کہ پہلے حضرت کے حوالے سے بھی گزرا ہے]

إنما أنا قاسم والله يعطي

[illegible]

اسرار الطہارۃ

از افاضات مبارکہ

حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب

بانی دار العلوم نور اللہ مرقدہٗ

(باہتمام مالکان مطبع)

(جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب و مولانا قاری محمد طاہر صاحب)

در مطبع قاسمی واقع دیوبند طبع گردید

﴿تعارف رسالہ اسرار الطہارۃ﴾

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ بھی مختصر رسالہ ہے اور اس کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے حضرت نانوتویؒ کی تحریرات سے حاصل کر کے ان سے مرتب کیا ہے اس میں طہارۃ کے اسرار و حکم اور عجیب و غریب نکات بیان کئے گئے ہیں قہقہہ اور خروج ریح کیسے ناقض وضو ہوتے ہیں اس کی حیرت انگیز تشریح بیان فرمائی ہے اور ایسے حکیمانہ افکار بیان کئے ہیں جن میں حضرت منفرد معلوم ہوتے ہیں (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۳)

﴿عبارات از رسالہ ''اسرار الطہارۃ''﴾

مولانا نور الحسن راشد فرماتے ہیں

رسالہ ''اسرار الطہارۃ'' کب چھپا اس کی صراحت نہیں ملی، اس کے جو نسخے میری نظر سے گزرے ہیں وہ سب ایک ہی طباعت کے ہیں اور غالباً اس وقت یہی پہلی اور آخری طباعت ہے (قاسم العلوم ص ۴۴۷ موصوف نے قاسم العلوم کے صفحہ ۵۰۶ میں اسرار الطہارۃ کی اس طبع کے ٹائیٹل کا عکس بھی دیا ہے۔ موصوف نے حضرت نانوتویؒ کے اس سلسلہ میں کچھ مکتوبات کا عکس اپنی کتاب میں شائع کیا ہے۔ راقم الحروف نے اس رسالہ۔ کے ٹائیٹل کا عکس بھی قاسم العلوم سے لیا ہے اور عبارات بھی اسی سے نقل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو ہم سب کی طرف سے بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

۱) حضرت نانوتویؒ ایک مکتوب کے شروع میں لکھتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ (قاسم العلوم ص ۴۵۱)

[دیکھیں اس عبارت میں واضح طور پر نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کی شہادت ہے]

۲) ایک پادری نے طہارت کے مسائل پر اعتراض کئے تھے اس کا اصولی جواب دے کر موجودہ عیسائیت کا بطلان اور ملت محمدیہ کی حقانیت ثابت کرتے ہوئے حضرتؒ فرماتے ہیں:

بعد حمد و صلوۃ یہ گزارش ہے کہ اور مذہبوں والے جب اہل اسلام کے عقائد [جن میں عقیدۂ ختم نبوت بھی شامل ہے۔ راقم] میں مجال دم زدن نہیں پاتے تو اُن کے اعتراضوں کے مقابلہ میں جو وہ اوروں کے عقائد پر کرتے ہیں اہل اسلام کے فروع اور مسائل پر اعتراض کرتے ہیں (۱)

---

(۱) یعنی اہل اسلام دوسروں کے عقائد پر اعتراض کر کے ان کے مذہب کا بطلان ثابت کرتے ہیں اور دوسروں سے اسلام کے عقائد پر اعتراض نہیں ہوتا تو اسلام کے مسائل پر اعتراض کرتے ہیں۔

حالانکہ اہل عقل کے نزدیک بعد ثبوت عقائد و درستی اصولِ اعمال کی وجہ سے باز پرس کرنی ایسے ہے جیسے بعد اس بات کے معلوم ہو جانے کے۔ کہ ملکہ بادشاہِ ہند ہے اور کلکٹر اس کا مقرر کیا ہوا حاکم۔ قانون سرکاری اور احکام سرکاری میں جو بواسطہ کلکٹر وغیرہ نافذ اور جاری ہوتے ہیں تکرار کیجئے اور ان کے اوپر اعتراض کیجئے جیسے اس قسم کا شخص لائق جواب تو کیا ہوتا الٹا قابل مواخذہ ہوتا ہے ایسے ہی وہ شخص جو فروع پر اعتراض کرے لائق جواب تو کیا الٹا لائق عتاب خداوندی ہے (۱)

القصہ! حکام کی بات میں جیسے چوں چرا مناسب نہیں ہوتی۔ بے دلیل ان کے احکام کا ماننا لازم ہوتا ہے اس سے بڑھ کر خدا کے احکام میں چوں چرا نا مناسب ہے بے دلیل تسلیم کرنا واجب ہے ہاں جیسے حکام کو بوجہ مراعات عدل تنفیذ احکام اور تجویز قوانین میں وجوہ اور حکمتوں کا لحاظ ہوتا ہے گو بوجہ حکومت اس کی ضرورت کچھ نہ ہو ایسے ہی خدائے تعالیٰ کے احکام میں بہ لحاظ عدل حکمتیں اور وجہیں ہوتی ہیں بوجہ حکومت اس کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی مگر ہر چہ بادا باد استفسار دلائل و وجوہ احکام بنظر تسلیم سخت گستاخی ہے۔ مگر ہم بپاس ملت محمدی ﷺ اس پر بھی پادری صاحب کے ان چار اعتراضوں کے جواب جو انہوں نے بعض احکام وضو پر وارد کئے ہیں لکھے دیتے ہیں مگر اول پادری صاحب سے یہ التماس ہے کہ آپ اول تثلیث اور کفارہ کی وجہ بتلایئے (۲) جو آپ کے دین کی اصل اصول ہیں۔

---

(۱) مذہب کی بنیاد عقائد پر ہوتی ہے اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے عقائد ہی سرے سے باطل ہیں اس لئے ان کے اعمال بھی قابل قبول نہیں جبکہ اسلام کے عقائد کی حقانیت عقل کی رو سے حضرت نانوتویؒ ثابت کرتے رہتے تھے۔ اور دوسروں کو حضرت کے دلائل پر اعتراض کی جرات نہ ہوتی تھی۔ تو جب عقائد ثابت ہو گئے مذہب اسلام سچا ہوا تو مسائل پر اعتراض کرنا اپنی ہلاکت ہے۔

(۲) یعنی ہم اسلام کے مسائل کو بھی ثابت کرتے ہیں پادری صاحب اپنے مذہب کے بنیادی عقائد بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ تو اسلام کے مسائل پر کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں؟

تماشا ہے کہ پادری صاحب ایسے نامعقول عقیدے تو تسلیم کیے بیٹھے ہیں کہ جن کو نہ عقل مانے نہ نقل سے ثبوت ہو نہ انجیل میں پتہ ہو نہ توریت میں ذکر ہو۔ نہ پہلے کسی نبی نے ان کی طرف ہدایت فرمائی نہ کوئی کتاب اس کی تائید میں آئی جس کی وجہ سے یہ کہنا لازم آتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام سے پہلے جتنے نبی یا ولی یا صلحاء یا شہداء ہوئے سب دولت ایمان سے بے بہرہ رہے عوام تو عوام پادری صاحب آپ کس منہ سے اہل اسلام پر اعتراض کرتے ہیں تین خداؤں کو ایک کہو اور ایک کو تین کہو ایسی محال بات کو مان کر بھی آپ کو ہوسِ اعتراض اہل اسلام پر ہے۔ یہ وہ غلط عقیدہ ہے کہ بت پرستان جاہل بھی اس کو سن کر کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اول تو کوئی بت پرست خدا کو متعدد نہیں کہتا نہ عرب کے جاہل مشرک نہ ہندوستان کے بیوقوف صورت پرست۔ سب کے سب پیدا کرنے والا ایک ہی کو سمجھتے ہیں گو کسی اور سے اوروں کی بھی عبادت کرتے ہوں دوسرے اس پر طرہ یہ ہے کہ ایک اور محال بھی سر دھرے یعنی تین خداؤں کو پھر ایک کہیے اور وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کو اکٹھا کر دیجیے۔

رہا کفارہ اس کے یہ معنی ہوئے کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ گناہ کریں امتی پکڑے جائیں حضرت عیسی علیہ السلام۔ جو خدا بھی خدا کے بیٹے بھی اس علو شان پر تین دن دوزخ میں رہنے سے تو یہی بہتر تھا کہ بندہ رہتے کہ خدا اور خدا کا بیٹا نہ بنتے باایں ہمہ تثلیث کا تو کہیں پتہ ہی نہیں انجیل میں ہوتا تو ہوتا اس میں بھی نہیں تو پھر کہاں ہو۔ رہا کفارہ اس میں سے اتنی بات تو اس انجیل محرف سے نکلتی ہے کہ تین دن کے بعد قبر میں نعش کا پتہ نہ ملا کہنے والے تو کہہ سکتے ہیں کہ کسی نے نعش نکال لی ہوگی باقی اور کچھ ہی نصرانیوں کا ایجاد بندہ ہے پادری صاحب آپ اول اس کا جواب عنایت فرماویں اور پھر ہمارے جوابات ملاحظہ فرماویں۔ (قاسم العلوم ص ۴۵۱ تا ۴۵۳)

[دیکھا آپ نے حضرت نانوتویؒ نے کس طرح مدلل طریقے سے عیسائیت کو باطل کیا ہے جب عیسائیت باطل ہوئی اور اسلام کی حقانیت ثابت ہوئی تو نبی کریم ﷺ کا سچا ہونا آپ کا آخری نبی ہونا اور نجات کا آپ کی اتباع میں منحصر ہونا خود بخود لازم آ گیا خط کشیدہ الفاظ بتاتے ہیں کہ

حضرت احکام خداوندی کے بارے میں حکمتیں پوچھنے کو جائز نہ مانتے تھے ہاں لوگوں کے شکوک دور کرنے کیلئے ان کو بیان کیا کرتے تھے۔]

(۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

محبت غیر اللہ کس قدر ناپاک چیز ہے شرک میں اور کیا ہوتا ہے یہی محبت غیر ہی تو ہوتی ہے (قاسم العلوم ص ۴۵۷)

[نبی کریم ﷺ کی محبت کا اہم تقاضا یہ ہے کہ آپ کی کامل تصدیق کی جائے شرک سے کامل اجتناب کیا جائے شرک کی سب سے خطرناک قسم اللہ کی محبت میں غیر کو شریک کرنا ہے جس کا حضرت نے اس مقام پر ذکر کیا ہے۔ الغرض ایسے مضامین کو لکھنا نبی کریم ﷺ کی محبت اور آپ پر ایمان رکھنے کی وجہ سے ہے]

(۴) ایک اور جگہ لکھتے ہیں

صاحبو! دین اسلام پر جو اعتراض ابناء روزگار کے خیال میں آتے ہیں تو بوجہ قصور فہم خیال میں آتے ہیں اور اس لئے مجیب کو یہ دقت پیش آتی ہے کہ قرار واقعی بیان کیجئے تو معترضوں میں مادۂ عقل نہیں اور بات کو الجھے چھوڑ دیجئے تو کام نہیں چلتا مگر بناچاری کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑتا ہے (قاسم العلوم ص ۴۵۹)

[اس سے اندازکریں کہ حضرت کو دین اسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح شرح صدر عطا فرمایا تھا اور دین میں اسی کو شرح صدر ہوگا جو نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانتا ہو]

(۵) آگے فرماتے ہیں:

علوم شرعیہ اگر اتنے آسان ہوتے جیسے اور علوم تو خداوند عالم ہماری ہی عقل پر چھوڑ دیتا اور اپنی طرف سے معلم یعنی انبیاء کرام کو نہ بھیجتا یہ علوم کچھ دقیق ہی تھے تو یہ انتظام ہوا اور اس دقت ہی کی وجہ سے تو اس علم کا نام منقول ہوا معقول نہ ہوا اور نہ یہ مطلب نہیں کہ علوم نقلیہ سے عقل کو سروکار نہیں (قاسم العلوم ص ۴۵۹،۴۶۰)

[حضرت نے اس عبارت میں علوم شرعیہ کو سب علوم سے اہم اور سب سے مشکل بتایا وہ اس طرح کہ دیگر علوم تو انسانی عقل سے حاصل ہوتے ہیں سائنس کے اندر انسان اپنی عقل سے روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر علوم شرعیہ کی بنیاد انبیاء کی تعلیمات ہی ہیں۔ چونکہ پہلے انبیاء کی تعلیمات ہمیں صحیح سند سے نہ ملیں اس لئے بھی اب نجات صرف حضرت محمد ﷺ کی اتباع میں ہے]

۶) نیز لکھتے ہیں:

شرک کی کل دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ منصب حکومتِ احکم الحاکمین میں کسی دوسرے کو شریک سمجھے یعنی احیاء و اماتت پیدا کرنے اور ناپید کر دینے وغیرہ میں جو تصرفات خاصہ خداوندی میں سے ہیں کسی دوسرے کو شریک سمجھے دوسرے یہ کہ کمال و جمال وغیرہ امور میں جو مبناء محبوبیت ہیں کسی دوسرے کو ہمتاءِ ذات یکتا وحدہ لاشریک لہ اعتقاد کرے باقی رہا علم غیب وہ بحیثیت کمال تو دوسری قسم میں داخل ہے اور بایں نظر کہ حکم سے پہلے ارادہ اور ارادہ سے پہلے علم کی ضرورت ہے وہ مبادی حکومت میں سے ہے۔ (قاسم العلوم ص ۴۶۲)

[حضرت نے اس عبارت میں اول شرک کی دو قسمیں کی ہیں پھر یہ بتایا ہے کہ غیر اللہ کیلئے علم غیب کا اعتقاد ایک حیثیت سے شرک کی پہلی قسم میں داخل ہے اور دوسری ناحیت سے شرک کی پہلی قسم میں۔ اور ظاہر ہے کہ توحید کے ایسے نکات کا ذکر اور وہ بھی احکام طہارت کی حکمتوں کے ضمن میں نبی کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے]

۷) ایک جگہ فرماتے ہیں:

اطاعت بوجہ حکومت کیسی ہی اخلاص سے کیوں نہ ہو پھر بوجہ مجبوری ہے اخلاص حکومت اس سے زیادہ اور کیا ہے کہ حاکم کو دل سے حاکم سمجھے اور بایں نظر کہ خداوندِ عالم عَالِمُ الْغَیْب ہے نفاق کو دل سے دور کر دے مگر ہر چہ بادا باد بناء تابعداری مجبوری اور لاچاری پر ہوگی اور وہ اطاعت جو بوجہ محبت ہو اس میں ہرگز وہم جبر و تعدی اور گمان ناچاری نہیں ہوتا وہاں جو کچھ ہوتا ہے تہہ دل سے ہوتا ہے۔ غرض وہ بندگی جو بوجہ محبت ہو وہ اول درجہ میں ہے اس لئے وہ شرک جس

میں محبوبیت خاصہ خداوندی میں دوسروں کو شریک کیا جائے اعلیٰ درجہ کا شرک ہوگا اور اس کی ناپاکی اول مرتبہ کی ناپاکی ہوگی۔ (صفحہ ۴۶۲)

اگر اخلاص کے ساتھ اللہ کے ڈر سے اس کی بندگی کی جائے تو بھی قابل قبول ہے مگر اعلیٰ درجہ کی بندگی یہ ہے کہ اللہ کی محبت کی وجہ سے کی جائے۔ تو جیسے اعلیٰ درجہ کی بندگی محبت کی وجہ سے ہے اسی طرح اعلیٰ درجہ کا شرک یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں غیر کو شریک کیا جائے

حضرت شیخ الہند ارشاد باری يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی صرف اقوال وافعال جزئیہ ہی میں ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے بلکہ محبت قلبی جو کہ صدور اعمال کی اصل ہے اس تک شرک اور مساوات کی نوبت پہنچا رکھی ہے جو شرک کا اعلیٰ درجہ ہے اور شرک فی الاعمال اس کا تابع (تفسیر عثمانی ص ۱۳۱ ف ۳)

اور ارشاد باری وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کے تحت لکھتے ہیں:

مشرکین کو جو اپنے معبودوں سے محبت ہے مومنین کو اپنے اللہ سے اس سے بھی بہت زیادہ اور مستحکم محبت ہے کیونکہ مصائب دنیا میں مشرکین کی محبت بسا اوقات زائل ہو جاتی ہے اور عذاب آخرت دیکھ کر تو بالکل ہی تبری اور بیزاری ظاہر کریں گے جیسا کہ اگلی آیت میں آتا ہے بخلاف مومنین کے کہ اُن کی محبت اپنے اللہ کے ساتھ ہر ایک رنج وراحت مرض وصحت دنیا وآخرت میں برابر باقی اور پائیدار رہنے والی ہے اور نیز اہل ایمان کو جو اللہ سے محبت ہے وہ اس محبت سے بہت زیادہ ہے جو محبت اہل ایمان کو ماسوی اللہ یعنی انبیاء واولیاء وملائکہ وعباد یا علماء یا اپنے آباؤ اجداد اور اولاد و مال وغیرہ سے رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو اس کی عظمت شان کے موافق بالاصالہ اور بالاستقلال محبت رکھتے ہیں اور اوروں سے بالواسطہ اور حق تعالیٰ کے حکم کے موافق ہر ایک کے اندازہ کے مطابق محبت رکھتے ہیں۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

خدا اور غیر خدا کو محبت میں برابر کر دینا خواہ وہ کوئی ہو مشرکین کا کام ہے (تفسیر عثمانی ص ۱۳۱ ف ۴)

۸) اس کے بعد لکھتے ہیں:

اور یہ بھی مسلم ہے کہ کمال ہو یا جمال وہ سب عطاءِ خدا ہے اور پھر وہ عطا بھی از قسم داد و دہش روپیہ و فلوس نہیں یعنی یہ نہیں کہ جیسے یہ چیزیں بعد عطاء معطی کے قبضہ سے نکل جاتی ہیں اور معطیٰ لہٗ کے قبضہ و تصرف میں چلی جاتی ہیں کمال و جمالِ خداوندی بھی بعد عطاء، خدا میں نہ رہے اوروں میں چلا جائے بلکہ اس کی خوبیاں سب ازلی و ابدی ہیں اس لئے یہ بھی کہنا پڑے گا کہ عطاءِ خداوندی اس قسم کی ہیں جیسے آفتاب سے اوروں کو فیض نور ہوتا ہے اور آفتاب میں جوں کا توں رہتا ہے۔ (قاسم العلوم ص ۴۶۲، ۴۶۳)

[مطلب یہ ہے کہ بندے ہر دم اللہ کے محتاج ہیں جیسے بلب بجلی سے جلتا ہے جونہی بجلی بند ہوتی ہے بلب بجھ جاتا ہے۔ اگر اللہ کا فضل و کرم شامل حال نہ رہے تو مخلوق کا کوئی کمال تو کیا اس کا وجود ہی ختم ہو جائے۔ ایسے مضامین کا بیان کرنا علماء ربانی ہی کا حصہ ہے نبی کریم ﷺ کی سچی محبت ہو تو یہ مضامین قرآن پاک سے سمجھ آ جاتے ہیں ارشادِ باری ہے" یَآ اَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ج وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ" (سورۃ الفاطر: ۱۵) ترجمہ: "اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ وہی ہے بے پرواسب تعریفوں والا"۔ نیز فرمایا: "اَللّٰهُ الصَّمَدُ" (سورۃ الاخلاص: ۲) "اللہ بے نیاز ہے"۔ ان آیات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ بندہ ہر دم اللہ کا محتاج ہے کسی وقت اس کی رحمت سے بے نیاز نہیں۔]

۹) عیسائی پادری نے ایک اعتراض یہ کیا تھا کہ نیند سے وضو کیوں ٹوٹ جاتا ہے؟ (دیکھئے قاسم العلوم صفحہ ۴۴۱، صفحہ ۵۰۴) اس کے جواب کے دوران حضرتؒ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند کے ناقضِ وضو نہ ہونے کی حکمت بھی بتائی اور ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کی عظمت اور آپ کی خاتمیت کا اعلان بھی کرتے گئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

نوم بذات خود ناقض وضو نہیں اگر ہے تو بایں نظر کہ اس وقت بوجہ استرخاءِ اعصاب [اعصاب کے ڈھیلے ہونے کی وجہ سے۔ راقم] گمان غالب یہ ہے کہ ریح نکل جائے اور خبر نہ ہو

اور یہ خوب معلوم ہے کہ اکثر افرادِ بنی آدم کا شکم جیسے ہر وقت کسی قدر نہ کسی قدر بول و براز پر مشتمل رہتا ہے ایسے ہی ریح سے بھی خالی نہیں رہتا اور دوسری وجہ اگر ہو سکتی ہے تو یہ ہو سکتی ہے کہ اصل میں یادِ خداوندی موجب روشنی وصفائی قلب ہے اور غفلت موجب کدورت اصلی۔ اور ظاہر ہے کہ نیند کے وقت سے زیادہ غفلت متصور نہیں مگر جب کدورت ہوئی تو اثر طہارت جو صفائی باطن تھا کہاں رہا؟ اس لئے یوں ہی کہنا پڑے گا کہ طہارت بھی چلتی ہوئی، مگر جہاں وقت خواب [یعنی نیند کے وقت] بھی خدا سے غفلت نہ ہو(۱) وہاں نہ یہ احتمال ہے کہ ریح کے نکلنے کی خبر نہ ہو اور نہ اس کدورت کی کوئی صورت ہے جو بوجہ غفلت وقت خواب پیش آتی ہے (ص ۴۶۶، ۴۶۷)

---

(۱) مقصد یہ ہے کہ جن وجوہات سے عام انسان کا نیند سے وضو ٹوٹتا ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کی نیند ان سے پاک ہوتی ہے اس لئے ان کا وضو نیند سے نہیں جاتا۔ فقہاء کی تصریحات اس کی مؤید ہیں۔ چنانچہ ردالمحتار ج ۱ ص ۱۴۱ میں ہے جس شخص کو انفلات ریح کا مرض ہو سونے سے نیند سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ محض نوم ناقض وضو نہیں اور جس کو یہ عذر ہو خروج ریح سے اس کا وضو نہیں جاتا بلکہ وقت کے نکلنے سے جاتا ہے تو نیند میں خروج ریح کے احتمال سے وضو خراب نہ ہوگا۔

فقہ حنبلی میں نواقض وضو میں زوال عقل کو بھی لکھا ہے (مختصر الخرقی مع المغنی ج ۱ ص ۱۶۴) امام ابن قدامہؒ لکھتے ہیں: وَمَنْ لَمْ يُغْلَبْ عَلٰى عَقْلِهٖ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ (المغنی ج ۱ ص ۱۶۷) جس کی عقل مغلوب نہ ہو اس پر وضو نہیں۔

درمختار میں ہے کہ انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو نہیں ردالمحتار میں ہے: عِلَّةُ عَدَمِ النَّقْضِ بِنَوْمِهِمْ هِيَ حِفْظُ قُلُوْبِهِمْ مِنْهُ وَهٰذِهِ الْعِلَّةُ مَوْجُوْدَةٌ حَالَةَ اِغْمَائِهِمْ قَالَ فِي الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّيَّةِ نَبَّهَ السُّبْكِيُّ عَلٰى اَنَّ اِغْمَاءَ هُمْ يُخَالِفُ اِغْمَاءَ غَيْرِهِمْ وَاِنَّمَا هُوَ عَنْ غَلَبَةِ الْاَوْجَاعِ لِلْحَوَاسِّ الظَّاهِرَةِ دُوْنَ الْقَلْبِ وَقَدْ وَرَدَ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ لَا قُلُوْبُهُمْ فَاِذَا حُفِظَتْ قُلُوْبُهُمْ مِنَ النَّوْمِ الَّذِيْ هُوَ اَخَفُّ مِنَ الْاِغْمَاءِ فَمِنْهُ بِالْاَوْلٰى (ردالمحتار ج ۱ ص ۱۴۳) ترجمہ: نیند کے ساتھ انبیاء کرام کے وضو نہ ٹوٹنے کی علت یہ ہے کہ ان کے قلوب نیند سے محفوظ رہتے (باقی اگلے صفحہ پر)

۱۰) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

فہم وشعور واخلاق از قسم اوصاف ہیں اور اوصاف کی دو قسمیں ہیں جس میں سے ایک کا نام مصدر اور موصوف اصلی یعنی صاحب وصف خانہ زاد ہے اور دوسری کا نام قابل اور مستعیر ہے اور یہ پہلے ثابت ہولیا کہ فردِ اکمل مصدر ہوگا اور باقی قابل۔ اس صورت میں فردِ اکمل ارواح ادراک وشعور اور فہم وفراست وعلم واخلاق حمیدہ کے حق میں مصدر ہوگا اور موافق قرارداد حال اس سے فہم وشعور کا انفصال نہ ہوگا اس لئے اس کی خواب [نیند] اور موت کو اوروں کی خواب [نیند] اور موت کے ہمرنگ اسی طرح نظر آئیں جیسے سورج گہن اور چاند گہن بظاہر ہمرنگ یکدگر ہوتے ہیں، پر حقیقت میں اس کی خواب [نیند] اور موت اوروں کی خواب [نیند] اور موت میں ایسا فرق ہوگا جیسا باعتبارِ حقیقت سورج گہن اور چاند گہن میں فرق ہوتا ہے یعنی جیسے وقت گہن نور آفتاب تو زائل نہیں ہوتا بلکہ چاند کی اوٹ میں ایسے طرح مستور ہوجاتا ہے جیسے وقت گردوغبار۔ اور چاند کا نور وقت خسوف بوجہ حیلولت زمین ایسی طرح زائل ہوجاتا ہے جیسے آئینہ مقابل آفتاب کا نور کسی چیز کے حائل ہوجانے کے باعث۔ ایسے ہی اُس فردِ اکمل کا فہم وشعور وقت خواب [نیند] وموت ومرگ مستور ہوگا زائل نہ ہوگا۔ اور افرادِ ناقصہ کا فہم وشعور وقت خواب [نیند] وموت زائل ہوگا مستور نہ ہوگا۔ اور اس لئے نہ اُس [فردِ اکمل] کے مال میں میراث جاری ہوگی نہ اس کی ازواج سے اوروں کو نکاح جائز ہوگا۔

مگر فرد اکمل کی خواب [نیند] ومرگ میں اس کا فہم وشعور زائل نہ ہوا (۱) مستور ہوا تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہیں اور یہ علت اغماء کی حالت میں بھی ہے مواہب لدنیہ میں ہے کہ علامہ سبکی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ انبیاء کرام کا اغماء دوسروں کے اغماء کی طرح نہیں ہوتا انبیاء کرام کے اغماء میں حواس ظاہر پر غلبہ ہوتا ہے دل پر نہیں۔ اور یہ وارد ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں نہ کہ دل۔ تو جب ان کے دل اس نیند سے محفوظ ہیں جو اغماء سے خفیف ہے تو اغماء سے بدرجہ اولیٰ محفوظ ہوں گے۔

پھر جیسے نورِ چراغ۔ اُس وقت جس وقت اس کو کسی ظرف [برتن فیروز اللغات اردو جدید ص ۴۷۴] گلی [مٹی کا بنا ہوا۔ فیروز اللغات اردو جدید ص ۵۷۷] یا مسی [تانبے کا بنا ہوا، فیروز اللغات اردو جدید ص ۶۳۴] وغیرہ میں رکھ کر اوپر سے سرپوش ڈھک دیجئے، بایں وجہ کہ ساری شعائیں جو پہلے دور دور پھیلی ہوئی تھیں سب طرف سے سمٹ کر اسی ظرف میں آجاتی ہیں۔ اور بھی شدید ہو جاتا ہے ایسے ہی لازم یوں ہے کہ فردِ اکمل کا فہم وشعور وقت خواب اور بھی تیز ہو جائے مگر یہ ہوگا تو نہ وقت خواب کدورت غفلت جو وقت خواب ہم کہتم کو ہوا کرتی ہے اس کو پیش آئے گی اور نہ یہ احتمال ہوگا کہ ریح نکل جائے اور بوجہ غفلت خواب اس کی خبر نہ ہو۔ (قاسم العلوم ص ۴۷۳، ۴۷۴)

[دیکھا حضرت نانوتویؒ نے کتنے پیارے آسان فہم انداز میں سورج گرہن اور چاند گرہن کی مثالوں سے انبیاء کرام کی نیند اور عام آدمی کی نیند کا فرق بتا دیا کہ جیسے سورج گرہن اور چاند گرہن دونوں کو گرہن کہا جاتا ہے مگر حقیقت کا فرق ہے چاند کو گرہن ہو تو روشنی ختم ہو جاتی ہے اور سورج کو گرہن ہو تو روشنی ہم سے چھپ جاتی ہے اسی طرح ہماری نیند میں ہوش حواس ختم ہو جاتے ہیں جبکہ حضرات انبیاء کرام کی نیند میں ہوش وحواس چھپ جاتے ہیں قارئین کرام نیند سے وضو ٹوٹنے کا حکم تو اور علماء بھی لکھتے ہیں مگر ایسے نکات صرف حضرت نانوتویؒ ہی بیان کرتے ہیں]

۱۱) اس کے بعد فرماتے ہیں:

جب یہ مسلم ہو چکا تو اب یہ التماس ہے کہ جو شخص فرد اکمل ہوگا اس پر مراتب کمالات ایسی طرح ختم ہو جائیں گے جیسے بادشاہ پر مراتب حکومت۔ پھر جیسے ہر مرتبہ حکومت کے لئے

---

(۱) نبی کریم ﷺ کا قلب مبارک نیند کی حالت میں بھی بیدار رہتا تھا اس کے برخلاف قادیانی کا دل جاگنے کی حالت میں بھی سویا ہوتا تھا ہوش قائم نہ رہتے تھے۔ دائیں پاؤں کا جوتا بائیں پاؤں میں اور بائیں پاؤں کا جوتا دائیں پاؤں میں ڈالتا تھا۔ (سیرۃ المہدی جلد ۱ ص ۶۷ بحوالہ دفاع ختم نبوت ص ۴۲۶)

جدے ہی القاب اور جدے ہی آداب ہوتے ہیں کلکٹر کا لقب کلکٹر ہے اور کمشنر کا لقب کمشنر لفٹنٹ کا لقب لفٹنٹ اور گورنر کا لقب گورنر بادشاہ کا بادشاہ۔ ایسے ہی ہر مرتبہ کمال کیلئے خدا کی طرف سے بحیثیت کمال جدے جدے القاب اور آداب ہوں گے اور باعتبار حکومت بھی جدے جدے القاب اور آداب ہوں گے......الی ان قال..........سو جس کی شان میں وہ لقب خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے جو اختتام مراتب کمال اور اختتام مراتب حکومت پر دلالت کرے اس شخص کو فردِ اکمل اعتقاد کرنا چاہئے اور اس کی خواب و موت کو ساتر ہوش و حواس و فہم و شعور سمجھنا ضرور ہے اور اُس کی خواب و موت کو مزیل ہوش و حواس و فہم و شعور خیال نہ کرنا چاہئے مگر ایسا شخص جس کی شان میں خدا کی طرف سے وہ لقب آیا جو بنی آدم میں سے اس کے خاتم الکمالات اور خاتم مراتب حکومت ہونے پر دلالت کرے سوائے حضرت محمد رسول اللہ اور کوئی نہیں ہوا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اس قسم کا لقب آیا نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہم کی شان میں اس قسم کا لقب وارد ہوا اور نہ ان صاحبوں میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے بعد کوئی حاکم نہ آئے گا اور کوئی نبی یا صاحب کمال اعظم ظہور نہ فرمائے گا اس قسم کا دعویٰ اگر کرتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے اور اس قسم کا لقب آتا تو ان کی شان میں آتا جب انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ مقولہ موجود ہو کہ جہان کا بادشاہ آنے والا ہے (۱)۔ (قاسم العلوم ص ۴۷۵، ۴۷۶)

---

(۱) ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا: کسی اور نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا۔ کیا تو حضرت محمد ﷺ نے کیا چنانچہ قرآن و حدیث میں بتصریح موجود ہے سو آپ کے اگر آپ سے پہلے دعویٰ خاتمیت کرتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے مگر دعویٰ خاتمیت تو درکنار انہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنے والا ہے (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۵) انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان مذکور ہے "اس کے بعد میں تم سے بہت باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۰)

۱۲) ایک جگہ فرمایا:

مگر وہ [دنیا کا سردار جن کی حضرت عیسی علیہ السلام نے بشارت دی۔راقم] کون ہیں ؟حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ بعد حضرت عیسی علیہ السلام اول تو حضرت محمد رسول اللہ سے پہلے کسی نے دعوی نبوت نہیں کیا اور نہ کوئی نبی ہوا دوسرے آپ کے سوا اور کسی نے دعوی خاتمیت نہیں کیا اور نہ بحوالہ پیغام ووحی خداوندی اس قسم کا لقب اپنی نسبت کسی نے کسی کو سنایا۔(قاسم العلوم ص ۴۷۷)

[دیکھیں کس طرح مدلل طریقے سے کتب سابقہ کے حوالہ جات کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی نبوت اور خاتمیت کو ثابت کیا جا رہا ہے]

۱۳) اس کے بعد فرمایا:

رہے حضرات حواریین اول تو وہ نبی نہ تھے حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف سے دعوت دین مسیحی کرتے تھے جس کا حاصل یہ ہوا کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے خلیفہ اور ان کے نائب اور ان کے بھیجے ہوئے تھے۔ بے واسطہ خدا کے بھیجے ہوئے نہ تھے اور اگر ان کی نبوت حسب اعتقاد مسیحیاں تسلیم بھی کیجئے تو وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے اس مقولہ کے مخاطب نہ تھے اس لئے وہ شخص کوئی اور ہی ہونا چاہئے۔

[عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کے حواریین اور پولس کیلئے نبوت یا رسالت کا اعتقاد رکھتے ہیں اس لئے اناجیل اربعہ کے بعد جس کتاب میں پولس کے کاموں کا ذکر ہے انہوں نے اس کا نام رکھا ہوا ہے ''رسولوں کے اعمال''۔اس عبارت میں حضرت نے عیسائیوں کے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے وہ یہ کہ عیسائی کہتے ہیں کہ انجیل میں مذکور جہان کے سردار سے مراد حواریین میں سے کوئی ہے یا پولس ہے حضرت اس عبارت میں پہلی شق کا جواب دیتے ہیں کہ حواریین حضرت عیسی علیہ السلام کے نائب تھے خود نبی نہ تھے اور اگر عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق ان کو نبی مان بھی لیا جائے تب بھی اس کلام کے مصداق نہیں کیونکہ اگر ان میں سے کوئی مراد ہوتا تو اس

طرح غائب کے الفاظ سے اس کی خبر نہ دی جاتی]

۱۴)　اس کے بعد لکھتے ہیں:

رہے پولوس مقدس ان کو حواری کہنا بجز بے حیائی اور کیا ہے(۱) حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانہ میں ان کا نام ونشان نہ تھا بایں ہمہ کسی نے ان میں سے نہ دعوی خاتمیت کیا (۲) نہ بحوالہ وحی اپنے لئے اس قسم کا لقب بیان کیا۔ (قاسم العلوم ص ۴۷۷، ۴۷۸)

---

(۱)　موجودہ عیسائیت کا مدار پولس کی تعلیمات اور تشریحات پر ہے اور پولس یہودی تھا حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے میں آپ کے ماننے والوں کو ستاتا رہا اور حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد اس نے اپنے طور پر عیسائیت کا اعلان کر دیا (دیکھئے رسولوں کے اعمال: باب ۲۲ آیت ۳ تا ۱۲) اور پولس نے حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے حواریین سے ملے بغیر ہی اپنے طور پر عیسائیت کا پرچار شروع کیا چنانچہ پولس خود لکھتا ہے: ''اور میں نے یہی حوصلہ رکھا کہ جہاں مسیح کا نام نہیں لیا گیا وہاں خوشخبری سناؤں تا کہ دوسرے کی بنیاد پر عمارت نہ اٹھاؤں'' (رومیوں کے نام پولس رسول کا خط باب ۱۵ آیت ۲۰) پھر پولس نے حسب منشا اس میں تبدیلیاں کر ڈالیں چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے: ''میں یہودیوں کیلئے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کیلئے میں شریعت کے ماتحت ہوا تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں اگر چہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا بے شرع لوگوں کیلئے بے شرع بنا تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں (کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط باب ۹ آیت ۲۰، ۲۱) حضرت فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو اس پیشگوئی کا مصداق کہنا بجز بے حیائی اور کیا ہے؟

(۲)　حواریین یا پولس کو اس بشارت کا مصداق بنانے پر رد اس عبارت میں یوں کرتے ہیں کہ ان حضرات میں سے کسی نے دعوی خاتمیت نہ کیا اور نہ ہی ان میں سے کسی کو وحی میں خاتم کہا گیا۔ اس لئے اگر بالفرض ان میں سے کوئی نبی تھا بھی تو خاتم النبیین نہیں۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے دعوی خاتمیت کیا پھر قرآن وحدیث میں آپ کی خاتمیت کی منصوص ہے اس لئے اس بشارت کے مصداق آپ ہی ہیں۔

۱۵) اس کے بعد فرماتے ہیں:

البتہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں لقب خاتم النبیین اور نذیر للعالمین اور رحمة للعالمین قرآن شریف میں موجود ہے جن میں سے دواول سے تو خاتمیت مراتب حکومت بالتصریح اور خاتمیت مراتب کمال بالالتزام نکلتی ہے اور تیسرے لقب سے خاتمیت مراتب کمال تو بالتصریح اور خاتمیت مراتب حکومت بالالتزام نکلتی ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی اور نذیر حکومت اور حکمرانی میں نائب خدا ہوتے ہیں جو ان کا خاتم ہوگا اس پر مراتب ماتحتی ختم ہو جائیں گے اس لئے وہ سب پر حاکم ہوگا اور تمام عالم اس کی عملداری میں اسی طرح داخل ہوگا جیسے گورنر کی عملداری میں تمام ہندوستان اور کسی اور کو یہ بات نصیب نہ ہوگی کیونکہ اور سب اسی طرح خاص خاص اضلاع کے حاکم ہوں گے جیسے لفٹنٹ کمشنر جج وغیرہ خاص خاص اضلاع کے حاکم ہوتے ہیں اور چونکہ حاکم وہی ہونا چاہئے جو محکوموں سے افضل ہو اور خدا کے یہاں یوں ہی ہوتا ہے۔ یہ ناانصافی اور ظلم نہیں کہ لائق کوئی ہو اور حاکم کوئی ہو جائے؟ تو یہی خاتمیت حکومت اور عموم حکومت اس کی افضلیت اور اکملیت پر دلالت کرے گی اور جب افضلیت اور خاتمیت حکومت میں بوجہ عدل وقدر شناسی خداوندی خاتم ہوا تو آیۃ رحمة للعالمین جو افضلیت اور خاتمیت مراتب کمال پر بالتصریح دلالت کرتی ہے خاتمیت مراتب حکومت پر آپ دلالت کرے گی۔ باقی رہا آیت مذکورہ کا خاتمیت مراتب کمال پر دلالت کرنا اس کی صورت یہ ہے کہ یہ تو پہلے ثابت ہو چکا کہ فرد اکمل وافضل اور افراد کے حق میں مفیض اور مفید اور مؤثر اور معطی ہوتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ عین ترحم اور رحمت ہے سو جو شخص تمام عالم کے حق میں رحمت ہو وہ بیشک سب کی نسبت مفیض اور مفید اور مؤثر اور معطی ہوگا اور اس وجہ سے اس کی افضلیت اور اکملیت کا قائل ہونا پڑے گا۔ (قاسم العلوم ص ۴۷۸، ۴۷۹)

[دیکھئے کس وضاحت کے ساتھ اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کا سب کا حاکم اور سب کا خاتم کہا گیا ہے]

۱۶) اس کے بعد فرماتے ہیں:

بالجملہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی شان میں اس قسم کے القاب وارد ہیں جو ان کی افضلیت اور اکملیت اور خاتمیت مراتب کمال وحکومت پر دلالت کرتے ہیں اور کسی کی شان میں اس قسم کے القاب نہیں آئے اور قسم کے القاب آئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ افضل المخلوقات اور اشرف الکائنات ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ ان کا دین آخر الادیان ٹھہرا علاوہ اور معجزات کے قرآن شریف ان کو معجزہ میں ملا۔

[خط کشیدہ الفاظ کو پڑھیں کسی صراحت کے ساتھ حضرت نے نبی کریم ﷺ کا افضل واعلیٰ اور سب سے آخری نبی مانا ہے]

۱۷) اس کے بعد فرماتے ہیں:

اس دین کا آخر الادیان ہونا تو یوں ضروری ہوا کہ حکام ماتحت کے احکام کا مرافعہ کرتے ہیں تو آخری مرافعہ بادشاہ کی کچہری میں ہوتا ہے اور اس کچہری کا حکم آخری حکم ہوتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ اس کچہری اور اُس کچہری کے حاکم پر مراتب حکومت ختم ہو جاتے ہیں سوایسے ہی کارخانہ حکومت دینی میں اس شخص کا حکم آخر رہنا چاہئے جس پر مراتب حکومت دینی ختم ہو جائیں۔

اور قرآن شریف کا اعجاز ایسے شخص کیلئے اس لئے ضرور ہوا کہ اعجاز میں ایک طرح کا اظہار کمال ہوتا ہے یعنی جیسے بڑا خوش نویس وہ ہے جو ایسا قطعہ لکھ دے جس کے ثانی کے لکھنے سے اور خوش نویس اور منشی عاجز آجائیں اور ظاہر ہے کہ یہ عین اظہار کمال ہے ایسے ہی بڑا نبی اور بڑا صاحب کمال وہ ہے جو ایسا کام کر سکے جو اور اقران وامثال اس کے کرنے سے عاجز آجائیں غرض حقیقت اعجاز ایک قسم کا اظہار کمال ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ کمالات میں اعلیٰ اور افضل علم ہے .... بالجملہ کمالات کا خاتمہ علم پر ہے جو شخص خاتم مراتب کمال ہوگا وہ علم میں اوروں سے افضل اور اکمل ہوگا اس لئے اظہار کمال علمی میں وہ سب سے فائق ہوگا اور سوا اُس کے اور سب

اُس کے سامنے عاجز ہوں گے اور اِس وجہ سے اُس کی معلومات اور اُس کی عبارات اوروں کے حق میں معجز ہوں گے جیسے اُس کی معلومات عجیب ہوں گی ایسے ہی اُس کی عبارات بھی عجیب وغریب ہوں گی کیونکہ تجویز عبارت بھی اُسی کمال سے متعلق ہے۔

[اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ و آخر ہونے میں تلازم ذکر کیا ہے اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ خاتمیت رتبی کو خاتمیت زمانی لازم ہے]

(۱۸) اس مکتوب کے آخر میں لکھتے ہیں:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيّٖنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

فقط (صفحہ ۴۷۱ تا صفحہ ۴۸۱ سطر ۱۲)

[اس عبارت میں بھی حضرت نے نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی صراحت کی ہے]

(۱۹) قاسم العلوم ص ۴۸۵ تا ۴۹۵ میں فارسی کا ایک طویل مکتوب ہے جس کا موضوع شان رسالت کا بیان ہی ہے طوالت سے بچنے کیلئے اسے قلم انداز کیا جاتا ہے۔ باذوق حضرات قاسم العلوم کا مطالعہ کریں۔

(۲۰) منشی ممتاز علی صاحب کے نام ایک مکتوب لکھا اور ان سے کہا کہ ایک ہفتہ کے اندر اس کو واپس کر دینا یہ ضائع نہ ہو جائے پھر فرماتے ہیں:

پھر مکرر عرض ہے کہ یہ تحریر گم نہ ہو جائے آپ کی غفلت شعاریاں میری دل آزاری کا سبب نہ ہو جائیں میرے دل دکھانے کیلئے یہی مفتیان دہلی کا غل وشور کافی ہے آپ زیادہ تکلیف نہ فرمائیں۔ (قاسم العلوم ص ۴۹۹)

[تحذیر الناس پر بے سوچے سمجھے کچھ مفتیوں نے فتوے دیئے آپ کو ختم نبوت کا منکر کہا گیا اس سے حضرت کو بہت رنج ہوا۔ اور ہونا بھی چاہئے تھا اس لئے کہ آپ اس الزام سے بری تھے نبی کریم ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کو اپنا دین وایمان سمجھتے تھے اور اس عقیدہ کی نشر واشاعت کو اپنی زندگی

کامشن بنائے ہوئے تھے جو ختم نبوت کا منکر ہو اس کو ایسے فتووں کی کیا پروا؟]

۱۹) ایک جگہ لکھتے ہیں:

اگر نفسانیت عند اللہ مذموم نہ ہوتی اور بحث ومباحثہ کا انجام خراب نہ آتا اور نزاع اہل اسلام خدا اور رسول ﷺ کو ناگوار نہ ہوتا تو آپ بھی ایک تماشا دیکھ لیتے ان شاء اللہ مخالفان احقر کی حقیقۃ معلوم ہو جاتی سب کے نشے ان شاء اللہ ڈھیلے ہو جاتے اور مدعیانِ روزگار اپنے کیئے کو پہنچ جاتے۔ پر کیا کروں الدُّنیا سِجنُ المُؤمِن اس گرفتار ہوا و ہوس کے ذمہ خدا کی طرف سے بھی در بارہ مباحثہ سیکڑوں قید و قیود لگی ہوئی ہیں وہاں کی باز پرس کا کھٹکا ایسے کام کرنے نہیں دیتا......
......مگر جب دیکھا سب اہل مشورہ اسی طرف ہیں اُدھر آپ کا عنایت نامہ بھی بطلب جوابات معلومہ پہنچا ناچار ہو کر روانہ کرتا ہوں (قاسم العلوم ص ۴۹۶، ۴۹۷)

[مسلمانو! کیا آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ حضرت پر جو الزام لگائے گئے حضرت نے ان پر صبر سے کام کیوں لیا ان کے خلاف کھل کر کام نہ کیا صرف چند افراد کے علمی اشکالات کے جواب دینے پر اکتفا کیا نہ ان کے خلاف سرِ عام جلسے کیے نہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کے خلاف محاذ قائم کیا جبکہ حضرت انتہائی ذہین تھے۔ بڑے حاضر جواب تھے عوام میں ان کی بڑی مقبولیت تھی بے مثال خطیب تھے۔ یہ خاموشی صرف اس لئے کہ مسلمانوں کے درمیان نزاع نہ ہو اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائیں بتایئے کیا تحذیر الناس کے مخالفین کے دلوں میں کبھی آخرت کا ایسا فکر پیدا ہوا۔ شاید تحذیر الناس کے مخالفین کہتے ہوں کہ ہمارے پاس تحذیر الناس کے سوا مولانا کی اور کوئی کتاب نہیں اب جب کہ ختم نبوت کے حوالے سے مولانا کی اس قدر خدمات سامنے آگئی ہیں تو اگر مخالفین نے واقعی اللہ کی رضا کیلئے ایسا کئے ہے تو ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ علی الاعلان اپنے پہلے قول سے رجوع کریں اور کہہ دیں کہ مولانا اس الزام سے بری ہیں ورنہ آخرت کا فکر کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب اثبات حیات بابرکات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات مسمّی بہ

۱۳۵۵ھ

آب حیات

۱۹۳۶ء

مصنفہ حجۃ الاسلام آیۃ من آیات اللہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی باہتمام احقر انام محمد عبد الاحد
باہتمام خادم دین سید حاجی عبد المتین خلف الصدق مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب مرحوم

در مطبع قیومی واقع دہلی مطبوع شد
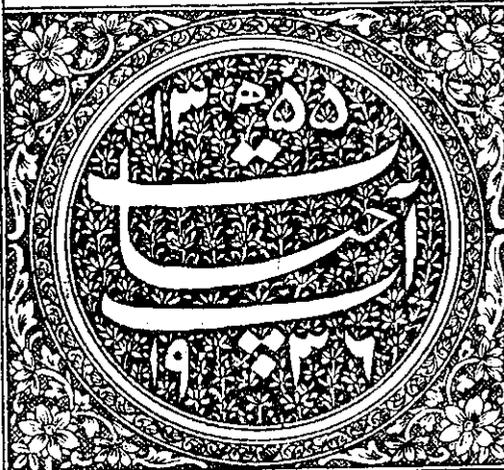
ہر قسم کی عمدہ سستی کتابیں ملنے کا پتہ:- حاجی عبد المتین مطبع قدیمی چوڑی والان دہلی!!

﴿تعارف کتاب آب حیات﴾

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضرت نانوتویؒ کی معرکۃ الآراء کتاب ایسی دقیق عمیق اور صعب بلکہ اصعب کتاب ہے......ہم نے اپنے استاذ و شیخ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے ترمذی اور بخاری شریف کے درس کے دوران بارہا سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ''حضرت نانوتویؒ نے یہ کتاب علماء کے امتحان کے لئے لکھی ہے'' ....اس کتاب کے دیباچے میں حضرت نانوتویؒ نے خود لکھا ہے کہ جس طرح ہدیۃ الشیعۃ کی تصنیف کا محرک حضرت مولانا گنگوہیؒ تھے اسی طرح آب حیات کی تصنیف کے محرک حضرت پیر و مرشد مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تھے اُن کے ایماء پر مسئلہ حیات النبی پر اس کتاب کو ہدیۃ الشیعۃ سے الگ مستقل کتاب کی شکل میں تصنیف کیا ہے۔(مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۳۲)

﴿کتاب آب حیات کے مضامین کا خلاصہ﴾

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''آب حیات'' دقیق علمی کتاب ہے اس کو سمجھنے کیلئے چند تمہیدی باتیں یاد رکھیں:

۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَمْ اَرَ النَّبِیَّ ﷺ یَسْتَلِمُ مِنَ الْبَیْتِ اِلَّا الرُّکْنَیْنِ الْیَمَانِیَّیْنِ (بخاری۔ ج۱ص ۲۱۸) ترجمہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ ،صرف رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کرتے دیکھا'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریش نے خانہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہ بنایا۔ حطیم کی جانب سے جگہ چھوڑ دی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو اتباع سنت میں ایک مثال تھے وہ فرماتے ہیں یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ طواف کے دوران نبی کریم ﷺ حطیم والے دوکونوں کا استلام نہ کرتے تھے۔(بخاری ج ۲ص ۶۴۴)

(۲) حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ شریعت کا ہر حکم کسی علت کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے جس کو ماہرین شریعت سمجھتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے مقدمہ میں اس کو ثابت کیا ہے (دیکھئے حجۃ اللہ البالغۃ ص ۴،۵) فقہاء کرام کے قیاس (۱) کی بنیاد یہی علت ہوتی ہے (نور الانوار ص ۲۲۴) اس علت کے متعدد نام ہیں مثلاً: سبب، امارۃ، داعی، مستدعی، باعث، حامل، علامۃ، مناط، دلیل، مقتضی، موجب، مؤثر، معرف (المدخل الی مذهب الامام احمد بن حنبل للشیخ ابن بدران الدمشقی ص ۱۴۷) اور کسی چیز کے ناموں کی کثرت اس چیز کی اہمیت کو ظاہر کیا کرتی ہے۔

(۳) حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ احکام شرع کی علتوں کو سمجھنے والا حکیم کہلاتا ہے (۲) حکمت کہتے ہی اس کو ہیں کہ انسان کو شریعت کے احکام کی علتیں اور حکمتیں سمجھ میں آجائیں۔

---

(۱) قیاس کے دو معنی ہیں ایک وہ جو اصول فقہ میں چوتھے نمبر پر ہے دوسرا ضابطہ شرعیہ جیسے ہدایہ میں باب التیمم سے پہلے ہے: وَلَا يَجُوْزُ التَّوَضِّيْ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْاَنْبِذَةِ جَرْيًا عَلٰى قَضِيَّةِ الْقِيَاسِ (هدایۃ ج۱ ص ۴۸) حضرت نانوتویؒ کی درج ذیل عبارت میں بھی قیاس ضابطہ شرعیہ کے معنی میں ہے: بہرحال نہ اپنے خیال کا وہ اعتبار ہے نہ کسی تاریخ کا وہ اعتبار ہے جس قدر حدیث ضعیف کا اعتبار ہونا چاہئے اور کسی امام نے قیاس کو حدیث ضعیف سے بڑھ کر بھی سمجھا ہے تو اُس کی یہ وجہ ہے کہ قیاس [ضابطہ شرعیہ۔ راقم] ماخوذ حدیث صحیح یا متواترات سے ہوتا ہے اس صورت میں حدیث ضعیف سے قیاس [ضابطہ شرعیہ۔ راقم] بڑھ کر نہ رہا وہ حدیث صحیح یا متواتر اس سے بڑھ کر ہے۔ (تصفیۃ العقائد ص ۳۸)

(۲) حضرت نانوتویؒ کے الفاظ یوں ہیں: ''بعد غور بشرط سلامت ذہن وشہادت عقل یوں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ حُکْم وحِکْمَۃ سے۔ جو کلام اللہ میں جابجا آتا ہے۔ علم نسبۃ حکمیۃ حقیقیۃ احکام شرعیہ مراد ہے'' (آب حیات ص ۶ سطر ۲،۳)

۳) شریعت کا ایک حکم ہے کہ چت لیٹ کر سونے سے انسان کا وضو جاتا رہتا ہے اور ساتھ یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا وضو نیند سے نہ جاتا تھا (ردالمحتار ج ا ص ۱۴۳) حضرت نبی کریم ﷺ تہجد کی نماز پڑھ کر وتروں سے پہلے سو جاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ'' (یارسول اللہ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟) تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''یَا عَائِشَةُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ'' (اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا) (بخاری ج ا ص ۱۵۴)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''وَفِیْهِ اَنَّهٗ لَا یَنْتَقِضُ وُضُوْءُهٗ بِالنَّوْمِ لِکَوْنِ قَلْبِهٖ لَا یَنَامُ وَهٰذَا مِنْ خَصَائِصِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کَمَا ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ مِنْ قَوْلِهٖ وَکَذٰلِكَ الْاَنْبِیَاءُ تَنَامُ اَعْیُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ'' (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۴) (اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا تھا کیونکہ آپ کا دل نہیں سوتا تھا اور یہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے جیسا کہ صحیح روایت سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے) مشکوۃ المصابیح ص ۲۷ میں صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۱ کے حوالے سے اور ص ۲۹ میں سنن دارمی کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی نیند کا ذکر ہے اس میں بھی یہ ہے کہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں دل جاگتا تھا۔

عام آدمی کی نینداور انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند میں فرق کی وجہ:

''اسرار الطہارۃ'' کی عبارات کے تحت آپ نے پڑھا کہ حضرت نانوتوی فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی نیند میں اور عام لوگوں کی نیند میں فرق ہے عام لوگوں کو نیند میں غفلت ہو جاتی ہے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ نیند کی حالت میں اُن سے خروج ریح ہو جائے اور اُن کو پتہ نہ چلے جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو نیند میں غفلت نہیں ہوتی

اُن کا دل جاگتا رہتا ہے اُن کے اعصاب قوی رہتے ہیں وہ باہوش ہوتے ہیں اگر اُن کا وضو جاتا رہے تو ان کو پتہ رہتا ہے اسلئے نبی کریم ﷺ نے کبھی تو نیند کے بعد وضو کر کے نماز ادا کی اور کبھی بغیر نیا وضو کیے نماز پڑھی۔ اور یہ فرق احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ: ردالمحتار ج ا ص ۱۴۳ کے حوالے سے اسرار الطہارہ کی عبارات کے تحت گزرا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو تو اغماء کی حالت میں بھی نہیں جاتا کیونکہ دل بیدار رہتا ہے۔

اس کی حکمت:

آپ کا دل جاگتا رہتا تھا اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ امت کیلئے اسوۂ حسنہ تھے امت کو ہر وقت آپ کی اطاعت کاملہ کا حکم ہے آپ کا قول فعل ہمارے لئے حجت ہے چونکہ آپ ہر وقت امت کیلئے مقتدیٰ تھے سوتے وقت جاگتے وقت یا اونگھتے وقت کسی حال میں بھی آپ کی زبان سے خلاف حق یا خلاف واقعہ بات سرزد نہ ہوتی تھی۔ اور یہی مطلب ہے آپ کے دل کے بیدار رہنے کا۔ اگر عام لوگوں کی طرح نیند کی حالت میں آپ سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جاتی تو آپ کامل مقتدیٰ نہ رہتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ بھی سنتا تھا اسے یاد کرنے کیلئے لکھ لیتا تھا مجھے قریش کے لوگوں نے منع کیا اور کہنے لگے تو ہر چیز جو رسول اللہ ﷺ سے سنتا ہے لکھ لیتا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں کبھی غصے کی حالت میں ہوتے ہیں کبھی خوشی کی حالت میں حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے مجھے لکھنے کا حکم دیا اور اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا خَرَجَ مِنْہُ اِلَّا حَقٌّ'' (اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے حق بات ہی نکلتی ہے) (سنن دارمی ص ۱۲۵)

۴) شریعت کا ایک حکم ہے کہ انبیاء کرام کے چھوڑے ہوئے مال میں وراثت نہیں چلتی ان کی ازواج کا دوسری جگہ نکاح نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۳) (اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بیشک یہ اللہ کے ہاں بڑا گناہ ہے) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ (بخاری ج ا ص ۴۳۵) (ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے) صاحب مشکوۃ نے فضائل علم میں ایک طویل حدیث لکھی جس کے بارے میں فرمایا: رواہ احمد والترمذی وابوداود وبن ماجه والدارمی۔ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۴) (اور بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار یا درہم وراثت میں نہیں چھوڑتے وہ تو علم چھوڑ کر جاتے ہیں تو جس نے علم کو لے لیا اس نے بڑے نصیب کو لے لیا)

﴿حضرت تھانویؒ کے نزدیک اِن احکام کی علت﴾

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے حوالے سے مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ وفات کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ برزخی زیادہ قوی ہوتی ہے اِس لئے نہ اُن کی میراث تقسیم ہوتی ہے اور نہ اُن کی ازواج دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں چنانچہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۵۴ کے تحت یہ حضرات لکھتے ہیں:

ایسے مقتول کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے شہید کہتے ہیں اور اس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے، لیکن اس کی موت کو دوسرے مُردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے

جزاء وسزا کا ادراک ہوتا ہے لیکن شہید کو اِس حیات میں اور مُردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اُس کی یہ حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے جیسے انگلیوں کے اگلے پورے اور ایڑی، اگر چہ دونوں میں حیات ہے اور حیات کے آثار بھی دونوں میں موجود ہیں لیکن انگلیوں کے پوروں میں حیات کے آثار احساس وغیرہ بہ نسبت ایڑی کے زیادہ ہیں، اسی طرح شہداء میں آثارِ حیات عام مُردوں سے بہت زیادہ ہیں، حتیٰ کہ شہید کی اس حیات کی قوت کا ایک اثر بر خلاف معمولی مُردوں کے اس کے جسد ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اس کا جسم باوجود مجموعہ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا، اور مثل جسم زندہ کے صحیح سالم رہتا ہے، جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں، پس اِس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احیاء کہا گیا، اور اُن کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی مگر احکام ظاہرہ میں وہ عام مردوں کی طرح ہیں، اُن کی میراث تقسیم ہوتی ہے اور اُن کی بیویاں دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں، اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اِس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں، مثلاً اُن کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، اُن کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں (بیان القرآن ج ا ص ۸۷، ۸۸، معارف القرآن ج ا ص ۳۹۷، ۳۹۸)

﴿حضرت نانوتویؒ کے نزدیک ان احکام کی علت﴾

حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند اور بیہوشی عام لوگوں سے مختلف ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات بھی عام لوگوں سے مختلف ہوتی ہے۔ نیند اور بیہوشی کے بارے میں گزر چکا ہے کہ عام آدمی کا وضو جاتا رہتا ہے انبیاء کرام کا وضو باقی رہتا ہے عام آدمی کا دل بھی سو جاتا ہے جبکہ انبیاء کرام کا دل جاگتا رہتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی موت اور عام آدمی کی موت میں فرق یہ ہے کہ عام آدمی کی

روح نکال لی جاتی ہے مگر انبیاء کرام کی ارواح نہیں نکالی گئیں بلکہ ان کے جسم کے اندر ہی رکھ دی گئیں تو جب انبیاء کرام کی ارواح نکلی نہیں تو نہ ان کی ازواج نکاح سے نکلیں نہ اُن کا ترکہ بعد والوں میں تقسیم ہوا،

عام لوگوں کی نیند کے بارے میں قرآن کریم میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ج فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ الزمر آیت نمبر ۴۲) (اللہ ہی جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت ان کے سونے کے وقت نہیں آئی پھر ان جانوں کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد متعین تک بھیج دیتا ہے)

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ''یعنی نیند میں ہر روز جان کھینچتا ہے پھر (واپس) بھیجتا ہے یہ ہے نشان آخرت کا۔ معلوم ہوا کہ نیند میں بھی جان کھنچتی ہے جیسے موت میں اگر نیند میں کھنچ کر رہ جائے وہی موت ہے مگر یہ جان وہ ہے جس کو (ظاہری) ہوش کہتے ہیں اور ایک جان جس سے سانس چلتی ہے اور نبضیں اچھلتی ہیں اور کھانا ہضم ہوتا ہے وہ دوسری ہے وہ موت سے پہلے نہیں کھنچتی'' (موضح القرآن) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغوی [مع الخازن ج۶ ص ۷۸۔ راقم] نے نقل کیا ہے کہ ''نیند میں روح نکل جاتی ہے مگر اُس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی'' (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہ ہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے لیکن تعلق کا انقطاع ویسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے واللہ اعلم (تفسیر عثمانی ص ۶۱۶ ف ۴) امام بغویؒ ہی لکھتے ہیں:

وَلِكُلِّ اِنْسَانٍ نَفْسَانِ اِحْدَاهُمَا نَفْسٌ لِلْحَيَاةِ وَهِيَ الَّتِيْ تُفَارِقُهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ فَتَزُوْلُ بِزَوَالِهَا وَالْاُخْرٰى نَفْسُ التَّمْيِيْزِ وَهِيَ الَّتِيْ تُفَارِقُهٗ اِذَا نَامَ (معالم

التنزیل مع الخازن ج۶ص۷۷) (ہر انسان کی دو روحیں ہوتی ہیں ایک زندگی کی روح ہے جو اس سے موت کے وقت جدا ہوتی ہے اور دوسری ہوش کی روح ہے اور وہ اس وقت جدا ہوتی ہے جب وہ سوتا ہے)

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ سونے کی حالت میں انسان کے ہوش اس لئے نہیں رہتے کہ اس کی روح نکال لی جاتی ہے گویا جب اس کی روح نکل گئی تو دل بھی سو گیا۔ اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا چونکہ دل جاگتا رہتا ہے ان کے ہوش ختم نہیں ہوتے اس لئے لامحالہ کہنا پڑے گا کہ نیند کے وقت اس طرح ان کے بدن سے روح کا اخراج نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ ان کی نیند کی وہ کیفیت نہیں جو عام لوگوں کی نیند کی ہوتی ہے۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی موت کی کیفیت بھی عام لوگوں کی موت کی طرح نہیں ہے تا کہ جس طرح نیند کی حالت میں انبیاء کرام علیہم السلام سے خلاف حق بات صادر نہ ہوتی تھی اسی طرح نزع کے وقت بھی وہ کچھ ہو جو امت کیلئے ایک نمونہ بنے۔ عام لوگوں کی روح موت کے وقت بدن سے جدا ہو جاتی ہے مگر انبیاء کرام کی روح کو ان کے بدن کے اندر سمیٹ دیا جاتا ہے۔ چونکہ بدن سے روح کا اخراج نہیں اس لئے نہ مال تقسیم ہوگا اور نہ ان کی ازواج ان کے نکاح سے نکلیں گی۔ واللہ اعلم۔

چنانچہ حضرتؒ لکھتے ہیں: ازواج انبیاء کرام علیہم السلام کو نکاح ثانی کی اجازت کا نہ ہونا، اوروں کی ازواج کیلئے اِس اجازت کا ہونا اور اموال انبیاء کرام علیہم السلام میں میراث کا جاری نہ ہونا اور اوروں کے اموال میں جاری ہونا اس پر شاہد ہے کہ ارواح انبیاء کرام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لئے سماع انبیاء علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے اور اسی لئے اُن کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے (جمال قاسمی ص۱۶)

﴿عبارات کتاب آب حیات﴾

۱) اس کتاب کے خطبے میں فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْخَلَائِقِ مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ (آب حیات ص۲)

[اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کی خاتمیت رتبی یعنی افضلیت کا ذکر ہے]

۲) کتاب کی تصنیف کے بارے میں اپنا ارادہ یوں ظاہر کرتے ہیں کہ

شروع تو خدا کے گھر سے کیجئے اور بن پڑے تو بوسہ گاہ عالم در سرور عالم ﷺ پر اختتام کو پہنچا دیجئے تا کہ ابتدا انتہا دونوں مبارک ہوں ورنہ جسقدر بن پڑے غنیمت ہے کیونکہ اس وسیلہ سے اس ظلوم وجہول کو امید صحت وظن قبول ہے۔ (آب حیات ص۵)

[جو شخص نبی کریم ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی آمد کا قائل ہو وہ بھلا نبی کریم ﷺ سے ایسے محبت بھرے جذبات کا اظہار کیسے کرسکتا ہے ان جذبات کا اظہار اس کی دلیل ہے کہ حضرت نانوتویؒ جناب نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی ہی مانتے تھے]

۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

ارواح امت اس امت کے نبی کی روح کے آثار ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے اس امت کو خود خداوند کریم نے خَيْرَ اُمَّةٍ فرمایا اور کیوں نہ فرمائے اس امت کے نبی افضل المرسلین خاتم النبیین سید الاولین والآخرین علیہ وعلی آلہ افضل صلوات المصلین واکمل تسلیمات المسلمین۔ پھر یہ امت افضل الامم کیوں نہ ہوگی (آب حیات ص۱۳۵سطر۱۰)۔

[اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کے افضل اور آخری نبی ہونے کو ایک ساتھ بیان کیا نیز آپ کی امت کو خیر الامم ثابت کیا۔ آپ نے جو یہ فرمایا کہ ارواح امت میں روح نبی کے آثار ہوتے ہیں اس کی دلیل ایک تو یہ ہے کہ معراج کی رات آپ کو تین پیالے پیش کئے گئے ایک

دودھ کا دوسرا شراب کا تیسرا شہد کا آپ نے دودھ کے پیالے کو قبول کرلیا تو آپ سے کہا گیا اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت بہک جاتی (۱) حالانکہ وہ شراب آپ کیلئے حلال تھی مگر اس کا اثر امت پر پڑ جاتا نیز ایک موقع پر جب ایک شخص نے آپ کو غیر عادل کہا آپ نے فرمایا اگر میں انصاف نہ کروں تو انصاف کون کرے گا (۲)؟ ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کی روح کے اثرات امت کی ارواح پر پڑتے ہیں واللہ اعلم]

(۴) ایک جگہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہیں چنانچہ آیۃ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ الخ اس پر اول دلیل ہے (آب حیات ص ۱۵۱ سطر ۱۷)

[جیسے اس مقام پر حضرت نے آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء لکھا تحذیر الناس میں دو جگہ اس کا ذکر کیا

---

(۱) اس کو شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے ضوء السراج ص ۵۵ میں بھی لکھا ہے۔

(۲) مندرجہ ذیل صحیح روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔:

عن جابر بن عبداللہ قال بینما رسول اللہ ﷺ یقسم غنیمة بالجعرانة اذا قال له رجل اعدل قال لقد شقیتَ ان لم اعدل (بخاری ج ۱ ص ۴۴۳) قاضی عیاض اور نووی کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شقیتَ بفتح التاء ہو۔ انظر حاشیہ بخاری۔ ایک روایت میں ہے کہ ایسے معترض کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا: من یطیع اللہ اذا عصیتُ (بخاری ج ۱ ص ۴۷۲) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ویلك ومن یعدل ان لم اعدل (بخاری ج ۱ ص ۵۰۹) عن انس قال کان النبی ﷺ احسن الناس واشجع الناس واجود الناس (بخاری ج ۱ ص ۳۹۵) عن عائشه قالت قال رسول اللہ ﷺ ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا (بخاری ج ۱ ص ۷) عن ابی سعید الخدریؓ قال کان النبی ﷺ اشد حیاء من العذراء فی خدرها (بخاری ج ۱ ص ۵۰۳)

ہے آیات ختم نبوت میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے کہ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب انبیاء کے آخر میں اسی لئے بھیجا کہ آپ سب انبیاء کے نبی ہیں سب کے مطاع ہیں کچھ بحث اس کتاب میں بھی آئیگی ان شاء اللہ تعالیٰ]

۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

حضرت رسول اکرم ﷺ مراتب فضل وکمال ایمانی وامکانی میں ایسے یکتا ہیں کہ نہ کوئی ان کے لئے مماثل ہے نہ کوئی ان کا مقابل ہے (آب حیات ص۱۵۲ سطر۲)

[اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کو ساری کائنات میں یکتا مانا ہے اسی کو ایک شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

تیرا ثانی بامکان وقوعی ہو نہیں سکتا　　　نفی امکان مطلق کی مگر ہے قول مرتد کا]

۶) ایک جگہ فرماتے ہیں:

وصف نبوت میں بھی یہی تقسیم ہے کہیں ذاتی ہے کہیں عرضی ہے سو جناب رسالتمآب ﷺ کی نبوت تو ذاتی ہے اور سوا آپ کے اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی ہے دلیل نقلی تو اس کیلئے آیۃ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الخ ہے اس لئے کہ سب کی نبوت اگر اصلی ہے تو پھر سب متساوی الاقدام ہیں اس صورت میں مقتضائے حکمت حکیم مطلق یہ تھا کہ کوئی کسی کا تابع و مقتدی نہ ہوتا اقتداء واتباع کو لازم ہے مُقْتَدِی فاعل مُقْتَدیٰ مفعول سے درجہ سافل میں ہو اور اتصاف ذاتی اس بات کو مقتضی ہے کہ سب ایک درجہ میں ہوں۔ (آب حیات ص۱۵۲ سطر۱۲)

۷) ایک جگہ فرماتے ہیں:

یوں نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اس امت کے لوگ انبیاء سابقین علیہم السلام سے مدارج یقین میں فائق ہیں سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ اور ان سب کے بعد حدیث بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ اور حدیث خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ مضامین مسطورہ بالا کی مصدق ہے پر شرط یہ ہے کہ فہم سلیم اور ذہن مستقیم چاہیے (آب حیات ص۱۵۴ سطر۱۸)

[یہاں ایک تو یہ بتایا گیا کہ نبی ﷺ کی آمد سے دین مکمل ہوگیا دوسرے یہ کہ آپ کے آنے سے انبیاء کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا اور رسولوں کا سلسلہ بھی اس سے بڑھ کر ختم نبوت کی تصریح کیا ہوگی]

۸) ایک جگہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

نبی آخر الزمان اور اگلی سطر میں اور باقی انبیاء علیہم السلام (آب حیات ص ۱۵۵ سطر ۱۶، ۱۷)

[یہ عبارت بھی نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی میں صریح ہے]
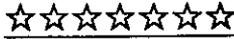
☆☆☆☆☆☆☆☆

إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي

جمالِ قاسمی

از افاضات

حجۃ اللہ علی العالمین شیخ الاسلام

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نار اللہ برہانہ

جسکو

(مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند نے

(اپنے)

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع کیا

﴿تعارف کتاب جمال قاسمی﴾

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس رسالہ میں حضرت نانوتویؒ کے دو مکتوب ہیں جو حضرت مولانا سید جمال الدین دہلویؒ کے خطوط کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمائے ہیں ایک مکتوب میں وحدت وجود کی تشریح ہے اور دوسرے میں سماع موتی کا مسئلہ ذکر کیا گیا ہے۔

مولانا سید جمال الدین دہلویؒ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اپنی بعض تحریروں میں لکھا کہ حضرت نانوتویؒ سے ہم نے سو رسائل ہندسہ۔ ہیئت، فلاحت طبعی، جبر و مقابلہ جرثقیل وغیرہا علوم میں ایک ایک ورق لکھنے کی فرمائش کی تھی واللہ اعلم کہ حضرت نانوتویؒ کو ان رسائل کے لکھنے کا موقعہ پیش آیا یا نہیں اور یہ کہ یہ رسائل کس کے پاس ہیں اسی طرح حضرت مولانا سید فخر الحسن گنگوہیؒ انتصار الاسلام کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اور جناب مولانا کی وہ تحریریں جو زیر طبع اب تک نہیں آئیں اور وہ کوئی سو جز ہوں گے ان کے شائع کرنے پر بندہ نے ہمت باندھی تو ہے خداوند کریم مدد کرے آمین (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۰، ۴۱)

حضرت کی جو تحریریں نہ مل سکیں ان کا فکر کرنے سے زیادہ اس کی ضرورت ہے کہ جو تحریریں دستیاب ہیں ان سے استفادہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے

﴾عبارت از رسالہ جمال قاسمی﴿

حضرتؒ لکھتے ہیں:

ازواج انبیاء کرام علیہم السلام کو نکاح ثانی کی اجازت کا نہ ہونا، اوروں کی ازواج کیلئے اِس اجازت کا ہونا اور اموال انبیاء کرام علیہم السلام میں میراث کا جاری نہ ہونا اور اوروں کے اموال میں جاری ہونا اس پر شاہد ہے کہ ارواح انبیاء کرام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لئے سماع انبیاء علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے اور اسی لئے اُن کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے اور اِس وجہ سے یوں نہیں کہہ سکتے کہ زیارت نبوی ﷺ مثل زیارت مسجد و زیارت مکان ہے اور اسی وجہ سے بحکم لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ وہاں اس اہتمام سے جانا ممنوع ہے بلکہ وہ زیارت مکان نہیں زیارت مکین ہے سو اگر لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلٰی مَسْجِدٍ محذوف نہ ہو بلکہ اِلٰی مَکَانٍ ہی محذوف ہو جنس قریب مستثنیٰ نہیں جنس بعید لیں اور وجہ یہ ہو کہ وجہ ممانعت یہ ہے کہ محنت بے سود ہوگی سو زیارت جملہ مکانات میں خواہ مسجد ہو خواہ کچھ اور سوائے مساجد ثلاثہ جن کا ثواب عظیم ظاہر ہے یہ وجہ برابر ہے تب بھی زیارت نبوی میں کچھ حرج نہیں بلکہ اس ترحم کی امید ہے جس کا نتیجہ مغفرت اور رضوان خداوندی نظر آتا ہے کیونکہ یہ زیارت مکان نہیں زیارت مکین ہے زیادہ کیا عرض کروں (جمال قاسمی ص ۱۶)

[ان الفاظ میں حب نبوی ﷺ کا ظہور تو ہے ہی اس کے ساتھ ساتھ عقیدۂ ختم نبوت بھی سمجھ آتا ہے کیونکہ جو اس عقیدے میں ذرا بھی لچک رکھے گا اسے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شوق نہ ہوگا بلکہ ایسا شخص کسی نئے نبی کی تلاش میں رہے گا مزید تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب آیات ختم نبوت صفحہ ۴۰۷ تا صفحہ ۷۰۷]

تصفیۃ العقائد

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
بانیٔ دارالعلوم دیوبند

وہ مراسلت جو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند اور جناب سر سید احمد خاں صاحب بانی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے مابین عقائد اسلام کے اہم مباحث پر ہوئی آخر میں تقلید و عدم تقلید اور مخرج ضاد پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔

دارالاشاعت
مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

﴿تعارف رسالہ تصفیۃ العقائد﴾

سرسید احمد خان معجزات کا منکر تھا جس کی وجہ سے علماء اس کے خلاف ہو گئے۔ سرسید احمد خان اور حضرت نانوتویؒ کی جو اس موضوع پر جو خط و کتابت ہوئی اس کو تصفیۃ العقائد میں دیا ہوا ہے۔ سرسید احمد خان حضرت نانوتویؒ کا بڑا مداح تھا اپنے خط میں لکھتا ہے اگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لائیں تو میری سعادت ہے میں ان کی کفش برداری کو اپنا فخر سمجھوں گا (تصفیۃ العقائد ص ۵) حضرتؒ کی وفات کے بعد بھی اس نے بہت اچھے الفاظ میں حضرت کی تعریف کی ہے (دیکھئے سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۷۲ تا ۱۷۵)

سرسید احمد خان صاحب نے لکھا تھا کہ میری تحریریں جن کے سبب میں کافر و مرتد ٹھہرا ہوں چند اصول پر مبنی ہیں ان اصولوں کی حقانیت پر سرسید کو اتنا اعتماد تھا کہ کہنے لگا اگر ان میں کوئی غلطی ہے تو باشبہ نصیحت کارگر ہوگی ورنہ ایسا نہ ہو کہ ناصح ہی مجھ سے ہو جاویں (از تصفیہ ص ۵) پھر اس نے اپنے پندرہ اصول لکھے۔ واقعی ان اصولوں کو پڑھ کر عام آدمی یہ کہے گا کہ بالکل درست ہے مگر حضرت نانوتویؒ نے ایک ایک اصول پر علمی گرفت کی جو بات درست ہے اس کو ثابت کیا اور جس میں غلطی تھی وہاں اس کی غلطی کو واشگاف کر دیا۔ مثلاً سرسید احمد خان نے لکھا۔

اصل اول : خدائے واحد ذوالجلال ازلی و ابدی خالق و صانع تمام کائنات کا ہے (تصفیۃ العقائد ص ۵) حضرت نانوتویؒ نے اس کو تسلیم کرتے ہو۔۔ بڑ علمی انداز میں عجیب شرح کی جس میں یہ بھی لکھا تھا : کون نہیں جانتا کہ وجود ممکنات مستعار و عرضی ہے جس کیلئے معطی اور موصوف بالذات وہی موجود برحق ہے اور ظاہر ہے کہ صفات عرضیہ عین حالت عروض میں موصوف بالذات کے قبضہ میں رہتی ہیں نکل نہیں جاتیں دیکھ لیجئے وقت تنویر ارض بھی نور، آفتاب ہی کے قبضہ میں رہتا ہے نکل نہیں جاتا الخ (تصفیۃ العقائد ص ۱۰) تفصیل کیلئے اگلے صفحات کا مطالعہ کریں یا اصل کتاب تصفیۃ العقائد کو دیکھیں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿عبارات کتاب تصفیۃ العقائد﴾

۱)　ایک جگہ فرماتے ہیں:

کلام خداوندی اور کلام نبوی ﷺ جیسے مخالف حقیقت اور مخالف واقع نہیں ہو سکتا ایسے ہی حقیقت اور واقع کے دریافت کرنے کی صورت اس سے بہتر کوئی نہیں کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے کلام کی طرف رجوع کیا جائے سو اگر کوئی طریقہ در بارہ اخبار واقع وحقیقت مخالف کلام اللہ اور احادیث صحیحہ ہو تو کلام اللہ اور احادیث کے وسیلہ سے اس کی تغلیط کر سکیں گے پر کلام اللہ اور احادیث کی تغلیط اس طریقہ کے بھروسے سے نہیں کر سکتے (تصفیۃ العقائد ص۱۰)

[اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کے دل میں قرآن وحدیث کی کس قدر عظمت تھی سر سید نے خط میں یہ بات کہی تھی کہ قرآن وحدیث کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہونی چاہئے (تصفیۃ العقائد ص۵) حضرت نانوتویؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں اس کا جواب دیا۔ حضرت کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عقل کی کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہونی چاہیے سر سید عقل کو قرآن وحدیث سے اوپر رکھتا تھا حضرت فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث کا درجہ اوپر ہے عقل کو ان کے ماتحت کرو]

۲)　نیز فرماتے ہیں:

غرض عقل کی بات یہ ہے کہ کلام اللہ اور احادیث صحیحہ نمونہ صحت اور سقم دلائل عقلیہ سمجھے جائیں نہ برعکس۔ علیٰ ھذ القیاس مضمون متبادر کلام اللہ وحدیث کو جو باعتبار قواعد صرف ونحو بدلالت مطابقی سمجھے جاتے ہوں اصل مقرر کر کے دلائل عقلیہ کو اس پر مطابق کریں اگر کھچ کھچا کر بھی مطابق آجائے تو فبہا ورنہ قصور عقل سمجھیں یہ نہ ہو کہ اپنے خیالات واوہام کو اصل سمجھیں اور لام اللہ وحدیث کو کھینچ تان کر اُس پر مطابق کریں (تصفیۃ العقائد ص۱۰)

[س عبارت میں بھی حضرت نانوتویؒ نے اسی مضمون کو پختہ کیا کہ عقل کو قرآن وحدیث کے تابع

کروقرآن وحدیث کوعقل کے ماتحت نہ کیا جائے گا کیونکہ عقل کوقرآن وحدیث کا خادم بننا چاہئے ہے نہ کہ برعکس]

۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

واقعی مخالف کلام اللہ نہ کسی محدث کا قول معتبر ہے نہ کسی مفسر کا بلکہ خود حدیث اگر مخالف کلام اللہ ہوتو موضوع سمجھی جائیگی مگر تخالف وتوافق کا سمجھنا ہم جیسوں کا کام نہیں اس کے لئے تین علموں کی ضرورت ہے ایک توعلم یقینی معانی قرآنی دوسرے علم یقینی معنی قول مخالف تیسرے علم یقینی اختلاف۔ جس کو یہ منصب خدا عطا کرے اس کے بڑے نصیب اور جاہل اور نیم ملا اس میں ٹانگ اڑانے لگے توان کا یہ دخل بے جا ایسا ہی ہوگا جیسے کسی طبیب حاذق کی بات میں کسی نادان یا نیم حکیم کا دخل ہوایسے ہی محدث اور مفسر سے مخالفت غرض قرآنی بوجہ خطا ونسیان ممکن ہے پر ہم سے جاہل یا ہم سے نیم ملا کا یہ منصب نہیں کہ ہم بھی اس کو دریافت کرسکیں الخ (تصفیۃ العقائد ص ۱۱)

[سرسید احمد خان نے یہ کہا تھا کہ قرآن کے خلاف کسی مفسر یا محدث کا قول قابل تسلیم نہیں (تصفیۃ العقائد ص ۶) حضرت نانوتویؒ نے اس کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ باتیں ارشاد فرمائیں]

۴) ایک جگہ فرماتے ہیں:

خداوند کریم بالذات مطاع ہے اور انبیاء بوجہ رسالت اور علماء بوجہ تبلیغ رسالت غرض خدا کو بمنزلہ بادشاہ سب کا افسر سمجھو اور انبیاء کو بمنزلہ وزراء یا نواب جن کی حکومت مستقل نہیں ہوتی بلکہ عطاء بادشاہی اور مستعار ہوتی ہے جب چاہے چھین لے اور حکام ماتحت جو زیر حکم وزراء اور نواب ہوا کرتے ہیں وہ اور بھی نیچے کے سبہ میں ہوتے ہیں کیونکہ وہ انہیں وزراء اور نواب کے نائب ہوکر حکمرانی کیا کرتے ہیں بہرحال بعد خدا بالذات مطاع وحاکم کوئی نہیں اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ مگر ہاں اتنا فرق ہے کہ انبیاء کا مطاع ہونا اگرچہ بالعرض نہ ہو بوجہ تیقن رسالت یقینی ہوتا ہے ....فقط ایک ثبوت کی ضرورت ہے اور علماء واولیاء کی اول تو اس عہدہ نیابت میں کلام...... ......الی ان قال............ اگر کسی کا قول وفعل بلا سند معلوم قابل تسلیم نہیں توان راویوں کا یہ کہنا کہ

روایت قول خداوندی ہے یا قول نبوی ﷺ کیونکر قابل تسلیم ہوسکتا ہے اگر وجہ صداقت ظن صحت اور حسن ظن ہے تو فقہاء اور علماء نے کیا گناہ کیا ہے ان کے ساتھ بھی حسن ظن چاہئے اگر ان کے قول کیلئے ہم کو سند معلوم نہیں تو در باب وجود ماخذ اقوال فقہاء اور علماء ربانی راویان حدیث سے استحقاق حسن ظن میں کم نہیں غرض فقہاء در باب اقوال مستخرجہ دو منصب رکھتے ہیں ایک تو یہی کہ منصب استخراج واستنباط دوسرے منصب روایت یعنی یہ کہنا کہ اس حکم کیلئے کوئی ماخذ ہے الخ

(تصفیۃ العقائد ص ۱۲، ۱۳)

[سرسید نے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کا قول دینی امور میں قابل تسلیم نہیں ہے چونکہ اس سے خود رائی کا دروازہ کھلتا ہے اس طرح تو ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق دین کی شرح کرے گا حضرت نانوتوی نے اس اصل کی اصلاح کرتے ہوئے یہ باتیں ارشاد فرمائیں]

۵) <u>ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

علی ھذا القیاس یہ کہنا کہ دوسروں کے قول کو قابل تسلیم سمجھنا شرک فی النبوۃ ہے علی الاطلاق درست نہیں یہ بات جب ہے کسی دوسرے کو قطع نظر اتباع نبوی ﷺ ایسا سمجھے کہ اس کا قول وفعل بہرنہج واجب الاتباع ہے سو اس قسم کا معاملہ اگر کسی شخص کے ساتھ کرے جیسا کہ تابعان رسوم آباء بمقابلہ سنن مرسلین باوجود تیقن ثبوت سنت ویقین بے سندی رسوم آباء کیا کرتے ہیں وہ شخص بلاشبہ مصداق شرک فی النبوۃ ہے اگر اپنے آباء کے ساتھ یہ عقیدہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کے پیروؤں کو ہونا چاہئے تب تو وہ لوگ شرک حقیقی اور کافر تحقیقی ہیں ورنہ خوف تشنیع ابناء روزگار اگر فقط باعث اتباع رسوم ہے تو اس صورت میں ایک ضعیف سا ایمان اس شرط پر متصور ہے کہ انبیاء وقت کے ساتھ اعتقاد کما ینبغی رکھتا ہے (تصفیۃ العقائد ص ۱۴)

[حضرت اس عبارت میں ایک طرف منکرین کو فقہاء کی عظمت سمجھا رہے ہیں تو دوسری طرف تقلید میں غلو کرنے والوں کی بھی اصلاح کو نہیں چھوڑتے۔ ہم ائمہ کی جو تقلید کرتے ہیں قرآن وحدیث پر عمل کے لئے ہی کرتے ہیں ہم ان کو رکوع سجدہ تو نہیں کرتے ہم خدانخواستہ ہرگز قرآن وحدیث

کے مقابل ائمہ کی تقلید نہیں کرتے ایک مرتبہ ایک شخص مجھے کہنے لگا کہ نبی کریم ﷺ کے مقابل امام ابوحنیفہؒ کی بات کو لینا نا جائز ہے میں نے کہا ہم نبی کریم ﷺ کی بات کے مقابل امام ابوحنیفہؒ امام بخاریؒ یا کسی بھی آدمی کی بات کو لینا کفر و شرک سمجھتے ہیں مگر تو بتا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ﴿وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا﴾ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو تم لوگ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے کہنے لگا یہ بات لمبی ہے الغرض ہمارے علماء ہرگز نبی کریم ﷺ کے مقابل کسی کی بات کو نہیں لیتے بلکہ اس کو کفر و شرک مانتے ہیں مزید تفصیل کیلئے دیکھئے راقم کی کتاب اساس المنطق حصہ اول ص ۱۶۴ وغیرہ، حصہ دوم ص ۳۴۸ وغیرہ]

۶) ایک جگہ فرماتے ہیں:

یہ بات تو مسلم کہ اطاعت نبوی ﷺ دین میں ضرور ہے لیکن اگر احکام دین اقوال نبوی ﷺ کا ہی نام ہے تو پھر معلوم نہیں کہ اس تفریق کے کیا معنی ہوں گے کہ در باب اتباع دین تو ہم مجبور ہیں در بار امور دنیاوی مجاز ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک امر ہوتا ہے ایک مشورہ ہوتا ہے الخ ۔۔۔ بہر حال امر نبوی ﷺ جس مرتبہ میں ہو واجب الاتباع یا مستحب الاتباع ہوگا ہاں مشورہ نہ واجب الاتباع ہے نہ مستحب الاتباع البتہ مقتضاء ادب یہ ہے کہ آپ کے مشورہ کو بھی اوروں کے مشورہ پر مقدم جانے کہ اول تو مشورہ میں لحاظ کمال عقل ہی پر ہوتا ہے فقط تجربہ کاری پر نہیں ہوتا سو اس کمال میں ظاہر ہے کہ انبیاء کیسے کامل ہوتے ہیں دوسرے اتباع کسی مقدمہ میں کیوں نہ ہو موجب خوشنودی خاطر متبوع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ خوشنودی خاطر انبیاء کرام کیا کچھ مثمر برکات ہوسکتی ہے۔ (تصفیۃ العقائد ص ۱۵، ۱۶)

[سرسید نے یہ کہا تھا کہ دینی امور میں ہم پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ضروری ہے دنیوی امور میں نہیں (تصفیۃ العقائد ص ۶) اس کے جواب میں حضرت نانوتویؒ نے یہ بات ارشاد فرمایا]

۷) ایک جگہ فرمایا:

احکام منصوصہ کے یقینی اور اجتہادی کے ظنی ہونے میں کسے کلام ہوسکتا ہے اگر ہوگا تو

اس امر میں ہوگا کہ کونسا منصوص ہے کونسا نہیں اور کونسا اجتہادی ہے کونسا نہیں۔ اور یہ اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ بسا وقات اکثر آدمی بوجہ قلت تفکر بعض امور کو منصوص خیال کر لیتے ہیں حالانکہ وہ منصوص نہیں ہوتے (تصفیۃ العقائد ص ۱۶)

[سرسید نے کہا تھا کہ احکام منصوصہ یقینی اور غیر منصوصہ ظنی ہیں (تصفیۃ القائد ص ۶) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی]

<u>۸)</u> <u>ایک جگہ منکرین کو فقہاء کی عظمت سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:</u>

صلوۃ وقت طلوع وغروب اور صوم عیدین اور صیام ایام تشریق بالیقین فی حد ذاتہ حسن ہیں پر بوجہ اقتران وقت معلوم قبح عارض ہو گیا علی ھذا القیاس قتال بنی آدم اور خدعہ فی الحرب جن کے تسلیم سے معتقدان قرآن وحدیث کو چارہ نہیں فی حد ذاتہ قبیح ہیں بوجہ اقتران وانضمام اعلاء کلمۃ اللہ حسن عارض ہو جاتا ہے (تصفیۃ العقائد ص ۲۰)

<u>۹)</u> <u>نیز فرماتے ہیں:</u>

احکام یقینیہ کو یقیناً دین سمجھنا چاہئے اور احکام ظنیہ کو ظناً کہنا چاہئے بہر حال اطلاق دین دونوں پر چاہئے پر فرق مراتب علم کے لئے یقین وظن کی قید کا اضافہ ضروری ہے۔ (تصفیۃ العقائد ص ۲۵)

[سرسید نے کہا تھا کہ احکام دین صرف یقینی احکام کا نام ہے (تصفیۃ العقائد ص ۷) حضرت نانوتویؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں]

<u>۱۰)</u> تصفیۃ العقائد کے صفحہ ۳۶ تا صفحہ ۴۲ میں سرسید احمد خان کے نام حضرت نانوتویؒ کا ایک اور مفصل مکتوب جوان کے ایک خط کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ حضرت کے مکتوب سے پتہ چلتا ہے کہ سرسید صاحب نے آسمانوں کی تعداد ان کی مسافت ان کے دروازوں کے بارے میں اسی طرح اثر ابن عباس وغیرہ کے بارے میں ہی کچھ اعتراضات اٹھائے تھے جس کو علامہ ذہبی جیسے محدثین نے سند کے اعتبار سے صحیح کہا ہوا ہے اب اگر اس اثر کے ظاہر کو مانا جائے تو عقیدۂ ختم

نبوت کا انکار ہے اور اگر اس کا انکار کیا جائے تو صحیح الاسناد اثر کے انکار سے منکرین حدیث کو خوش کرنے والی بات ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے ایسا جواب ارشاد فرمایا جس سے یہ اثر عقیدۂ ختم نبوت کے معارض نہ رہا۔(۱) الغرض حضرت نانوتویؒ سرسید کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

جناب سید صاحب اپنا تو یہ مشرب ہے اور آپ غور فرمائیں گے تو آپ بھی ان شاء اللہ ہماری ہی راہ لیں گے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تعلیم زبان ولغت کے لئے تشریف نہیں لائے بلکہ اسی زبان کے محاورات میں امتیوں کو تعلیم فرمایا ہے جو ان کی اصلی زبان ہوتی ہے.......... علی

---

(۱) سورۃ الطلاق آیت نمبر۱۲ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ نے سات زمینیں پیدا کیں ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح آدم، تمہارے نوح کی طرح نوح تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم اور عیسی کی طرح عیسی اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں صَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ سند کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہے (فتح الباری ج٦ ص٢٩٣) اس روایت کی بابت حضرت نانوتویؒ سے پوچھا گیا آپ نے تحذیر الناس میں اس کا مفصل جواب دیا حضرت کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتمیت کی تین قسمیں ہیں رتبی، زمانی اور مکانی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تین طرح کی خاتمیت عطا فرمائی۔ خاتمیت رتبی تو اس طرح کہ آپ کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے نہ کوئی آپ سے اعلیٰ ہے اور نہ کوئی آپ کے برابر۔ خاتمیت زمانی اس طرح کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے بعد ہے آپ کے بعد تو کجا آپ کے زمانے میں بھی کوئی اور نبی نہیں۔ اور مکانی اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کو جس زمین پر بھیجا گیا وہ زمین باقی زمینوں سے اعلیٰ ہے۔ مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے اس اثر کے مطابق دوسری زمینوں میں اگر انبیاء ہوں اور ہر زمین میں ان کا کوئی خاتم ہو تو نہ وہ ہمارے نبی ﷺ کے مرتبہ کو پا سکیں اور نہ آپ کے ہمعصر یا آپ کے بعد ہوئے۔ انبیاء کرام کے خاتم مطلق ہمارے نبی ﷺ ہی ہیں حضرتؒ کی اس تحقیق کے مطابق یہ آیت کریمہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذلک۔ اس جواب کی خط کشیدہ عبارت میں حضرت نے تحذیر الناس کا ذکر کیا ہے۔

ھذا القیاس ابواب اوراعداد مثل **خمس مائة** اور **ستین** اور **سبعون** وغیرہ الفاظ سے معانی وہی مراد لئے جائیں جو معانی عرب کے لوگ ان سے مراد لیتے ہیں بایں خیال کہ میرے یا تمہارے خیال میں یہ باتیں اور مضامین محض بیفائیدہ سمجھ میں آئے ہوں ان معانی میں انحراف نہ چاہئے.........اس لئے کلام شارع میں جس امر کی خبر یا جس حقیقت کے اثر کا ذکر ہو ہم کو بے تامل ماننا ضرور ہے.........بہرحال نہ اپنے خیال کا وہ اعتبار ہے نہ کسی تاریخ کا وہ اعتبار ہے جس قدر حدیث ضعیف کا اعتبار ہونا چاہئے اور اگر کسی امام نے قیاس کو حدیث ضعیف سے بڑھ کر بھی سمجھا ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ قیاس ماخوذ حدیث صحیح یا متواترات سے ہوتا ہے اس صورت میں حدیث ضعیف سے قیاس بڑھ کر نہ رہا وہ حدیث صحیح یا متواترات اس سے بڑھ کر رہے ....یا آسمانوں میں دروازوں کا ہونا منجملہ ممتنعات ہے یا سات زمینیں مثل سات توپ کے گولوں کے جدی نہیں بنا سکتا یا ان کے بیچ میں پان پانسو برس کا فاصلہ نہیں رکھ سکتا یا ان میں آبادی نہیں ہوسکتی؟ ممکن اور محال کی تعریف کو ان امور پر مطابق کر کے دیکھئے معلوم نہ ہو تو پوچھئے ہاں اتنی گذارش ملحوظ رہے کہ محال وممکن کی تعریف کسی کسی کو معلوم ہے یہی وجہ ہوئی کہ بڑے، بڑے آدمی اکثر ممکنات کو محال سمجھ بیٹھے.........نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ لفظ خاتم النبیین سے یہ بات بالیقین سمجھنی ضرور ہے کہ عالم میں، اس زمین میں کوئی نبی ہو یا کسی اور زمین میں سب آفتاب ذات محمدی ﷺ سے ایسی طرح مستفید ہیں جیسے آفتاب سے آئینہ **مُسْتَنِیْرَہ یاقَمَرِ مُنِیْر** ....آفتاب پر سیر ختم ہو جاتی ہے نہ نہیں کہہ سکتے کہ آفتاب کا نور کہیں اور سے اسی طرح آیا ہے ایسے ہی اور انبیاء کی نبوت تو آپ کی نبوت کا پرتو ہے پر آپ کی نبوت پر قصہ ختم ہو جاتا ہے اور اس بات کو آپ کے دین کا ناسخ الادیان اور آخر الادیان ہونا ایسی طرح لازم ہے جیسے آفتاب کے نور کا اور انوار کو محو کر دینا یا کھیتی میں بال کا سب میں پیچھے ظاہر ہونا اس بات کی زیادہ تحقیق مطلوب ہو تو رسالہ تحذیر الناس مولفہ احقر مطبع صدیقی بریلی سے منگا دیکھئے۔ اس وقت اور نبیوں میں جو انبیاء آپ کے مشابہ ہوں گے ان کی مشابہت ایسی ہوگی جیسے عکس آفتاب جو آئینہ میں ہوتا ہے ہو بہو

آفتاب کے مشابہ ہوتا ہے اور پھر سب جانتے ہیں کہ آفتاب اصل ہے اور عکس آفتاب اسی کا پرتو .... یہ بات کہ ان دروازوں میں کنڈے زنجیر بھی ہیں یا انگریزی کھٹکے ہیں اور ایسی ہی یہ بات کہ کواکب تمام بالذات روشن ہیں یا بالعرض یہ ساری باتیں ہماری توجہ...... کے قابل نہیں ہیں کیونکہ امکان ہر طرح کا ہے اور مخبر صادق کی طرف سے کوئی تصریح نہیں (تصفیۃ العقائد ص ۴۲)

[حضرت نانوتویؒ نے اس جواب کے اندر بھی خاتم النبیین کے معنی جیسے اعلیٰ اور آخری نبی کے بیان کئے ہیں اس طرح کہ نبی کریم ﷺ کو سورج سے دیگر انبیاء کو چاند سے تشبیہ دے کر بھی آپ کی افضلیت کو سمجھایا ہے پھر خط کشیدہ عبارت میں نبی کریم ﷺ کے دین کو ناسخ الادیان اور آخر الادیان لکھا ہے جب آپ کا دین آخری ہے تو آپ آخری نبی بھی ہوئے وللہ الحمد علیٰ ذلک]

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

سرسید مرحوم کی نظر میں

[یہ تاثرات سوانح قاسمی ج ۳ص ۱۷۲ تا ص ۱۷۵ سے نقل کئے گئے ہیں۔ راقم]

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی وفات پر سرسید مرحوم نے "علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ" کی اشاعت مورخہ ۲۴ر اپریل ۱۸۸۰ء میں ایک مضمون لکھا تھا اس مضمون میں حضرت نانوتویؒ کے متعلق سرسید نے اپنے تاثرات کا جن الفاظ میں اظہار کیا ہے وہ الفاظ معاصرانہ چشمک سے مبرا ہونے کے علاوہ حضرت نانوتویؒ کے علم وعمل اور صلاح وتقوی کا جو مقام متعین کرتے ہیں اس کے متعلق یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ وہ عقیدتمندانہ جذبات کے غلو سے قطعاً پاک ہیں۔

کسی ایسے شخص کا اپنے کسی ایسے معاصر کے بارے میں اظہار رائے کرنا جو اس شخص کے عقائد وافکار اور رُجحانات سے شدید اختلاف رکھتا ہو ظاہر ہے کہ کس بے لاگ حیثیت کا حامل ہوسکتا ہے یہ حضرات ایک دوسرے کو ذاتی حیثیت سے کس نظر سے دیکھتے تھے اس کا اندازہ "تَصْفِیَۃُ الْعَقَائِد" کی اس مراسلت سے ہوسکتا ہے جو ان حضرات کے مابین ہوئی ہے اس مراسلت میں سرسید اپنے ایک دوست (منشی محمد عارف) کو خط میں لکھتے ہیں:

اگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لاویں تو میری سعادت ہے میں ان کی کفش برداری کو اپنا فخر سمجھوں گا (تصفیۃ العقائد صفحہ ۳ مکتوب سرسید بنام منشی محمد عارف)

متذکرہ بالا مکتوب کے جواب میں سرسید کے ان ہی دوست کو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا تھا کہ:

ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ سنی سنائی سید صاحب (سرسید) کی اولو العزمی اور دردمندی اہل اسلام کا معتقد ہوں اور اس وجہ سے ان کی نسبت اظہار محبت کروں تو بجا ہے مگر اتنا یا

اس سے زیادہ اُن کے فسادِ عقائد کو سن کر اُن کا شاکی اور اُن کی طرف سے رنجیدہ خاطر ہوں
(تصفیۃ العقائد صفحہ ۶ مکتوب سرسید بنام منشی محمد عارف)

اس مختصر تقریب کے بعد سرسید کا متذکرہ صدر مضمون درج ذیل ہے:

افسوس ہے کہ جناب ممدوح (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ) نے ۱۵ر اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیق النفس کی بیماری میں بمقام دیوبند انتقال فرمایا، زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا لیکن ایسے شخص کیلئے رونا جس کے بعد کوئی اس کا جانشین نظر نہ آوے نہایت رنج اور غم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دلّی کے علماء میں سے بعض لوگ جیسے کہ اپنے علم و فضل اور تقوی اور ورع میں معروف اور مشہور تھے ویسے ہی نیک مزاجی اور سادہ وضعی اور مسکینی میں بھی بے مثل تھے۔ لوگوں کو خیال تھا کہ بعد جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب کے کوئی شخص اُن کی مثل اِن تمام صفات میں پیدا ہونے والا نہیں ہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے اپنی کمال نیکی اور دینداری اور تقوی اور ورع اور مسکینی سے ثابت کر دیا کہ اس دلّی کی تعلیم و تربیت کی بدولت مولوی محمد اسحٰق صاحب کی مثل اور شخص کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے بلکہ چند باتوں میں اُن سے زیادہ۔

بہت لوگ زندہ ہیں جنہوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کو نہایت کم عمر میں دلّی میں تعلیم پاتے دیکھا ہے۔ انہوں نے جناب مولوی مملوک علی صاحب مرحوم سے تمام کتابیں پڑھی تھیں ابتداء ہی سے آثارِ تقوی اور ورع اور نیک بختی اور خدا پرستی کے ان کے اوضاع اور اطوار سے نمایاں تھے اور یہ شعر ان کے حق میں بالکل صادق تھا

بالائے سرش زہوشمندی   مے تافت ستارۂ بلندی

زمانہ تحصیل علم میں جیسے وہ ذہانت اور عالی دماغی اور فہم و فراست میں معروف و مشہور تھے ویسے ہی نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زدِ اہل فضل و کمال تھے ان کو جناب مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی صحبت نے اتباع سنت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

کے فیض صحبت نے ان کے دل کو ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا دل بنا دیا تھا خود بھی پابند شریعت اور سنت تھے اور لوگوں کو بھی پابند شریعت اور سنت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے بایں ہمہ عام مسلمانوں کی بھلائی کا بھی ان کو خیال تھا انہیں کی کوشش سے علوم دینیہ کی تعلیم کیلئے نہایت مفید مدرسہ دیوبند میں قائم ہوا ، اور ایک نہایت عمدہ مسجد بنائی گئی علاوہ اس کے چند مقامات میں بھی ان کی سعی اور کوشش سے مسلمانی مدرسے قائم ہوئے۔ وہ کچھ خواہش پیر و مرشد بننے کی نہیں کرتے تھے لیکن ہندوستان اور خصوصا اضلاع شمال و مغرب میں ہزار ہا آدمی ان کے معتقد تھے اور ان کو اپنا پیشوا اور مقتدا جانتے تھے۔

مسائل خلافیہ میں بعض لوگ اُن سے ناراض تھے اور بعضوں سے وہ ناراض تھے مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے ہم مولوی محمد قاسم مرحوم کے کسی فعل کو خواہ کسی سے ناراضی کا ہو خواہ کسی سے خوشی کا، کسی طرح ہوائے نفسانی یا ضد یا عداوت پر محمول نہیں کر سکتے۔ اُن کے تمام کام اور افعال جس قدر کہ تھے بلا شبہ للّٰہیت اور ثواب آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق اور سچ سمجھتے تھے اُس کی پیروی کرتے تھے ان کا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے واسطے تھا اور کسی سے خوش ہونا بھی صرف خدا کے واسطے تھا کسی شخص کو مولوی محمد قاسم اپنے ذاتی تعلقات کے سبب اچھا یا برا نہیں جانتے تھے بلکہ صرف اس خیال سے کہ وہ برے کام کرتا ہے یا بری بات کہتا ہے خدا کے واسطے برا جانتے تھے مسئلہ حب للہ اور بغض للہ کا خاص ان کے برتاؤ میں تھا ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھیں ہم اپنے دل سے اُن کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو، بلا شبہ نہایت محبت کے لائق ہے۔ اِس زمانہ مین سب لوگ تسلیم کرتے ہیں اور شاید وہ لوگ بھی جو ان سے بعض مسائل میں اختلاف کرتے تھے تسلیم کرتے ہوں گے کہ مولوی محمد قاسم اِس دنیا میں بے مثل تھے اُن کا پایہ اِس زمانہ میں شاید معلومات علمی میں شاہ عبد العزیزؒ سے کچھ کم ہو الا اور تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا۔ مسکینی اور نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر ان کا پایہ مولوی محمد اسحاق سے بڑھ کر نہ تھا، تو کم بھی نہ تھا درحقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی

خصلت کے شخص تھے اور ایسے شخص کے وجود سے زمانہ کا خالی ہو جانا اُن لوگوں کیلئے جوان کے بعد زندہ ہیں نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔

افسوس کہ ہماری قوم بہ نسبت اس کے کہ عملی طور پر کوئی کام کرے زبانی عقیدت اور ارادت بہت زیادہ ظاہر کرتی ہے ہماری قوم کے لوگوں کا یہ کام نہیں کہ ایسے شخص کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد صرف چند کلمے حسرت وافسوس کے کہہ کر خاموش ہو جائیں یا چند آنسو آنکھ سے بہا کر اور رومال سے پوچھ کر چہرہ صاف کرلیں بلکہ ان کا فرض ہے کہ ایسے شخص کی یادگاری کو قائم رکھیں۔

دیوبند کا مدرسہ ان کی نہایت عمدہ یادگاری ہے اور سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسی کوشش کریں کہ وہ مدرسہ ہمیشہ قائم اور مستقل رہے اور اُس کے ذریعہ سے تمام قوم کے دل پر اُن کی یادگاری کا نقش جما رہے۔

(نقل باصلہ از علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

مؤرخہ ۲۴/اپریل ۱۸۸۰ء صفحہ ۴۶۷،۴۶۸)

تعز من تشاء وتذل من تشاء

مع اضافات

تقریر دلپذیر

مکمل

از افاضات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم

رحمۃ اللہ علیہ

جس کو

مولوی سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ نے

اپنے

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع کیا

﴿تعارف کتاب تقریر دلپذیر﴾

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ کتاب حضرت نانوتویؒ کی بے مثال اور عجیب وغریب کتاب ہے افسوس کہ یہ کتاب حضرت مکمل نہیں کرسکے یہ اُردو زبان میں ہے، تمام عقائدِ دینیہ اُصولیہ وفروعیہ کو عقلی استدلال سے قریب الفہم کردیا ہے اِس طرح کہ اگر کوئی غیر متعصب غیر مسلم بھی اس کو پڑھے گا تو اسلام کے نظام عقائد کو برحق ہی سمجھے گا........... اِس کتاب کی ابتداء میں حضرت نانوتویؒ بنظرِ خیر خواہی خلائق سب اہل مذاہب خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو، یہود، نصاری، مجوس، آتش پرست وغیرہ سب کی خدمت میں دین اسلام کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور عقل سلیم رکھنے والے سب حضرات سے درخواست کی ہے کہ تعصب کو برطرف رکھتے ہوئے ایک بار اِس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھیں اگر حق وباطل کی تمیز ہوجائے تو اس کو قبول کریں نہیں تو اصلاح کریں [دیکھئے تقریر دل پذیر ص۲،۳]

پھر وجود صانع توحید صفات سے لے کر تمام اعتقادی مسائل کا عقلی ثبوت عمدہ تمثیلات سے بیان فرمایا ہے اور عقلیات کے اماموں کے باطل نظریات کی پرزور تردید فرمائی ہے۔ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۳۱)

﴿عبارت از کتاب تقریر دلپذیر﴾

کتاب کے خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرماتے ہیں:

سو ہزاروں رحمتیں اُن کی جان پاک پر کہ آپ بچے اور اوروں کو بچایا اور بہکے ہوؤں کو سیدھا راستہ دکھایا، خصوصاً اُس پر جو ان سب میں بمنزلہ آفتاب کے ستاروں میں ہو اور اُس پر جو اس کی پیروں میں اور یاروں میں ہو۔ (تقریر دلپذیر ص۲)

[اس عبارت میں حضرتؒ نے سب انبیاء کرام اور اُن کے ماننے والوں پر درود بھیجا اور خط کشیدہ عبارت میں۔ جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ایسی مدح کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی نبوت سب انبیاء کرام کی نبوت کی اصل ہے۔ اور جیسے سورج کے طلوع ہونے کے بعد ستاروں کی روشنی کی ضرورت نہیں اسی طرح آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں]

إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي

حُجّۃُ الاسلام

سنہ ۱۳ ھ ۵۷

(ازافاضات)

حجۃ اللہ علی العالمین شیخ الاسلام

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب انار اللہ برہانہ

(باضافۂ عنوانات)

شیخ الہند حضرت مولانا و مرشدنا محمود الحسن قدس اللہ سرہ

(باہتمام)

احقر محمد علی مینیجر کتب خانہ امدادیہ دیوبند نے

دہلی میں طبع کراکر

کتب خانہ امدادیہ دیوبند سے شائع کیا

خطبہ از حضرت شیخ الہند محمود حسنؒ   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ واتباعہ واحبابہ وعلماء امتہ الواصلین الی مدارج الحق الیقین ! بندہ محمود حمد وصلوۃ کے بعد طالبان معارف الٰہیہ اور دلدادگان اسرار ملت حنفیہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ سنہ ۱۸۷۶ء میں پادری نولس صاحب اور منشی پیارے لال صاحب ساکن موضع چاند اپور متعلقہ شاہجہانپور نے باتفاق رائے جب ایک میلہ بنام میلہ خدا شناسی موضع چاندا پور میں مقرر کیا اور اطراف وجوانب میں اس مضمون کے اشتہار بھجوائے کہ ہر مذہب کے علماء آئیں اور اپنے اپنے مذہب کے دلائل سنائیں۔

تو اس وقت معدن الحقائق مخزن الدقائق مجمع المعارف مظہر اللطائف جامع الفیوض والبرکات قاسم العلوم والخیرات سیدی ومولائی حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب متعنا اللہ بعلومہ ومعارفہ نے اہل اسلام کی طلب(۱) پر میلہ مذکور کی شرکت کا ارادہ ایسے وقت مصمم فرمایا کہ تاریخ مباحثہ یعنی ۷رمئی سر پر آ گئی تھی چونکہ یہ امر بالکل معلوم نہ تھا کہ تحقیق مذاہب اور بیان دلائل کی کیا صورت تجویز کی گئی ہے اعتراضات وجوابات کی نوبت آئیگی یا زبانی اپنے اپنے مذہب کی

---

(۱)   اس مباحثے سے چند باتیں معلوم ہوئیں [۱] بریلی اور اس کے اطراف کے مسلمانوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ آپ کو اس میں شمولیت کی دعوت دی (میلہ خدا شناسی ص ۸، ۹ سوانح عمری ص ۱۵ طبع مکتبہ رشیدیہ لاہور) [۲] مسلمانوں نے آپ کو کفر کے مقابلہ میں اسلام کو سچا ترجمان تسلیم کیا [۳] کافروں نے بھی آپ کو مسلمانوں کا بڑا عالم مانا [۴] آپ کی جیت کو اسلام اور مسلمانوں کی جیت مانا گیا [۵] آپ نے ان مباحثوں میں جابجا عقیدۂ ختم نبوت کو بیان کیا اور یہ ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہ ہوگا اب نجات صرف اور صرف نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے میں اور آپ کی اتباع میں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت نانوتویؒ نہ صرف یہ کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانتے تھے بلکہ آپ اس عقیدے کے بہت بڑے مبلغ تھے۔

حقانیت بیان یا بیانات تحریری ہر کسی کو پیش کرنے پڑیں گے تو اسی لئے بہ نظر احتیاط حضرت مولانا قدس اللہ سرہ کے خیال مبارک میں یہ آیا کہ ایک تحریر جو اصول اسلام اور فروع ضروریہ بالخصوص جو اس مقام کے مناسب ہوں سب کو شامل ہو حسب قواعد عقلیہ منضبط ہونی چاہئے جس کی تسلیم میں عاقل منصف کو کوئی دشواری نہ ہو اور کسی قسم کے انکار کی گنجائش نہ ملے چونکہ وقت بہت تنگ تھا اس لئے نہایت عجلت کے ساتھ غالباً ایک روز کامل اور کسی قدر شب میں بیٹھ کر ایک تحریر جامع تحریر فرمائی۔ جلسہ مذکورہ میں تو مضامین مندرجہ تحریر مذکورہ کو زبانی ہی بیان فرمایا اور دربارۂ حقانیت اسلام جو کچھ بھی فرمایا وہ زبانی ہی فرمایا اور اسی لئے تحریر مذکور کے سنانے کی حاجت اور نوبت ہی نہ آئی چنانچہ مباحثہ مذکورہ کی جملہ کیفیت بالتفصیل چند بار طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے مگر جب اس مجمع سے بحمد اللہ نصرت اسلام کا پھریرا اڑاتے ہوئے حضرت مولانا المعظم واپس تشریف لائے تو بعض خدام نے عرض کیا کہ تحریر جو جناب نے تیار فرمائی تھی اگر مرحمت ہو جائے تو اس کو مشتہر کر دینا نہایت ضروری اور مفید نظر آتا ہے یہ عرض مقبول ہوئی اور تحریر مذکور متعدد مرتبہ طبع ہو کر اس وقت تک تسکین بخش قلوب اہل بصیرت اور نور افزائی دیدۂ اولی الابصار ہو چکی ہے اور مولانا مولوی فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے مضامین کے لحاظ سے اس کا نام حجۃ الاسلام تجویز فرما کر اول بار شائع فرمایا تھا جس کی وجہ تسمیہ دریافت کرنے کی کم فہم کو بھی حاجت نہ ہوگی۔

اس کے بعد چند مرتبہ مختلف مطابع میں چھپ کر وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی، صاحبان مطابع اس عجالہ مقبولہ اور نیز دیگر تصانیف حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اشاعت دیکھ کر صرف بغرض تجارت معمولی طور پر اُن کو چھاپتے رہے کسی اہتمام زائد کی حاجت اُن کو محسوس نہ ہوئی اسی لئے فقط کاغذ اور لکھائی اور چھپائی ہی میں کوتاہی نہیں ہوئی بلکہ تصحیح عبارت میں بھی نمایاں خلل پیدا ہو گئے اس حالت کو دیکھ کر کفش برداران قاسمی اور دلدادگان اسرار علمی کو بے اختیار اس امر پر کمر بستہ ہونا پڑا کہ صحت خوشخطی وغیرہ تمام امور کا اہتمام کر کے اس عجالہ مقدسہ کو چھاپا جائے اور بغرض توضیح حاشیہ پر ایسے نشانات کر دیئے جائیں جس سے تفصیل مطالب ہر کسی کو بے تکلف معلوم

ہو جائے اور جملہ تصانیف حضرت مولانا نفع اللہ المسلمین بفیوضہ کو اسی کوشش اور اہتمام کے ساتھ چھاپ کر اُن کی اشاعت میں سعی کی جائے واللہ ولی التوفیق۔

اس تحریر کی نسبت حضرت مولانا کی زبان مبارک سے یہ بھی سنا گیا کہ جو مضامین تقریر دلپذیر میں بیان کرنے کا ارادہ ہے وہ سب اس تحریر میں آگئے اُس قدر تفصیل سے نہ سہی بالا جمال ہی سہی۔ ایسی حالت میں تقریر دلپذیر کے ناتمام ہونے کا جو قلق شائقان اسرار علمیہ کو ہے اُس کے مکافات کی صورت بھی اِس رسالہ سے بہتر دوسری نہیں ہوسکتی۔

اب طالبان حقائق اور حامیان اسلام کی خدمت میں ہماری یہ درخواست ہے کہ تائید احکام اسلام اور مدافعت فلسفہ قدیمہ وجدیدہ کیلئے جو تدبیریں کی جاتی ہیں ان کو بجائے خود رکھ کر حضرت خاتم العلماء کے رسائل کے مطالعہ میں بھی کچھ وقت ضرور صرف فرماویں اور پورے غور سے کام لیں اور انصاف سے دیکھیں کہ ضروریات موجودہ زمانہ حال کے لئے وہ سب تدابیر سے فائق اور مختصر اور بہتر اور مفید تر ہیں یا نہیں۔ اہل فہم خود اس کا تجربہ کچھ تو کرلیں میرا کچھ عرض کرنا اس وقت غالباً دعوی بلا دلیل سمجھ کر غیر معتبر ہوگا اس لئے زیادہ عرض کرنے سے معذور ہوں اہل فہم وعلم خود موازنہ وتجربہ فرمانے میں کوشش کر کے فیصلہ کرلیں۔

باقی خدام مدرسہ عالیہ دیوبند نے تو یہ تہیہ بنام خدا کرلیا ہے کہ تالیفات موصوفہ مع بعض تالیفات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ وغیرہ تصحیح اور کسی قدر توضیح وتسہیل کے ساتھ عمدہ چھاپ کر اور نصاب تعلیم میں داخل کر کے اُن کی ترویج میں اگر حق تعالیٰ توفیق دے تو جان توڑ کر ہر طرح کی سعی کی جائے اور اللہ کا فضل حامی ہو تو وہ نفع جو اُن کے ذہن میں ہے اوروں کو بھی اس کے جمال سے کامیاب کیا جائے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

کیا فائدہ فکر بیش وکم سے ہوگا　　　　ہم کیا ہیں؟ جو کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے　　　　جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

حضرت شیخ الہندؒ کا خطبہ پورا ہوا۔

﴿عبارات کتاب حجۃ الاسلام﴾

اب ذیل میں اس کتاب سے کچھ عبارات دی جارہی ہیں جن میں حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کی افضلیت اور آپ کی ختم نبوت کا اظہار فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ ان کے ساتھ عنوانات حضرت شیخ الہندؒ کے لکھے ہوئے ہیں۔ ذیل کی عبارت ص ۳۱ کی آخر سطر سے شروع ہے

۱) <u>رکن ثانی ضرورت رسالت:</u>

ان تقریرات لطیفہ کے بعد پھر یہ گذارش ہے کہ خداوند عالم جب حاکم اور مطاع ومحبوب ٹھہرا تو اس کی رضا جوئی ہمارے ذمہ فرض ہوئی اور اس کی رضا کے موافق کام کرنا ہمارے ذمہ لازم ہوا مگر یہ بات بے اطلاع رضا وغیر رضا متصور نہیں مگر رضا کی اطلاع کا یہ حال ہے کہ ہماری تمہاری رضا غیر رضا بھی بدون ہمارے بتلائے کسی کو معلوم نہیں ہوسکتی خداوند عالم کی رضا غیر رضا بے اس کے بتلائے کسی کو کیونکر معلوم ہوسکے یہاں تو یہ حال کہ ہم جسمانی ہیں اور جسم سے زیادہ کوئی چیز ظاہر نہیں پھر اس پر یہ حال کہ سینے سے سینہ ملا دیں اور دل کو چیر کو دکھلا دیں تو بھی دل کی بات دوسرے کو معلوم نہیں ہوسکتی خدائے عالم تو سب سے زیادہ لطیف ہے اس وجہ سے آج تک کسی کو دکھلائی نہیں دیا پھر اس کے دل کی بات [یعنی اس کی منشا۔ راقم] بے اس کے بتائے کسی کو کیونکر معلوم ہوسکے؟ اور ایک دو بات اگر بدلالت عقل سلیم کسی کے نزدیک لائق امر ونہی خداوندی معلوم بھی ہوں تو اول اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خداوند عالم قابلیت امر ونہی کا پابند ہی رہے۔ کیا عجب ہے کہ بوجہ خود مختاری وبے نیازی اور کچھ حکم دے علاوہ ازیں اس قسم کے علم اجمالی سے کیا کام چلتا ہے؟ جب تک تفصیل اعمال مِنْ اولہٖ الی آخرہٖ معلوم نہ ہوجائے تعمیل حکم نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اس کے انتظار کا ارشاد ہے مگر اس کی شان عالی کو دیکھئے تو یہ بات کب ہوسکتی ہے کہ خداوند عالم ہر کس وناکس کو اپنی رضا غیر رضا کی خبر دے اور ہر کسی کو منہ لگائے [یعنی ہر کسی سے کلام کرے۔ راقم] بادشاہان دنیا اس تھوڑی سی نخوت پر اپنے ہی بنی نوع سے نہیں کہتے دکان دکان اور

مکان مکان پر کہتے نہیں پھرتے مقربان بارگاہی سے کہہ دیتے ہیں وہ اوروں کو سنا دیتے ہیں اور بذریعہ اشتہارات ومنادی اعلان کرا دیتے ہیں۔ خداوند عالم کو ایسا کم سمجھ لیا جائے کہ وہ ہر کسی سے کہتا پھرے؟ وہاں بھی یہی ہوگا کہ اپنے مقربوں سے اور اپنے خواصوں سے فرمائے اور وہ اوروں کو پہنچائیں ایسے لوگوں کو اہل اسلام انبیاء اور پیغمبر اور رسول کہتے ہیں۔

۲) <u>عصمت انبیاء :</u>

لیکن دنیا کے تقرب اور خواصی کے لئے سراپا اطاعت ہونا ضرور ہے اپنے مخالفوں کو اپنی بارگاہ میں کون گھسنے دیتا ہے اور مسند قرب پر کون قدم رکھنے دیتا ہے؟ اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ مقرب جن پر اسرار و مافی الضمیر آشکارا کئے جائیں یعنی اصول احکام سے اطلاع دی جائے ظاہر وباطن میں مطیع ہوں مگر جس کو خداوند علیم وخبیر باعتبار ظاہر وباطن مطیع وفرمانبردار سمجھے گا اس میں غلطی ممکن نہیں البتہ بادشاہان دنیا موافق ومخالف ومطیع وعاصی ومخلص ومکار کے سمجھنے میں بسا اوقات غلطی کھا جاتے ہیں اس لئے یہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جس کو مطیع ومخلص سمجھا تھا وہ ایسا نہ نکلے یا بادشاہ کو بوجہ غلطی اس کی طرف گمان مخالفت ومکاری پیدا ہو جائے اور اس لئے دربار سے نکالا جائے مگر خدا تعالیٰ کے درگاہ کے مقرب بوجہ عدم امکان غلط فہمی ہمیشہ مطیع ومقرب ہی رہیں گے۔

۳) <u>انبیاء اپنے منصب سے معزول نہیں ہوتے،</u>
<u>دوزخ جنت کے مالک نہیں۔ گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے</u>

نظر بریں یہ لازم ہے کہ انبیاء معصوم بھی ہوں اور مرتبہ تقرب نبوت سے برطرف نہ کئے جائیں گو خدمت نبوت کی تخفیف ہو جائے [جیسے ایک نبی کے بعد دوسرا آجاتا تھا۔] لیکن جیسے مقربان بادشاہی اور خواص سلطانی مطیع اور مقرب ہوتے ہیں شریک خدائی نہیں ہوتے اس لئے ان کو یہ اختیار نہ ہوسکا کہ کسی کو بطور خود جنت یا جہنم میں داخل کر دیں البتہ بوجہ تقرب یہ ممکن ہے کہ وہ بکمال ادب کسی کی سفارش کریں یا کسی کی شکایت کریں۔ احباب کی سفارش کو جو انبیاء علیہم السلام دربارۂ ترقی مدارج یا مغفرت معاصی خدا کی درگاہ میں کریں گے اہل اسلام شفاعت کہتے

ہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۱ تا ص ۳۳)

۴) <u>معجزہ ثمرۂ نبوت ہے نہ مدارِ نبوت:</u>

''الغرض اصلِ نبوت تو اِن دو باتوں کا مقتضی ہے کہ فہم سلیم واخلاق حمیدہ اس قدر ہوں ۔رہے معجزات وہ بعد اعطائے نبوت عطا کرتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ جیسے [یعنی جونہی کسی کو۔ راقم] اظہار معجزات کے امتحان میں نمبر اول پایا اس کو نبوت عطا کی ورنہ نا کام رہا چنانچہ ظاہر ہے اس لئے اہل عقل کو لازم ہے کہ اول فہم واخلاق واعمال (۱) کو میزان عقل میں تولیں اور پھر بولیں کہ کون نبی ہے اور کون نہیں؟ (حجۃ الاسلام ص ۳۶ سطر آخر تا ص ۳۷ سطر ۴)

۵) <u>ایمان بجمیع انبیاء بلا تفریق:</u>

اہل اسلام تو سبھی انبیاء علیہم السلام کے درم ناخریدہ غلام ہیں خاصکر ان میں ان اولو العزموں کے جن کی تاثیر اور اولوالعزمی اور علو ہمت سے دین خداوندی نے بہت شیوع پایا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ انبیاء کا اعتقاد اور محبت اہل اسلام کے نزدیک جزء ایمان ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۷)

۶) <u>آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء ہیں:</u>

مگر ان میں سے اور باقی تمام انبیاء سے بڑھ کر حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی

---

(۱) حضرت کی اس عبارت میں مرزائیت کا بھی رد ہے کیونکہ مرزائی لوگ مرزا قادیانی کے فہم اور اخلاق پر بات نہیں کرتے بلکہ قادیانی کی پیشگوئیوں کو اس کے دعویٰ نبوت یا مسیحیت کی دلیل بناتے ہیں حالانکہ قادیانی ان میں بھی جھوٹا ٹھہرتا ہے تفصیل کیلئے دیکھئے آیات ختم نبوت ص ۶۵ تا ۷۸۹۔ یاد رہے کہ حضرت نے جو معیار بتایا یہ بھی اس دور میں تھا جب انبیاء آیا کرتے تھے کیونکہ حضرت کی گفتگو جن لوگوں سے تھی ان کا دین اسلام سے پہلے کا دین تھا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد تو مسلمان کسی مدعی نبوت کے سچے ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو سمجھتے ہیں اوران کو سب میں افضل اور سب کا سردار جانتے ہیں اہل انصاف کے لئے تو بشرط فہم سلیم موازنہ احوال محمدی ﷺ اور احوال دیگر انبیاء کافی ہے ملک عرب کی جہالت اور درشت مزاجی اور گردن کشی کون نہیں جانتا جس قوم میں ایسی جہالت ہو کہ نہ کوئی کتاب آسمانی ہو نہ غیر آسمانی اوراخلاق کا یہ حال کہ قتل کر دینا ایک بات ہو فہم کی یہ کیفیت کہ پتھروں کو اٹھالائے اور پوجنے لگے اور گردن کشی کا یہ صورت کہ کسی بادشاہ کے کبھی مطیع نہ ہوئے جفاکشی کی یہ نوبت کہ ایسے خشک ملک میں شادوخرم عمر گذاریں ایسے جاہلوں گردن کشوں کوراہ پرلانا ہی دشوار تھا چہ جائیکہ علوم الٰہیات واخلاق وسیاستِ مدن میں،اور علم معاملات وعبادات میں رشک افلاطون و ارسطو ودیگر حکمائے نامدار بنادیا۔

اعتبار نہ ہوتو اہل اسلام کی کتب اوران کی کتب کو موازنہ کر کے دیکھیں مطالعہ کناں کتب فریقین کو معلوم ہوگا کہ ان علوم میں اہل اسلام تمام عالم کے علماء پرسبقت لے گئے نہ یہ تدقیقات کہیں ہیں نہ یہ تحقیقات کہیں ہیں۔جن کے شاگردوں کے علوم کا یہ حال ہو خود موجد علوم کا کیا حال ہوگا؟ اگر یہ بھی معجزہ نہیں تو اور کیا ہوگا؟ (حجۃ الاسلام ص ۳۷،۳۸)

۷) <u>معجزات علمیہ کا معجزات عملیہ سے افضل ہونا:</u>

صاحبو! انصاف کروتو معلوم ہو کہ یہ معجزہ اور انبیاء کے معجزات سے کس قدر بڑھا ہوا ہے سب جانتے ہیں کہ علم کو عمل پرشرف ہے یہی وجہ سے کہ ہرفن میں اس فن کے استادوں کی تعظیم کی جاتی ہے ہر ہر سررشتہ میں افسروں کو باوجودیکہ ان کے کام میں بمقابلہ خدمات اَتباع بہت کم محنت ہوتی ہے تنخواہ زیادہ دیتے ہیں یہ شرف علم نہیں تو کیا ہے؟(۱) خود انبیاء ہی کو دیکھو امتی آدمی بسا اوقات مجاہدہ وریاضت میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر

---

(۱) حضرت کی اس عبارت کوذہن نشین کرلیں کیونکہ تحذیر الناس کی ایک عبارت کواس کے ساتھ حل کریں گے جب یہ عبارت سمجھ آگئی تو ان شاءاللہ وہ بھی حل ہوجائے گی۔

نہیں ہوسکتے وجہ اس کی بجز شرف علم وتعلیم اور کیا ہے؟ الخ (حجۃ الاسلام ص ۳۸)

۸) معجزات علمیہ وعملیہ کی تفسیر:

مگر معجزات عملی اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص دعوی نبوت کر کے ایسا کام کر دکھائے کہ اور سب اس کام کے کرنے سے عاجز آ جائیں اس صورت میں معجزات علمی اس کا نام ہوگا کہ کوئی شخص دعوی نبوت کر کے ایسے علوم ظاہر کرے کہ اور اقران و امثال اس کے مقابلہ میں عاجز آ جائیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۸)

۹) تفاضل علوم باعتبار تفاضل معلومات:

مگر علوم میں بھی فرق ہے یعنی جیسے گلاب [یعنی عرق گلاب۔ راقم] ہو یا پیشاب ہو۔ دیکھنے میں دونوں برابر ہیں مگر جس کو دیکھتے ہیں اس میں اتنا تفاوت ہے کہ اس سے زیادہ کیا ہوگا؟ ایک پاک اور خوشبودار دوسرا ناپاک اور بدبودار۔ ایسے ہی علم ذات وصفات خداوندی اور علم اسرار احکام خداوندی اور علم معلومات باقیہ میں یہی فرق ہے بلکہ غور سے دیکھئے تو اس سے زیادہ فرق ہے اس لئے کہ گلاب و پیشاب میں اتنا تو اتحاد ہے کہ یہ بھی مخلوق وہ بھی مخلوق۔ خالق اور مخلوق میں تو اتنا بھی اتحاد و مناسبت نہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۸)

۱۰) آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئیاں اور انبیاء سے بڑھ کر ہیں:

اُدھر دیکھئے علم وقائع میں بھی باہم فرق ہے دنیا کے وقائع کی اگر کوئی شخص خبر دے تو پھر ورے ہی کی خبر دیتا ہے پر جو شخص وقائع آخرت کی خبر دیتا ہے وہ دور تک کی خبر دیتا ہے اور چونکہ خبر مستقبل کا اعجاز بہ نسبت ماضی کے زیادہ ظاہر ہے کیونکہ یہاں تو کسی قسم کی اطلاع کا احتمال بھی ہے پر مستقبل میں یہ احتمال بھی نہیں ہوتا اس لئے جو شخص کثرت سے امور مستقبلہ کی خبر دے اور امور مستقبلہ بھی بہت دور دور کے بیان کرے تو اس کا اعجاز علم وقائع بہ نسبت دوسروں کے زیادہ ہوگا۔ اب دیکھئے کس کی پیشینگوئیاں زیادہ ہیں اور پھر وہ بھی کہاں کہاں تک اور کس کس قدر دور و دراز زمانہ کی باتیں ہیں؟ رہا یہ احتمال کہ آخرت کی پیشگوئیوں کا صدق اور کذب کس کو معلوم ہے؟ اس کا

یہ جواب ہے کہ کوئی پیشینگوئی کیوں نہ ہو قبل وقوع سب کا یہی حال ہوتا ہے۔ اگر دو چار گھڑی پیشتر کی ہو تب تو اکثر حاضرین کو معلوم ہوگا ورنہ بیان کسی کے سامنے کی جاتی اور ظہور کسی کے سامنے ہوتا ہے۔

توراۃ کی پیشگوئیوں کو دیکھ لیجئے بعض بعض تو اب تک ظہور میں نہیں آئیں بہر حال پیشگوئیاں اگلے ہی زمانے میں جا کر معجزہ ہو جاتی ہیں یعنی ان کا معجزہ ہونا اگلے زمانے میں معلوم ہوتا ہے مگر ایک دو کا صدق بھی اوروں کی تصدیق کے لئے کافی ہوتا ہے ادھر قرائن صادقہ اور معجزات دیگر اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس لئے قبل ظہور موجب یقین ہو جاتے ہیں ہاں زمانہ ماضی کی باتیں بشرطیکہ وجود اطلاع خارجی مفقود ہو بے شک اسی وقت معجزہ سمجھی جائیں گی۔

بالجملہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی پیشگوئیاں بھی اس قدر ہیں کہ کسی اور نبی کی نہیں کسی صاحب کو دعویٰ ہو تو مقابلہ کر کے دیکھیں جن میں سے کثرت سے صادق بھی ہو چکی ہیں مثلاً خلافت کا ہونا، حضرت عثمانؓ اور حضرت حسینؓ کا شہید ہونا اور حضرت حسنؓ کے ہاتھ دو گروہ اعظم کا صلح ہو جانا، ملک کسریٰ اور ملک روم کا فتح ہو جانا، بیت المقدس کا فتح ہو جانا، مروانیوں اور عباسیوں کا بادشاہ ہونا، نارِ حجاز کا ظاہر ہونا، ترکوں کے ہاتھ اہل اسلام پر صدمات کا نازل ہونا جیسا چنگیز خان کے زمانہ میں ظاہر ہوا، اور سوا ان کے اور بہت سی باتیں ظہور میں آ چکی ہیں اُدھر وقائع ماضیہ کا یہ حال کہ باوجود امی ہونے اور کسی عالم نصرانی یا یہودی کی صحبت کے نہ ہونے کے وقائع انبیاء سابق کے احوال کا بیان فرمانا ایسا روشن ہے کہ بجز متعصب ناانصاف اور کوئی انکار نہیں کر سکتا (حجۃ الاسلام ص ۳۹، ۴۰)

۱۱) آنحضرت ﷺ کے اخلاق سب سے اعلیٰ تھے:

اب اخلاق کو دیکھئے رسول اللہ ﷺ کہیں کے بادشاہ یا امیر نہ تھے آپ کا اِفلاس ایسا نہ تھا جو کوئی نہ جانتا ہو اس پر ایسے لشکر کی فراہمی جس نے اول تو تمام ملک عرب کو زیرِ بار کر دیا اور پھر فارس اور روم اور عراق کو چند [یعنی کچھ۔ راقم] عرصہ میں تسخیر کر لیا۔ اس پر معاملات میں وہ

شائستگی رہی۔ کہ کسی لشکری نے سوائے مقابلہ جہاد کسی کی ایذ ارسانی کسی طرح گوارانہ کی۔ بجز تسخیر اخلاق اور کسی وجہ پر منطبق نہیں آسکتی۔ القصہ آپ کے علم واخلاق کے دلائل قطعیہ کے آثار تو اب تک موجود ہیں اس پر بھی کوئی نہ مانے تو وہ جانے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۰)

۱۲) باعتبار حاوی علوم کثیرہ ہونے کے قرآن شریف کا اعجاز:

علاوہ بریں قرآن شریف جس کو تمام معجزات علمی میں بھی افضل واعلیٰ کہئے ایسا برہان قاطع کہ کسی سے کسی بات میں اس کا مقابلہ نہ ہوسکا۔ علوم ذات وصفات وتجلیات وبدءِ خلائق وعلم برزخ وعلم آخرت وعلم اخلاق وعلم احوال وعلم افعال وعلم تاریخ وغیرہ اس قدر ہیں کہ کسی کتاب میں اس قدر نہیں اگر کسی کو دعویٰ ہو تو لائے اور دکھلائے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۰)

[اس عبارت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سے کیسا گہرا تعلق نصیب کیا تھا؟ اور قرآن فہمی کے بارے میں آپ کو کس قدر شرح صدر حاصل تھا]

۱۳) باعتبار فصاحت وبلاغت قرآن شریف کا اعجاز:

اس پر فصاحت وبلاغت کا یہ حال کہ آج تک کسی سے مقابلہ نہ ہوسکا مگر ہاں جیسے اجسام ومحسوسات کے حسن وقبح کا ادراک تو ایک نگاہ اور ایک توجہ میں بھی متصور ہے اور روح کے کمالات کا ادراک ایک بار متصور نہیں ایسے ہی ان معجزات علمی کی خوبی جو متضمن علوم عجیبہ ہوں ایک بار متصور نہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ بات کمال لطافت پر دلالت کرتی ہے نہ کہ نقصان پر (حجۃ الاسلام ص ۴۰، ۴۱)

[قرآن کے منکروں کے سامنے مباحثہ کے دوران اتنے بڑے چیلنج کا کر دینا اس کی دلیل ہے کہ آپ کو اعجاز قرآنی پر پورا عبور تھا اور آپ کسی بھی شخص کو اس بارے میں مطمئن کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے]

۱۴) قرآن شریف کی فصاحت وبلاغت صاحب ذوق سلیم بداھۃً سمجھ سکتا ہے:

بالجملہ اگر کسی بلید کم فہم کو وجوہ فصاحت وبلاغت قرآنی ظاہر نہ ہوں تو اِس سے اُس کا

نقصان لازم نہیں آتا کمال ہی ثابت ہوتا ہے۔علاوہ بریں عبارت قرآنی ہر کس و ناکس، رند بازاری کے نزدیک بھی اسی طرح اور عبارتوں سے ممتاز ہوتی ہے جیسے کسی خوش نویس کا خط بدنویس کے خط سے۔ پھر جیسے تناسب خط و خال معشوقاں اور تناسب حروف خط خوشنویساں معلوم ہوجاتا ہے اور پھر کوئی اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں بتا سکتا کہ دیکھ لو یہ موجود ہے ایسے ہی تناسب عبارت قرآنی جو وہی فصاحت و بلاغت ہے ہر کسی کو معلوم ہوجاتا ہے پر اُس کی حقیقت اس سے زیادہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ دیکھ لو یہ موجود ہے۔(حجۃ الاسلام ص ۴۱)

۱۵) صاحب اعجاز علمی کا صاحب اعجاز عملی سے افضل ہونا:

اور بایں وجہ کہ علم تمام ان صفات سے اعلیٰ ہے جو جو مربی عالم ہیں یعنی ان صفات کو عالم سے تعلق ہے جیسے علم وقدرت، ارادہ، مشیت کلام۔ کیونکہ علم کو معلوم اور قدرت کو مقدور اور ارادہ کو مراد اور مشیت کو مرغوب اور کلام کو مخاطب کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے وہ نبی جس کے پاس معجزہ علمی ہو تمام اُن نبیوں سے اعلیٰ درجہ میں ہوگا جو معجزہ عملی رکھتے ہوں گے کیونکہ جس درجہ کا معجزہ ہوگا وہ معجزہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ صاحب معجزہ اس درجہ میں یکتائے روزگار ہے اور اس فن میں بڑا سردار ہے اس لئے ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کا اقرار بشرط فہم وانصاف ضرور ہے۔(حجۃ الاسلام ص ۴۲)

۱۶) رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا:

علیٰ ھذا القیاس جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ علم سے اوپر کوئی ایسی صفت نہیں جس کو عالم سے تعلق ہو تو خواہ مخواہ اس بات کا یقین پیدا ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمام مراتب کمال ایسی طرح ختم ہوگئے جیسے بادشاہ پر مراتب حکومت ختم ہوجاتے ہیں اس لئے جیسے بادشاہ کو خاتم الحکام کہہ سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الکاملین اور خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں مگر جس شخص پر مراتب کمال ختم ہوجائیں تو باینوجہ کہ نبوت سب کمالات بشری میں اعلیٰ ہے چنانچہ مسلم بھی ہے اور تقریر متعلق بحث تقرب جو اوپر گذر چکی اس پر شاہد ہے(ص ۴۲

[چونکہ افضلیت کا بیان پہلے ہو چکا ہے اس لئے اس عبارت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہیں اور یا آخری نبی اور اعلیٰ نبی دونوں ہیں اس کی دلیل درج ذیل عبارت ہے]

۱۷) تمام اہل مذاہب پر آپ کا اتباع ضروری ہے:

اس لئے آپ کے دین کے ظہور کے بعد سب اہل کتاب کو بھی ان کا اتباع ضروری ہوگا کیونکہ حاکم اعلیٰ کا اتباع تو حکام ماتحت کے ذمہ بھی ہوتا ہے رعایا تو کس شمار میں ہے؟ علاوہ بریں جیسے لارڈ لٹن کے زمانہ میں لارڈ لٹن کا اتباع ضروری ہے اس وقت احکام لارڈ نارتھ بروک کا اتباع کافی نہیں ہوسکتا اور نہ اس کا اتباع باعث نجات سمجھا جاتا ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ بابرکات میں اور اُن کے بعد انبیاء سابق کا اتباع کافی اور موجب اتباع کافی اور موجب نجات نہیں ہوسکتا۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۳)

[اس عبارت میں واضح طور پر خاتمیت زمانی اور آپ ہی کی اتباع میں نجات کے منحصر ہونے کا ذکر موجود ہے]

۱۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی آنحضرت ﷺ کے متعلق:

اور یہی وجہ ہوئی کہ سواء آپ کے اور کسی نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا بلکہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ جہاں کا سردار آتا ہے خود اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ خاتم نہیں کیونکہ حسب ارشادِ مثالِ خاتمیتِ بادشاہ، خاتم وہی ہوگا جو سارے جہان کا سردار ہو اس وجہ سے ہم رسول اللہ ﷺ کو سب میں افضل سمجھتے ہیں۔ پھر یہ آپ کا خاتم ہونا آپ کے سردار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بقرینہ دعویٰ خاتمیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے یہ بات یقینی سمجھتے ہیں کہ وہ جہان کے سردار جن کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۳)

[اس عبارت میں خاتمیت سے مراد خاتمیت زمانی ہے۔ انجیل کی عبارت میں آپ ﷺ کی افضلیت کا ذکر ہے حضرت نانوتوی نے اس سے افضل ہونا اور اعلیٰ ہونا دونوں کو سمجھا

ہے۔عبارت آپ کے سامنے ہے۔اگر حضرت نے کسی کتاب میں نبی ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہوتا تو وہ لوگ آپ کا مذاق اڑا دیتے اور مسلمان کسی طرح ان مباحثوں سے کامیاب واپس نہ آتے۔حضرت نانوتویؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جس بشارت کا ذکر کیا وہ انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۰ میں ہے اس کے الفاظ یوں ہیں ''تم یقین کرو۔اسکے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کرونگا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں'']

۱۹) تحقیق نسخ:

رہا یہ شبہ کہ یہ صورت نسخ احکام کی ہے اور نسخ احکام چونکہ غلطی حکم اول پر دلالت کرتا ہے اور خدا کے علوم اور احکام میں غلطی متصور نہیں اس لئے یہ بات بھی غلط ہوگی کہ سوائے اتباع محمدی اور کسی میں نجات متصور نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ فقط تبدیلی احکام کو کہتے ہیں غلطی کا اشارہ اس میں سے سمجھ لینا سخت ناانصافی ہے یہ لفظ عربی ہے اس کے معنی ہم سے پوچھنے تھے پھر اعتراض کرنا تھا۔ سنئے خدا کے احکام میں نسخ اس قسم کا ہوتا ہے جیسے طبیب کا منضج کے نسخہ کی جگہ مسہل کا نسخہ لکھ دینا۔چنانچہ وہ تقریر بھی جس میں خدا کے احکام کا بندوں کے حق میں نافع ہونے اور ان کے مناہی کا اُن کے حق میں مضر ہونے کی طرف اشارہ کر چکا ہوں اُس کے ساتھ یہی طبیب کی مثال عرض کر چکا ہوں اس مضمون کیلئے مؤید ہے۔(حجۃ الاسلام ص ۴۳، ۴۴)

[خط کشیدہ الفاظ سے واضح ہے کہ اس بحث کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ بغیر اتباع محمدی کسی طرح نجات متصور نہیں اور یہ تب ہی ہے جب آنحضرت ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانا جائے۔والحمدللہ]

۲۰) نسخ میں اختلاف لفظی ہے:

الغرض تبدیلی احکام خداوندی مثل احکام حکام دنیا بوجہ غلط فہمی نہیں ہوتی بلکہ اس غرض سے ہوتی ہے کہ مثل منضج حکم اول کا زمانہ نکل گیا اور مثل مسہل حکم ثانی کا زمانہ آگیا اور اس قسم کے تبدل احکام کے اقرار سے حضرات نصاریٰ بھی منحرف نہیں ہوسکتے چنانچہ بعض احکام تورات

کا بوجہ انجیل مبدل ہو جانا سب کو معلوم ہے(۱) پھر اگر اس قسم کو نصاریٰ نسخ نہ کہیں تکمیل کہیں تو فقط لفظوں ہی کا فرق ہوگا معنی وہی رہیں گے اور اگر نسخ ہی کہتے ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد۔(حجۃ الاسلام ص ۴۴)

---

(۱) عیسائیت کے بارے میں چند نکتے کی باتیں یاد رکھیں ان شاء اللہ بہت کام آئیں گی۔

[۱] عیسائی اپنے عقائد و تعلیمات کو اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ٹھوس دلائل سے ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ موجودہ عیسائیت کا مدار پولس کی تعلیمات اور تشریحات پر ہے اور پولس یہودی تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آپ کے ماننے والوں کو ستاتا رہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد اس نے اپنے طور پر عیسائیت کا اعلان کر دیا (دیکھئے رسولوں کے اعمال: باب ۲۲ آیت ۳ تا ۱۲) [۲] پھر پولس نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے حواریین سے ملے بغیر ہی اپنے طور پر عیسائیت کا پرچار شروع کیا چنانچہ پولس خود لکھتا ہے: ''اور میں نے یہی حوصلہ رکھا کہ جہاں مسیح کا نام نہیں لیا گیا وہاں خوشخبری سناؤں تا کہ دوسرے کی بنیاد پر عمارت نہ اٹھاؤں'' (رومیوں کے نام پولس رسول کا خط باب ۱۵ آیت ۲۰) [۳] پولس نے حسب منشا اس میں تبدیلیاں کر ڈالیں چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے: ''میں یہودیوں کیلئے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کیلئے میں شریعت کے ماتحت ہوا تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا بے شرع لوگوں کیلئے بے شرع بنا تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں (کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط باب ۹ آیت ۲۰، ۲۱) اس سے معلوم ہوا کہ پولس کا مقصد اللہ کے دین کی اشاعت نہ تھی بلکہ سیاست دانوں کی طرح اپنی جماعت بنانا مقصد تھا [۴] آج کل انجیل کے نام پر جو کتابیں ملتی ہیں وہ حقیقت میں بعد کے لوگوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات پر لکھی ہوئی کتابیں ہیں جیسا کہ تیسری انجیل کے شروع اور چوتھی انجیل کے آخر سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ لوقا کی انجیل جو تیسری انجیل ہے اس کے شروع میں ہے: ''چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے (باقی اگلے صفحہ پر)

۲۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے سے آنحضرت ﷺ کی مساوات لازم نہیں آتی:

اس کے بعد گذارش ہے کہ شاید نصاریٰ کو یہ خیال ہو کہ حضرت موسیٰ کا کلیم ہونا اور حضرت عیسیٰ کا کلمہ ہونا بھی مسلم ہے پھر بوجہ نزول کلام اللہ محمد یوں ہی کو کیا افتخار رہا؟ تو اس کا اول تو یہ جواب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلیم ہونا بایں معنی ہے کہ وہ خدا کے مخاطب تھے اور خدا کے کلام ان کے کان میں آئے۔ یہ نہیں کہ ان کی زبان تک یا ان کے منہ تک بھی نوبت پہنچی ہو اور ظاہر ہے کہ کلام فصیح و بلیغ کا کان میں آ جانا سامع کا کمال نہیں ورنہ اس حساب سے سبھی صاحب اعجاز اور صاحب کمال ہو جائیں البتہ کلام بلیغ کا منہ میں آنا اور زبان سے نکلنا البتہ کمال سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ اول کسی اور سے نہ سنا ہو فقط خدا ہی کی قدرت و عنایت کا واسطہ ہو، سو یہ بات اگر میسر آئی ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میسر آئی ہے یہی وجہ ہوئی کہ سوا آپ کے اور کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۴)

[ایسی عبارتوں کو بار بار دیکھیں کم از کم اس عاجز کو اپنے ناقص مطالعہ میں ایسے مضامین نہیں گزرے۔ بھلا جو شخص ختم نبوت کا قائل نہ ہو کیا وہ اس طرح شان رسالت کو بیان کر سکتا ہے؟ قادیانی ختم نبوت کا منکر تھا کیا وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ادب کرتا تھا؟ ہرگز نہیں]

۲۲) آنحضرت ﷺ کے متعلق تورات کی پیشینگوئی:

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں تا کہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے'' (لوقا کی انجیل باب ۱۔ آیت ۱ تا ۳) اور انجیل یوحنا جو چوتھی انجیل ہے اس کے آخر میں لکھا ہے کہ ''اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی (یوحنا کی انجیل باب ۲۱ آیت ۲۵)

اس تقریر کے سننے دیکھنے والوں کو ان شاء اللہ اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ تورات کی وہ پیشینگوئی جس میں یہ ہے کہ اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا (۱) بلا شبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس وقت یہ بات بھی آشکارا ہو گئی ہو گی کہ اس پیشینگوئی میں جو اس فقرہ سے اول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تجھ جیسا نبی پیدا کروں گا اس کا یہ مطلب نہیں کہ تو اور وہ متساوی المراتب ہوں گے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کلام ربانی سے تجھے بھی معاملہ پڑا اور اسے بھی معاملہ پڑے گا مگر چونکہ یہ تشبیہ اگر مطلق رہتی تو کمال مشابہت پر دلالت کرتی جس کا حاصل وہی تساوی مراتب نکلتا اس لئے آگے بطور استثناء و استدراک یہ ارشاد فرمایا کہ اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ تجھ سے افضل ہوں گے کیونکہ اس وقت وہ نبی بمنزلہ زبان خدا ہوں گے اور ایسی صورت ہو جائیگی جیسے فرض کیجیے کسی کے سر پر بھوت چڑھ جائے اور وہ اس وقت کچھ باتیں کرے یا تاثیر مسمریزم سے کسی عالم کی روح کا پرتو کسی جاہل کی روح پر پڑ جائے (۲) اور اس وجہ سے علوم کی باتیں

---

(۱) تورات کی جس پیشینگوئی کا حضرت نانوتویؒ نے ذکر کیا اس کے الفاظ یوں ہیں:

''اور خداوند نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا'' (استثنا باب ۱۸ آیت ۱۷ تا ۱۹) یاد رہے کہ یہاں بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد بنی اسماعیل ہیں۔

(۲) یاد رہے کہ حضرتؒ نے تشبیہ تمثیل کے ساتھ اس کو سمجھایا کہ متکلم خداوند کریم ہیں اور رسول اللہ ﷺ بمنزلہ زبان و ترجمان (مزید دیکھئے عقود الجمان ج ۲ ص ۷۲ مختصر المعانی ص ۳۲۲) حدیث پاک سے اس کی مثال: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ان الایمان لیارز الی المدینة (باقی اگلے صفحہ پر)

کرنے لگے جیسے اس وقت متکلم کوئی اور ہی ہوتا ہے پر زبان اسی شخص کی ہوتی ہے اور اسی لئے بظاہر یوں ہی کہا جاتا ہے کہ یہی شخص باتیں کرتا ہے ایسے ہی یہاں بھی خیال فرمالیجئے اور ظاہر ہے کہ زبان متکلم ہی کی جانب شمار کی جاتی ہے البتہ کان مخاطب کی جانب شمار کئے جاتے ہیں سو جب متکلم خداوند کریم ہوئے اور رسول اللہ ﷺ بمنزلہ زبان و ترجمان تو بیشک اس حساب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے ساتھ درجہ تساوی میسر نہیں آسکتا۔

مگر جب یہ بات واجب التسلیم ہوئی تو یہ بات آپ چسپاں ہوگئی کہ جو اُس نبی کا مخالف ہوگا اُس سے میں انتقام لوں گا کیونکہ اُس نبی کی مخالفت کو بہ نسبت اور نبیوں کی مخالفت کے زیادہ تر یوں کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی مخالفت ہے اس لئے خدا ہی انتقام لے گا مگر جس طرح خدا کی جانب دربارۂ کلام وہ شمار کئے گئے ایسے ہی دربارۂ انتقام بھی ان کو شمار کرلیجئے اور ان جہادوں کو جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مخالفوں کے ساتھ کئے ہیں اس انتقام کا ظہور سمجھ لیجئے گو اور انواع عذاب بھی اس کا تتمہ ہو۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۵، ۴۶)

<u>۲۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ ہونے سے آنحضرت ﷺ کی مساوات لازم نہیں آتی:</u>

باقی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ ہونا مخاطب پر فوقیت رکھے گا متکلم پر فوقیت اس سے ثابت نہ ہوگی بلکہ کلمہ کا مفعول متکلم ہونا خود متکلم ہی کی افضلیت پر دلالت کریگا مگر جب رسول اللہ ﷺ کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کما تأزر الحیة الی جحرها (بخاری ج ۱ ص ۲۲۲ مع حاشیہ سندی ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۰۳۸، الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۹۹، المقاصد الحسنۃ ص ۲۳۵ مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۶ باب الاعتصام بالسنۃ) مولوی عبدالسمیع رامپوری انوار ساطعہ میں لکھتے ہیں: حدیث میں آیا ہے کہ دین مکہ مدینہ میں سمٹ آوے گا جیسے سمٹ آتا ہے سانپ اپنی بل میں (انوار ساطعہ ص ۱۹) ہمارے نزدیک اس حدیث پاک میں ایمان کی تشبیہ معاذ اللہ ہرگز سانپ کے ساتھ اور مکہ مدینہ کی تشبیہ اس کی بل کے ساتھ ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ تشبیہ تمثیلی ہے (مزید دیکھئے اساس المنطق ج ۲ ص ۳۱۸ تا ۳۲۱)

متکلم کی جانب مانا تو وہی افضل ہوں گے حضرت عیسی علیہ السلام افضل نہ ہوں گے۔(حجۃ الاسلام ص ۴۶)

۲۴) تمام کائنات کلمات خدا ہیں:

علاوہ بریں تمام انبیاء بلکہ تمام کائنات کلمات خدا ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کلام حقیقی کلام معنوی ہے الفاظ کو فقط بایںوجہ کلام کہہ دیتے ہیں کہ کلام معنوی پر دلالت کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر شے کے بنانے سے پہلے اس کی نسبت کچھ نہ کچھ سمجھ لینا ضرور ہے اس لئے اول اس شے کا وجود ذہن میں ہوگا اُس کے بعد خارج میں ہوگا اور اس لئے اس شے کو کلمہ کہنا ضرور ہوگا۔ اس صورت میں حضرت عیسی علیہ السلام اور اوروں میں اتنا فرق ہوگا کہ اُن کی نسبت قرآن میں یہ آیا ہے کَلِمَۃٌ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کلمہ خدا ہیں خدا نے اس کو مریم کی طرف ڈال دیا غرض خداوندی یہ تھی کہ اُن میں کچھ فوقیت نہیں جیسے اور ویسے ہی وہ فقط اتنا ہے کہ بے واسطہ غیر، مریم کی طرف ڈالے گئے مگر اس بیان کے باعث وہ اس خطاب کے ساتھ مشہور ہو گئے۔

اس تقریر کے بعد جب یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ منشأ فیوض محمدی ﷺ صفت العلم ہے اور وہ سب میں اول ہے یہانتک کہ کلام بھی اُس کے بعد میں ہے بلکہ کلام خود اس علم ہی کے طفیل ظہور میں آتی ہے تو پھر یہ تقریر اور بھی چسپاں ہو جاتی ہے۔ الغرض حضرت عیسی علیہ السلام اگر مفعول صفت کلام اور ظہور و مظہر صفت کلام ہیں کیونکہ ہر مفعول ظہور و مظہر مصدر ہوتا ہے چنانچہ مشاہدہ حال دھوپ و زمین سے عیاں ہے اس لئے کہ اول مفعول مطلق دوسرا مفعول بہ ہے وہ ظہور ہے یہ مظہر ہے [یعنی مفعول مطلق تو مصدر ہی ہے اس لئے اس کو ظہور کہا اور مفعول بہ اس مصدر کا محل ہے اس لئے اس کو مظہر کہا۔ راقم] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہور و مظہر صفت العلم سمجھئے جو کلام کی بھی اصل ہے، (حجۃ الاسلام ص ۴۶، ۴۷)

۲۵) احیاء اموات اثر صفت کلام ہے:

یہی وجہ ہے کہ تاثیرات صفت کلام میں رسول اللہ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھے ہوئے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ کلام خواصِ حیات میں سے ہے حالت موت میں کلام متصور نہیں جس میں صفت کلام خداوندی کا زیادہ ظہور ہوگا اس میں تاثیر احیاء بھی زیادہ ہوگی۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۷)

۲۶) احیاء اموات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اگر ان کا عصا سانپ بن کر زندہ ہوتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے تصدق سے پتھر اور سوکھی کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہوگیا اور پھر تماشا یہ ہے کہ اپنی وہی ہیئت اصلی رہی اگر کسی جانور کی شکل ہو جاتا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا حال ہوا تو یوں تو کہنے کی گنجائش تھی کہ آخر کچھ نہ کچھ زندوں سے مناسبت تو ہے مگر سوکھا ستون روئے اور درد محبت میں چلائے اس میں ہرگز پہلے سے کچھ لگاؤ بھی زندگانی کا نہیں اگر ہوتا تو پھر بھی کچھ مناسبت تھی اس پر شوق وذوق محبت اور دردِ فراق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس سوکھے ستون سے جمعہ کے روز ایک جم غفیر اور مجمع کثیر میں ظہور میں آیا اور بھی فضیلت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ دردِ فراق اور شوق واشتیاق مذکور کمال ہی درجہ کے ادراک وشعور پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عصاءِ موسوی کو اس ستون کے ساتھ کچھ نسبت نہیں وہاں اس اژدہا سے سانپوں کی نوع سے بڑھ کر کوئی بات ثابت نہیں ہوئی اور یہاں وہ وہ آثارِ حیات اس ستون سے نمایاں ہوئے کہ بجز اہل کمال نوع انسانی اور کسی سے اس کی امید نہیں۔

علی ہذا القیاس پتھروں کا سلام کرنا اور درختوں کا بعدِ استماع امر اطاعت کرنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اور پردہ کے لئے دو درختوں کا جھک کر مل جانا اس حیات اور اس ادراک و شعور پر دلالت کرتا ہے کہ حیوانات سے اس کی توقع نہیں اگر ہے تو افراد انسانی ہی سے ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۷، ۴۸)

۲۷) احیاء اموات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ:

علی ھذا القیاس حضرت عیسی علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا یا گارے سے جانوروں کی شکل بنا کر زندہ کر دینا بھی اسی قسم کے معجزات نبوی ﷺ کے برابر نہیں ہوسکتا کیونکہ مردہ قبل موت زندہ تھا سوکھا درخت تو کبھی زندہ تھا ہی نہیں ایسے ہی وہ جانور جو حضرت عیسی علیہ السلام بنا کر اڑاتے تھے باعتبار شکل تو ان کو کسی قدر زندوں سے مناسبت تھی یہاں تو یہ بھی نہ تھا پھر فرق ادراک وشعور اور علاوہ رہا۔ اس پر بھی بوجہ تعصب کوئی شخص اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جائے تو اس کا کیا علاج ہے؟ منہ کے آگے آڑ نہیں پہاڑ نہیں جو چاہو سو کہو مگر فکر آخرت بھی ضرور ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۸)

<u>۲۸) معجزات عملیہ میں رسول اللہ ﷺ اور انبیاء سے افضل ہیں:</u>

اس کے بعد یہ گذارش ہے کہ باعتبار معجزات علمیہ رسول اللہ ﷺ کا اور انبیاء سے بڑھا رہنا تو بحکم انصاف ظاہر وباہر ہوگیا بلکہ اس ضمن میں بعض معجزات عملی کی رو سے بھی آپ کی فوقیت اور انبیاء پر واضح وآشکارا ہوگئی اس لئے کہ درختوں کا چلنا اور ستون کا رونا منجملہ اعمال ہیں منجملہ علوم نہیں۔ گو بایں اعتبار کہ اعمال اختیاریہ اور دردوزاری کے لئے اول ادراک وشعور اور حیات کی ضرورت ہے ان اعمال سے اول انہیں وقائع میں ظہور معجزہ علمیہ بھی ہوگیا۔ مگر اب اہل انصاف سے گذارش ہے کہ کسی قدر اور گذارش بھی سن لیں تاکہ فوقیت محمدی باعتبار معجزات عملی بھی ظاہر ہوجائے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۸)

<u>۲۹) معجزہ تکثیر ماء میں آنحضرت ﷺ کی موسی علیہ السلام پر فضیلت:</u>

حضرت موسی علیہ السلام کی برکت سے اگر پتھر میں سے پانی نکلتا تھا تو یہاں دست مبارک میں سے نکلتا تھا اور ظاہر ہے کہ پتھروں سے پانی نکالنا اتنا عجب نہیں جتنا گوشت وپوست سے پانی نکالنا عجیب ہے اس پر حضرت موسی علیہ السلام کے معجزہ میں پتھروں میں سے پانی کے نکلنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جسم مبارک موسوی کا یہ کمال تھا اور یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دست مبارک محمدی منبع فیوض ہے بلکہ جب یہ دیکھا جائے کہ کسی پیالہ میں تھوڑا سا پانی لے کر اس پر

آپ نے ہاتھ پھیلا دیا جس سے اس قدر پانی نکلا کہ تمام لشکر سیراب ہوگیا اور لشکر کے جانور سیراب ہوگئے تو یہ بات بحکم فہم سلیم سمجھ میں آتی ہے کہ جیسے آئینہ وقت تقابل آفتاب فقط قابل و مفعول ہوتا ہے اور نور افشانی فقط آفتاب ہی کا کام ہے اور یہ کمال نور اسی کی طرف سے آیا ہے آئینہ کی طرف سے نہیں یا کائنات الجو اور حوادث مابین ارض وسما میں فاعلیت آسمان کی طرف سے ہے زمین فقط قابل ہے دوسروں کا کمال لے کر ظاہر کرتی ہے ایسے ہی اس وقت جسوقت آپ نے دست مبارک اس پانی پر رکھا اور یہ معجزہ تکثیر آب نمایاں ہوا تو یوں سمجھو کہ پانی محض قابل تھا فاعلیت اور ایجاد آپ کی طرف سے تھا یعنی فاعلیتِ فاعل حقیقی اور ایجاد موجد حقیقی کے سامنے آپ کا دست مبارک ایک واسطہ فیض اور آلہ ایجاد تھا گو اس خدا کو بے ان وسائط کے بھی بنانا آتا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ اس طور سے پانی کا پیدا ہونا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ آپ کے دست مبارک کی تاثیر سے ہوا، اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ میں یہ خوبی نہیں نکلتی بلکہ فقط ایک قدرت خدا ثابت ہوتی ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۸، ۴۹)

۳۰) <u>معجزہ تکثیر طعام میں آنحضرت ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت:</u>

علی ھذا القیاس کنویں میں آپ کے تھوکنے سے پانی کا زیادہ ہوجانا یا کچھ پڑھنے سے کھانے کا بڑھ جانا بھی آپ کے کمال جسمی پر دلالت کرتا ہے۔ اور فقط یوں ہی روٹیوں کا زیادہ ہوجانا فقط خدا کی قدرت ہی پر دلالت کرتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمال جسمی پر دلالت نہیں کرتا ہاں یہ مسلم کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے ان امور کا ظہور میں آنا ان کے تقرب پر دلالت کرتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا معجزہ سمجھا جاتا ہے مگر یہ بات تو دونوں جا یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں برابر موجود ہے اور پھر اس پر رسول اللہ ﷺ کے معجزہ میں کمال جسمی اور مزید برآں ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۹، ۵۰)

۳۱) <u>شفاء مرضیٰ میں آنحضرت ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت:</u>

علی ھذا القیاس حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ لگانے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ کا فی الفور صحیح وسالم ہوجانا اور بگڑی ہوئی آنکھ کا آپ کے ہاتھ لگاتے ہی اچھا ہوجانا فقط یوں ہی بیاروں کے اچھے ہوجانے سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ وہاں تو اس سے زیادہ کیا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت عیسی علیہ السلام کے کہنے سے بیاروں کو اچھا کردیا کچھ برکت جسمانی حضرت عیسی علیہ السلام نہیں پائی جاتی اور یہاں دونوں موجود ہیں کیونکہ اصل فاعل تو پھر بھی خداوند عالم ہی رہا پر بواسطہ جسم محمدی ﷺ اس اعجوبہ کا ظاہر ہونا بیشک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کا جسم مقدس منبع البرکات ہے (حجۃ الاسلام ص ۵۰)

[یاد رہے کہ اصل فاعل یہاں بھی اللہ ہی ہے کیونکہ معجزہ اللہ کا کام ہوتا ہے نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزہ میں برکت جسمانی نہیں۔ نبی ﷺ کے جسم مبارک میں جو برکت وہ بھی اللہ ہی کی دی ہوئی تھی آپ ﷺ کا اس میں اختیار نہ تھا۔ اگر نبی کریم ﷺ کو مختار کل اور عالم الغیب کہا جائے تو اس طرح فوقیت ثابت کرنے کی کیا ضرورت۔ پھر تو عقیدۂ مختار کل اور عقیدۂ علم غیب کا اظہار کرنا ہوگا۔ الغرض یہ ابحاث بتاتی ہیں کہ حضرت نانوتوی اللہ کے فضل وکرم سے پکے موحد تھے حاشا وکلا مشرک نہ تھے]

۳۲) انشقاق قمر کا معجزۂ سکون آفتاب یا عود آفتاب سے مقابلہ:

اور سنئے حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے آفتاب کا ایک جا پر قائم رہنا یا حضرت یسعیا کیلئے یا کسی اور کے لئے آفتاب کا غروب کے بعد لوٹ آنا اگرچہ معجزہ عظیم الشان ہے مگر انشقاق قمر اس سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ اول تو حکمائے انگلینڈ اور فیثاغورسیوں کے مذہب کے موافق ان دونوں معجزوں میں زمین کا سکون یا کسی قدر اس کا الٹی حرکت کرنا ثابت ہوگا (حجۃ الاسلام ص ۵۰)

۳۳) افلاک کے نفی واثبات کا سموات پر کوئی اثر نہیں:

اور میں جانتا ہوں کہ حضرات پادریوں انگلستان بپاس وطن اسی مذہب کو قبول فرمائیں گے بطلیموسیوں کے مذہب کو یعنی حرکت افلاک وشمس وقمر وکواکب کو تسلیم نہ کریں گے اور اگر

دربارۂ افلاک مخالفت کا ہونا باعث عدم قبول ہوتو اس کا جواب یہ ہے کہ حکمائے انگلستان کے موافق آسمانوں کے اثبات کی ضرورت نہیں۔ گوان کے طور پر انکار بھی ضروری نہیں۔ اگر تمام کواکب کو آسمان سے ورے مانیے اور آفتاب مرکز عالم پر تجویز کیجئے اور آسمان سے ورے ورے زمین وغیرہ کا اس کے گرداگرد متحرک ہونا تجویز کیجئے تو ان کا کچھ نقصان نہیں نہ ان کی رائے و مذہب میں خلل آسکتا ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۰، ۵۱)

۳۴) <u>شق قمر خلاف طبیعت ہے اور سکون آفتاب حقیقت میں سکون زمین:</u>

بالجملہ بطور حکماء انگلستان اس معجزے کا خلاصہ یہ نکلے گا کہ زمین کی حرکت مبدل بسکون ہوگئی یا اس کی (مسلمہ) حرکت کے بدلے تھوڑی دور ادھر کو حرکت ہوگئی مگر بوجہ قرب زمین اس بات میں اتنا تعجب نہیں جتنا انشقاق قمر میں تعجب ہے کیونکہ وہاں ایک تو یہ بات کہ لاکھوں کوس دور اتنی دور اوپر کی طرف تاثیر کا پہنچنا بہ نسبت اس کے کہ اس چیز پر تاثیر ہوجائے جو اپنے زیر قدم ہو اور وہ بھی قدموں سے لگی ہو کہیں زیادہ ہے علاوہ بریں اِس تاثیر اور اُس تاثیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے حرکت کا مبدل بسکون ہوجانا اتنا دشوار نہیں جتنا ایک جسم مضبوط کا پھٹ جانا کیونکہ ان اجسام کی حرکت اگر اختیاری ہے تو اختیار سے جیسے حرکت متصور ہے ایسے ہی سکون بھی متصور ہے اور اگر کسی دوسرے کی تحریک سے ان کی حرکت ہے تو اس صورت میں سکون ان کے حق میں اصل مقتضائے طبیعت ہوگا اس صورت میں سکون کا عارض ہوجانا کچھ ان کے حق میں دشوار نہ ہوگا جو اس کے قبول سے انکار ہو۔ پر پھٹ جانا چونکہ خلاف طبیعت ہے دشوار ہوگا اور چاند کو جاندار فرض کیجئے تو اور بھی اس کے حق میں مصیبت عظیم سمجھئے اس صورت میں بیشک انشقاق قمر سکون زمین سے کہیں اعلیٰ اور افضل ہوگا۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۱)

۳۵) <u>ہر قسم کی حرکت طبعی ہو یا قسری بلا شعور و ارادہ نہیں ہوسکتی:</u>

اس پر حرکت معکوس کو خیال کیجئے یعنی حرکت زمین اگر اختیاری ہے تب اس کو حرکت معکوس دشوار نہیں ہماری حرکت چونکہ اختیاری ہے اس لئے جس طرف کو ہم چاہیں جاسکتے ہیں اور

اگر حرکت زمین کسی دوسرے کی تحریک سے ہے تو اس کی تحریک سے حرکت معکوس بھی ممکن ہے باقی ایسا محرک تجویز کرنا جس کو ادراک وشعور نہ ہو اور اس سے سوا حرکت واحد یعنی ایک طرفی حرکت کی۔ دوسری حرکت صادر ہی نہ ہو سکی اور اسکا نام طبیعت رکھنا انہیں لوگوں کا کام ہے جن کو ادراک وشعور نہ ہو کیونکہ حرکت بے اس کے متصور نہیں کہ ایک جہت اور ایک جانب راجح اور معین ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ بات بے ادراک وشعور ممکن نہیں سو اگر طبیعت خود مرجح ہوتی ہے تب تو اسی کا ادراک وشعور ثابت ہو گیا اس لئے وہ حرکت ارادی ہو گئی اور اگر مرجح کسی اور کا ادراک وشعور ہے تو حرکت طبعی قسری یعنی دوسرے کی تحریک سے ہو گئی اور حقیقت میں طبیعت کے یہی معنی ہیں چنانچہ اس لفظ کا عربی میں بمعنی مفعول ہونا خود اس بات پر شاہد ہے۔ الحاصل سکون زمین ہو یا حرکت معکوس دونوں طرح انشقاق قمر کے برابر نہیں ہو سکتی اس پر قرب وبعد فوقیت و تحتیت محل تاثیر کا فرق مزید برآں رہا۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۱، ۵۲)

(۳۶) <u>کسی کی استدعا قبول ہونی اس کی عظمت ہی پر موقوف نہیں:</u>

اور اگر فرض کیجئے حضرات نصرانی آفتاب ہی کو متحرک کہیں تب بھی یہی بات ہے کہ سکون آفتاب یا حرکت معکوس آفتاب ارادی ہو یا نہ ہو دونوں طرح شق قمر سے مشکل نہیں البتہ قرب وبعد محل تاثیر بظاہر یہاں معکوس ہو گیا ہے کیونکہ آفتاب قمر سے دور ہے مگر اول تو متحرکین بالاختیار کا بوجہ امر و نہی واستدعا والتماس دور سے تھام لینا ممکن۔ آدمیوں اور جانوروں میں بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ دور کی آواز پر تھم جاتے ہیں یا چل دیتے ہیں پر دور سے کسی جسم کا پھاڑ دینا متصور نہیں۔ سوار [یعنی سو اگر۔ راقم] آفتاب اپنے ارادے سے متحرک ہو تب تو حضرت یوشع کی استدعا کے بعد اس کا ٹھہر جانا حضرت یوشع کی تاثیر پر اور قوت پر دلالت نہ کرے گا بلکہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ آفتاب نے ان کی ایک بات مان لی سو کسی کا کسی بات کو مان لینا کچھ اس کی عظمت پر ہی منحصر نہیں خدا بندوں کی دعا قبول کر لیتا ہے تو بندے اس سے بڑھ گئے اور کافروں کی سن لیتا ہے تو کیا وہ کچھ خدا کے مقرب ہو گئے؟

علی ھذا القیاس بسا اوقات امراء وسلاطین مساکین کی عرض معروض سن لیتے ہیں تو کیا مساکین ان سے بڑھ جاتے ہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ استدعا ہی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس بات کی استدعا کی جارہی ہے اس بات میں مستدعی کو کچھ مداخلت نہیں زیادہ نہیں تو وقت استدعا تو ضرور ہی اس کا بیدخل ہونا ثابت ہوگا۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۲،۵۳)

۳۷) آفتاب بارادۂ خود متحرک ہے:

اور اگر آفتاب کسی دوسرے کی تحریک سے متحرک ہے تو پھر اس کا سکون محرک کے ہاتھ میں ہوگا اور حضرت یوشع کی استدعا گو بظاہر آفتاب سے ہوگی پر حقیقت (۱) میں اسی محرک سے ہوگی مگر ظاہر الفاظ حکایت اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آفتاب سے استدعا تھی اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں آفتاب کا بہ ارادۂ خود متحرک ہونا ثابت ہوگا۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۳)

۳۸) فلکیات میں خرق والتیام سکون وحرکت معکوس سے زیادہ دشوار ہے:

علاوہ بریں بطور حکماء یونان زوال حرکت فلکیات محال نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ حرکتیں دائمی ہیں ضروری نہیں اور ماہران منطق جانتے ہیں کہ مخالف ضرورت محال ہوتا ہے مخالف دوام محال نہیں ہوتا (۱) اور خرق والتیام فلکیات یعنی افلاک وکواکب وشمس وقمر ان کے نزدیک منجملہ محالات ہے اور فلکیات کا بجنسہ باقی رہنا ضروری گو واقع میں وہ محال اور یہ ضروری نہ ہو لیکن

---

(۱) ایسی استدعا میں صیغہ امر تمنی کیلئے ہوتا ہے اور حقیقت میں استدعا اسی سے ہوتی ہے جو اس کا کرنے والا ہوتا ہے جیسے خود حضرت نانوتویؒ کا ایک شعر ہے:۔

کرم کرائے کرم احمدی کہ تیرے سوا　　　نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

اس شعر میں مولانا اس کی تمنا کر رہے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے دن آپ کی شفاعت کریں اللہ کے حضور ہمارے لئے دعا کریں تو بظاہر استدعا نبی کریم ﷺ سے ہے مگر حقیقت میں دعا اللہ سے ہے۔

۔اس کی مزید باحوالہ بحث کیلئے دیکھئے اساس المنطق ۲۶۳ تا ۲۶۶ مع حاشیہ

بہر حال اتنی بات تو معلوم ہوئی کہ خرق والتیام میں بہ نسبت سکون وحرکت معکوس زیادہ دشواری ہے جو ایسے ایسے عقلاء کو خیال امتناع واستحالہ ہوا۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۳)

[منطق میں موجہات کی بحث کے اندر بتایا جاتا ہے کہ ایک قضیہ ضروریہ ہوتا ہے جس میں موضوع کیلئے محمول کا ثبوت ضروری اور لازمی ہوتا ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ موضوع یعنی مسند الیہ ہو اور محمول یعنی مسند اس کیلئے ثابت نہ ہو۔ اور ایک قضیہ دائمہ ہوتا جس میں موضوع کیلئے محمول کا ثبوت دائمی تو ہوتا ہے مگر لازمی اور ضروری نہیں ہوتا اس میں موضوع سے محمول کی جدائی فی حد ذاتہ ممکن ہوا کرتی ہے اب سمجھئے کہ حکماء یونان کہتے ہیں کہ آسمان اور اس کے کرے دائمی طور پر متحرک ہیں جبکہ دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ آسمان اور اس کے کروں پر خرق والتیام کا آنا ممتنع ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ان حکماء کے مذہب کے مطابق فلکیات ہمیشہ سے متحرک ہیں چونکہ یہ قضیہ دائمہ ہے اس کے دائمہ ہونے سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک ان کے ساکن ہونے کا امکان ہے جبکہ ان چیزوں کے پھٹ جانے کو وہ لوگ ممکن ہی نہیں مانتے۔ ان حکماء کے مذہب کے لحاظ سے بھی شق قمر کا معجزہ ردشمس کے معجزہ سے بڑھا ہوا ہے۔ منطق کی اس دقیق بحث کو لانے کا مقصد بھی نبی ﷺ کی شان کا اظہار ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نبی ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے آمین]

۳۹) انشقاق قمر کا معجزات داؤدی سے مقابلہ:

اس کے بعد گذارش ہے کہ اس معجزہ کو پتھروں کے نرم ہو جانے یا لوہے نرم ہو جانے سے ملایئے اور پھر فرمایئے کہ تفاوت آسمان وزمین ہے کہ نہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۳)

۴۰) برکت صحبت رسول اللہ ﷺ کا اثر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضاء کی خوبی میں کچھ کلام نہیں، پر رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب کی چھڑی کے سر پر بطفیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیری رات میں جب وہ آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگے روشنی ہوگئی وہ جانے والے دو شخص تھے جہاں سے راہ جدا ہوا وہاں سے وہ روشنی دونوں کے ساتھ ہو لی۔ اب خیال فرمایئے دست مبارک موسیٰ

علیہ السلام اگر جیب میں ڈالنے کے بعد بوجہ قرب قلب منور روشن ہوا تھا تو اول تو وہ نبی، دوسرے نور قلب کا قرب و جوار جیسے بوجہ قرب ارواح اجسام میں ان کے مناسب حیات آجاتی ہے ایسے ہی بوجہ قرب نورِ قلب دست موسوی میں اس کے مناسب نور آجائے تو کیا دور ہے؟ یہاں تو وہ دونوں صاحب نہ نبی تھے نہ ان کی لکڑی کو قلب سے قرب و جوار نہ اخذ فیض میں وہ قابلیت جو بدن میں بہ نسبت روح ہوتی ہے۔ فقط برکت صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔ (ص ۵۳،۵۴)

[حضرت نے اس عبارت میں ایک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک کے روشن ہونے کی وجہ بیان کی دوسرے نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت کو بھی بیان کر دیا۔ مسلمانو! سوچو تو سہی کیا ختم نبوت کا کوئی منکر نبی کریم ﷺ کی محبت میں ایسی باتیں کرتا ہے۔ ختم نبوت کے منکر تو بجائے خود رہے حضرت نانوتویؒ پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگانے والوں نے کبھی ایسے مضامین لکھے ہوں تو دکھائیں]

<u>۴۱)   برکت صحبت رسول اللہ کا دوسرا اثر:</u>

اور سنئے آتش نمرود نے اگر جسم مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلایا تو اتنا تعجب انگیز نہیں جتنا اس دسترخوان کا آگ میں نہ جلنا جو حضرت انسؓ کے پاس بطور تبرک نبوی تھا اور وہ بھی ایک بار نہیں بارہا اس قسم کا اتفاق ہوا کہ جہاں میل چکناہٹ زیادہ ہو گیا جبھی آگ میں ڈال دیا اور جب میل چکناہٹ جل گیا جبھی نکال لیا یہ قصہ مثنوی مولانا روم میں مذکور ہے اور حکایتیں اور کتابوں میں مذکور ہیں۔ مگر خیال فرمائیے کہ ایک تو آدمی کا جلنا اتنا موجب تعجب نہیں جتنا کھجور کے پٹھوں کے دسترخوان کا اور وہ بھی ایسا جس پر عجب نہیں چکناہٹ بھی ہوتا ہو دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دسترخوان میں زمین و آسمان کا فرق وہ خود نبی اور نبی بھی کیسے خلیل اللہ اور وہاں دسترخوان میں فقط اتنی بات کہ گہ و بیگاہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھا گیا ہو اور آپ نے اس پر کھانا کھایا ہو۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۴)

[یاد رہے کہ اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ دسترخوان کا موازنہ ہرگز نہیں ہے بلکہ نبی

کریم ﷺ کی عظمت ہی کو بیان کرنا مقصد ہے اور نبی کریم ﷺ تو یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے برتر تھے وہ دسترخوان اگر نہ جلتا تھا تو نبی ﷺ کی برکت سے ہی ایسا ہوتا تھا۔]

۴۲) معجزات قرآنیہ کا ثبوت اعلیٰ درجہ کا ہے:

الحاصل معجزات عملی میں بھی رسول اللہ ﷺ ہی سب میں فائق ہیں اور پھر وہ معجزات جو قرآن میں موجود ہیں ان کا ثبوت ایسا یقینی کہ کوئی تاریخی بات اس کے ہم پلہ نہیں ہوسکتی کیونکہ کوئی کتاب سوائے قرآن مجید عالم میں ایسی نہیں کہ اس کا لفظ لفظ متواتر ہو اور لاکھوں آدمی اس کے حافظ ہوں بلکہ کسی کتاب کا ایک دو حافظ بھی عالم میں شاید نہ ہو۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۵)

۴۳) معجزات حدیثیہ کا ثبوت تورات وانجیل سے کم نہیں:

سوا اس کے احادیث نبوی ﷺ اس بات میں تو تورات وانجیل کے ساتھ مساوی ہیں کیونکہ یہود ونصاری بھی اپنی کتابوں کی نسبت اس بات کے قائل ہیں کہ مضامین الہامی اور الفاظ الہامی نہیں اہل اسلام بھی اس بات کے قائل ہیں کہ مضامین احادیث وحی سے متعلق ہیں پر الفاظ وحی میں نہیں آتے چنانچہ اسی وجہ سے قرآن وحدیث کو باہم ممتاز سمجھتے ہیں۔

اور قرآن شریف کو جو نماز میں پڑھتے ہیں اور احادیث کو نہیں پڑھتے تو اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ وہ وقت گویا ہمکلامی خدا ہے اس وقت وہی الفاظ چاہئیں جو خدا کے یہاں سے آئے ہیں زیادہ فرصت نہیں اور نہ زیادہ گنجائش ورنہ اس مضمون کو ان شاء اللہ واشگاف کر کے دکھلا دیتا مگر باوجود اس تساوی کے یہ فرق ہے کہ اہل اسلام کے پاس احادیث کی سندیں من اولہ الی آخرہ موجود اس زمانہ سے لیکر اوپر تک تمام راویوں کا سلسلہ بتا سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات کس قدر موجب اعتبار ہے۔ علاوہ بریں جس زمانہ تک احادیث متواتر تھیں اس زمانہ تک کے راویوں کے احوال مفصل بتلا سکتے ہین کیونکہ اس علم میں کثرت سے کتابیں موجود ہیں ہاں ایک دو روایت شاید ایسی بھی ہوں گی کو مثل تورات وانجیل ان کی سند کا آجکل پتا نہ نکلے مگر جب حضرات نصاری سے مقابلہ ہے تو پھر اُن روایات کے پیش کرنے میں کیا حرج؟ اس کے بعد اہل انصاف کو تو مجال دم

زدن نہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۵)

[خط کشیدہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ کو اپنے سے لے کر نبی کریم ﷺ تک ساری سند اتنی از بر تھی کہ اگر مباحثہ میں سنانی پڑتی تو بلا تکلف سنا دیتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس سند کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین]

۴۴) اہل کتاب کی بے انصافی:

یہ کیا انصاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تو ان روایات کے بھروسے تسلیم کر لئے جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات باوجودیکہ ایسی ایسی روایات متصلہ ہوں تسلیم نہ کئے جائیں اور پھر تماشہ یہ ہے کہ ایسی بے معنی حجتیں کی جاتی ہیں کہ کیا کہئے؟ (حجۃ الاسلام ص ۵۶)

۴۵) معجزات کا قرآن میں ذکر ہے یا نہ اس کی تحقیق:

کوئی صاحب فرماتے ہیں یہ معجزے قرآن میں مذکور نہیں مگر اول تو کوئی پوچھے کہ قرآن میں مذکور ہونا جو تسلیم کے لئے ضروری ہے تو یہ ضرورت بشہادت عقل ہے یا بشہادت نقل؟۔ عجب اندھیر ہے کہ تاریخوں کی باتیں تو جن کے مصنف اکثر سنی سنائی لکھتے ہیں اور راویوں کی کچھ تحقیق نہیں کرتے اور پھر آج اُن تاریخوں کی کوئی سند مصنف تک نہیں ملتی حضرات نصاری کے دل میں نقش کالحجر ہو جائیں اور نہ مانیں تو احادیث محمدی ﷺ کو نہ مانیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۶)

۴۶) بعض معجزات قرآنیہ کا ذکر:

علاوہ بریں اگر یہ مطلب ہے کہ کوئی معجزہ قرآن میں مذکور نہیں تو یہ از قسم دروغ گویم برروئے تو ہے۔ شق قمر اور کثرت سے پیشینگوئی جن میں سے اسلام میں خلفاء کا ہونا اور فارس سے لڑائی کا ہونا اور روم کا مغلوب ہونا اور سوائے اُن کے اور موجود ہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۶)

۴۷) ایمان کے لئے ایک معجزہ کافی ہے:

اور اگر یہ مطلب ہے کہ سارے معجزات قرآن میں موجود نہیں تو ہماری گذارش ہے کہ

ایمان کیلئے ایک بھی کافی ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۶)

۴۸) مدار قبول سند پر ہے نہ خدا کے نام لگ جانے پر:

علاوہ بریں مدار کار قبول روایت سند پر ہے خدا کے نام لگ جانے پر نہیں ورنہ لازم یوں ہے کہ حضرات نصاری سوا ان چار انجیلوں کے جتنی انجیلیں کہ اب مردود غلط سمجھتے ہیں ان سب کو واجب التسلیم سمجھیں اور جب مدار کار روایت سند پر ہو تو پھر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجب التسلیم ہوں گی اور توریت وانجیل واجب الانکار۔

اور سنئے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں معجزوں کے دکھلانے سے انکار ہے یہ نہیں سمجھتے کہ وہ ایسا انکار ہے جیسا انجیل میں انکار ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۶، ۵۷)

۴۹) شق قمر کے تاریخی ثبوت کی تحقیق:

کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر انشقاق قمر ہوا ہوتا تو سارے جہان میں شور پڑ جاتا تاریخوں میں لکھا جاتا۔ اول تو یہی ایک معجزہ نہیں جس کے عدم ثبوت سے کچھ خلل واقع ہو۔ علاوہ بریں یہ خیال نہیں فرماتے کہ اگر ایسے وقائع میں شور عالمگیر کا ہونا لازم ہے اور تاریخوں میں لکھا جانا ضرور ہے تو اس اندھیری کا کونسی تاریخ میں ذکر اور کہاں کہاں شور ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کے سولی دینے کے دن واقع ہوا تھا اور اس ستارہ کا کون کونسی کتاب میں ذکر ہے اور کہاں کہاں شور ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کے تولد کے دنوں میں نمایاں ہوا تھا اور آفتاب کے پہر بھر تک ساکن رہنے کا کہاں کہاں چرچا ہے اور کون کون سی کتاب میں مذکور ہے علی ھذا القیاس اور وقائع کو خیال فرمایئے۔

علاوہ بریں دن کے واقعات اور رات کے حوادث میں عموم اطلاع کے باب میں زمین آسمان کا فرق ہے خاص کر اندھیری رات کا ہو جانا کہ اس کی اطلاع تو ہر کس وناکس کو ضرور ہے۔ انشقاق قمر کی اطلاع تو سوا اُن صاحبوں کے ضروری نہیں کہ اس وقت بیدار بھی ہوں اور پھر نگاہ بھی اُن کی چاند ہی کی طرف ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات شب کے وقت بہت کم اتفاق میں آتی ہے کہ

بیدار بھی ہوں اور نگاہ بھی ادھر ہو اور اگر فرض کیجئے کہ موسم سرما ہو تو یہ بات اور بھی مستبعد ہو جاتی ہے۔

علاوہ بریں قمر کے تھوڑی دیر بعد یہ قصہ واقع ہوا اس لئے جبل حرا کے دونوں ٹکروں کے بیچ میں حائل ہو جانے کا مذکور ہے اس صورت میں ممالک مغرب میں تو اس وقت عجب نہیں طلوع بھی نہ ہوا ہو اور بعض بعض مواقع میں عجب نہیں کہ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کی آڑ میں آ گیا ہو اور اس لئے انشقاق قمر اُس جا پر محسوس نہ ہوا ہو ہاں ہندوستان میں اُس وقت ارتفاع قمر البتہ زیادہ ہوگا اور اس لئے وہاں اور جگہ کی نسبت اس کی اطلاع کا زیادہ احتمال ہے مگر جیسے اُس وقت ہندوستان میں ارتفاع قمر زیادہ ہوا ہوگا ویسا ہی اُس وقت رات بھی آدھی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس وقت کون جاگتا ہوتا ہے؟

سوا اس کے ہندوستانیوں کو قدیم سے اس طرف توجہ ہی نہیں کہ تاریخ لکھا کریں بااین ہمہ تاریخوں میں موجود ہے کہ یہاں کے ایک راجہ نے ایک رات یہ واقعہ بچشم خود دیکھا ہے اس سے زیادہ کیا عرض کیجئے اہل انصاف کو یہ بھی کافی ہے اور ناانصاف لوگ عذاب آخرت ہی کے بعد تسلیم کریں تو کریں۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۷، ۵۸ طبع دیوبند)

﴿تاریخ فرشتہ سے معجزہ شق القمر کا ذکر﴾

یاد رہے کہ دین اسلام متواتر ہے مگر سارے کا سارا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی وساطت سے ہمیں ملا ہے معجزہ شق القمر کا قطعی ثبوت بھی انہی حضرات کی روایات سے ہم تک پہنچا ہے کیونکہ قرآن کے بھی راوی صحابہ ہیں احادیث کے راوی بھی صحابہ ہی ہیں۔ اگر حضرات صحابہ کرام پر اعتماد نہ کیا جائے تو دین کی کوئی بات ثابت نہ ہوگی۔ پھر ہر زمانے میں ایک بڑی جماعت دین کو اگلوں تک پہنچانے والی باقی رہی اور اب بھی الحمدللہ موجود ہے دین کی کسی بات کو لینے کیلئے اس جماعت سے ثبوت ضروری ہے ہم دنیا کی کتب تاریخ کے محتاج نہیں بنائے

گئے۔حضرت نانوتویؒ نے اپنے بیانات اور اپنی کتابوں میں اس حقیقت کو سمجھایا پھر سائل کو مطمئن کرنے کی اس کتاب حجۃ الاسلام اور قبلہ نما میں معجزہ شق القمر کے بارے میں تاریخ فرشتہ کا ذکر بھی ہے۔مناسب معلوم ہوا کہ تاریخ فرشتہ سے اس واقعہ کو نقل کر دیا جائے اس کتاب کے گیارھویں مقالہ میں جو حکام ملیبار کے بارے میں ہے ملیبار کو مالا بار بھی کہتے ہیں یہ علاقہ ہندوستان میں سری لنکا کے قریب واقع ہے۔اس مقالے میں لکھا ہے:

بعض سوداگران یہود و نصاری نے ولایت ملیبار کے شہروں میں سکونت اختیار کر کے کوٹھیاں اور دکانیں تیار کیں اور یہ آئین طلوع آفتاب عالمتاب ملت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے زمانہ تک مروج رہا جب تاریخ ہجری دو سو سال سے متجاوز ہوئی ایک جماعت اہل اسلام عرب وعجم کے،لباس فقر و درویشی میں بنادر عرب [عرب کی بندرگاہوں] سے کشتی میں سوار ہو کر حضرت بابا آدم علیہ السلام کے قدمگاہ کی زیارت کی عزیمت میں سراندیپ کی طرف کہ جس کو لنکا کہتے ہیں متوجہ ہوئی [مشہور ہے کہ سری لنکا میں کسی جگہ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے اس کی زیارت کیلئے لوگ دور دور سے جاتے ہیں رحلہ ابن بطوطہ میں بھی اس کو ذکر ملتا ہے] اور بحسب اتفاق وہ کشتی ہوائے مخالف سے تباہ ہو کر ملیبار کی طرف جا پڑی اہل کشتی شہر گدنکلور میں وارد ہوئے اور وہاں کا حاکم مسمی سامری تھا اور وہ زیور عقل و دانش سے آراستہ اور صفت اخلاق ستودہ سے پیراستہ تھا ان کی صحبت سے مشرف ہوا اور اِدھر اُدھر کا تذکرہ کر کے اُن کے مذہب اور ملت سے سوال کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اہل اسلام اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں سامری نے جواب دیا میں نے گروہ یہود اور نصاری اور ہنود سے جو تمہارے دین کے مخالف اور جہان کے سیاح ہیں اُن کی زبانی سنا ہے کہ یہ دین بلادِ عرب وعجم وترک میں مروج ہے لیکن مجھے مسلمانوں کی صحبت میسر نہ ہوئی اب امیدوار ہوں کہ سید الانبیاء کے کچھ حالات صدق آیات و معجزات باہرات سے بیان فرمائیں۔ایک ان فقراء میں سے جو علم وصلاح کی صفت میں موصوف تھا اس نے آغاز کلام کر کے اس قدر حالات اور معجزات آنحضرت

کے بیان فرمائے کہ سامری کے دل میں حضرت رسالت پناہ کی محبت جوش زن ہوئی اور جب اس نے معجزہ شق القمر کا سنا بولا اے قوم یہ معجزہ بہت قوی ہے اگر حق اور صدق ہے اور سحر نہ تھا تو جمیع بلاد قریب وبعید کے آدمیوں نے یہ معجزہ مشاہدہ کیا ہوگا اور ہمارے ملک کا یہ دستور ہے کہ جس وقت کوئی قضیہ بزرگ [بڑا قصہ] واقع ہوتا ہے ارباب قلم اسے دفتروں میں قلم بند کرتے ہیں اور ہمارے باپ دادا کا دفتر موجود ہے اسے دیکھ کر تمہارے زر صدق کو محک امتحان پر جانچتا ہوں پھر اہل دفتر کو بلا کر فرمایا کہ تم دفتر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھول کر شق القمر کا حال دیکھو جب وہ دیکھا گیا اس مقام میں لکھا تھا کہ فلاں تاریخ میں دیکھا گیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر پیوست ہوا یہ سنتے ہی حقیقت دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سامری پر ظاہر ہوئی اور نور ایمان اس کے چہرہ پر چمکا اور صدق دل سے کلمہ طیبہ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاری کیا اور باعتقاد تمام مسلمان ہوا (تاریخ فرشتہ اردو ج ۲ ص ۴۸۸، ۴۸۹ طبع نول کشول لکھنو)

﴿تذکرہ مولانا زین الدین ملیباریؒ﴾

یاد رہے کہ تاریخ فرشتہ کے مصنف ملا محمد قاسم فرشتہ نے اس واقعہ پر کتاب تحفۃ المجاہدین کا حوالہ دیا ہے اور "تحفۃ المجاہدین" مشہور شافعی فقیہ علامہ زین الدین بن عبد العزیز ملیباری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے جنہوں نے فقہ شافعی میں قــــرۃ العین کے نام سے ایک متن لکھا پھر فتح المعین کے نام سے اس کی بہترین شرح تحریر کی اس فتح المعین کے اوپر ایک حاشیہ تـرشیح المستفیدین اور دوسرا اعـانۃ الطالبین لکھا گیا اور یہ کتابیں اتنی مقبول ہیں کہ بار بار طبع ہوتی ہیں راقم نے اپنی کتاب "وارکعوا مع الراکعین" کے صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ میں امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کے بارے میں ان کتابوں کے حوالہ جات بھی نقل کیے ہیں شیخ زین الدینؒ نے اس کتاب کو سنہ ۹۸۲ھ میں لکھا (دیکھیے نزھۃ الخواطر ج ۴ ص ۱۰۶)

☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتگوئے مذہبی

۱۲ ھ ۹۳

واقعہ میلہ خدا شناسی

۱۲ ھ ۹۳

اس مشہور مذہبی مناظرہ کی مفصل کیفیت و روداد جو متصل شاہ جہانپور ہندو، عیسائی اور مسلمانوں کے علماء کے درمیان ہوا اور جس کو جناب محمد ہاشم علی صاحب مہتمم مطبع ہاشمی و جناب محمد حیات صاحب مطبع ضیائی میرٹھ نے قلم بند و شائع کرایا تھا اور جس میں سب سے زیادہ قابل ذکر تقریر ہے۔

از حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، بانی دار العلوم دیوبند

اضافہ عنوانات و پیراگراف از مولانا حسین احمد نجیب

ناشر

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

﴾تعارف میلہ خداشناسی﴿

سبب انعقاد:

ہندوستان کے علاقہ چاندا پور ضلع شاہجہانپور میں ایک بڑا سرمایہ دار جاگیر دار ہندو تھا جس کا نام تھا منشی پیارے لال اس کی ایک یورپین پادری نولس سے دوستی ہوگئی اس کی باتیں سن کر اس کا دل عیسائیت کی طرف مائل ہوا تو اس کے ہندو دوستوں نے اس کو مشورہ دیا کہ آپ اپنی زمینوں میں ایک مذہبی مباحثہ رکھیں (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۰)

میلے کا اشتہار:

چنانچہ پادری نولس صاحب انگلستانی پادری شاہجہانپور اور منشی پیارے لال ساکن موضع چاندا پور متعلقہ شہر شاہجہانپور نے مل کر ۱۸۷۶ء میں ایک میلہ خداشناسی موضع چاندا پور میں جو شہر شاہجہانپور سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر لب دریا واقع ہے مقرر کیا اور تاریخ میلہ ۷ مئی ٹھہرائی اور اشتہار اس مضمون کے اطراف و جوانب میں بھجوائے۔ منشا اشتہار یہ تھا کہ ہر مذہب کے آدمی آئیں اور اپنے اپنے مذہب کے دلائل سنائیں۔ مسلمانوں نے حضرت نانوتویؒ کو لکھا کہ آپ وقت مقررہ پر ضرور تشریف لائیں (میلہ خداشناسی ص ۸)

حضرت نانوتویؒ کو شرکت کی دعوت:

۴ مئی کو حضرت کو شاہجہانپور والوں کی طرف سے خط آیا کہ آپ آئیں اور مولوی سید ابو المنصور صاحب کو بھی ساتھ لائیں کیونکہ پادری نول صاحب کو جو بڑے لسان اور مقرر ہیں یہ دعوی ہے کہ بمقابلہ دین عیسوی دین محمدی کی کچھ حقیقت نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ اپنے احباب کی معیت میں روز شنبہ ۶ مئی کو بعد عصر شاہجہانپور پہنچے حضرت کے احباب میں مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور مولانا سید ابو المنصور صاحب دہلویؒ امام فن مناظرہ اہل کتاب شامل

تھے (میلہ خدا شناسی ص ۹)

حضرت نانوتویؒ کی آمد:

مولانا نانوتویؒ نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا چاہا۔ مولانا محمود حسنؒ کو لے کر ایک سرائے میں تشریف لے گئے مگر کچھ لوگوں کو پتہ چل گیا اور وہ اصرار کر کے حضرت کو اپنے گھر لے گئے۔ مولانا نانوتویؒ صبح کو نماز پڑھ کر پیادہ پا ہی چاندا پور میں جا چکے۔

جلسہ گاہ کا منظر:

ایک بڑے خیمے میں یہ مجلس منعقد ہوئی اس طرح کہ خیمے کی بیچ میں ایک میز رکھی گئی اور اس کے دونوں جانب آمنے سامنے کرسیاں وغیرہ بچھائی گئیں ایک طرف پادری عیسائی اور مقابلہ میں علماء اسلام بیٹھ گئے اور بین الصفین میز کے سامنے موتی میاں صاحب قلمدان وکاغذ لے کر بیٹھ گئے اور قواعد مناظرہ لکھے اور بعض سوال وجواب علی سبیل الاختصار اور سوا اس کے بعض امور دیگر بھی وہی رئیس قلمبند کرتے جاتے تھے (میلہ خدا شناسی ص ۱۰) اگرچہ بظاہر مناظرہ کرنے والے تین فریق قرار پائے تھے مسلمان، عیسائی ہندو مگر درحقیقت اصل گفتگو مسلمان اور عیسائیوں میں تھی (میلہ خدا شناسی ص ۱۱)

کس کس نے بیان کیا:

پہلے پادری نولس نے انجیل کی حقانیت پر بیان کیا اس پر علماء اسلام نے اعتراضات کیئے اس کے بعد اہل اسلام کی باری تھی تو سب حضرات نے حضرت نانوتویؒ سے بیان کی درخواست کی (میلہ خدا شناسی ص ۱۷) حضرتؒ نے ایسا بیان کیا جس کے اثرات اب تک موجود ہیں اور ان شاء اللہ ہمیشہ باقی رہیں گے۔

اہل اسلام کا غلبہ:

نو بجے یہ جلسہ شروع ہوا اور دو بجے برخواست ہوا اہل اسلام نے اول نماز پڑھی پھر کھانا کھایا اور باہم ایک دوسرے کی تقریر کی خوبی کا ذکر ہوتا رہا اور افضال خداوندی کو یاد کر کے ان

تقریروں کے مزے لیتے رہے اور شہر میں اور اطراف میں یہ شہرت اڑ گئی کہ مسلمان غالب رہے چنانچہ اس وجہ سے دوسرے دن اور بہت شائق آپہنچے (میلہ خدا شناسی ص ۳۰،۳۱)

ہر طرف اسلام کی تبلیغ:

پھر مولانا نانوتویؒ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ میلہ میں متفرق ہو کر بیان کرنا چاہئے چنانچہ واعظین نے علی الاعلان اسلام کی تبلیغ اور عیسائیت کا بطلان بیان کیا (میلہ خدا شناسی ص ۳۱) قبل مغرب تک تمام میلہ میں عجب کیفیت رہی اور عنایت ایزدی سے کوئی پادری مقابل نہ ہوا دوسرے دن فجر کے بعد پھر حضرت نے اپنے ساتھیوں سے کہا تو انہوں نے نو بجے تک میلہ میں جا کر کَمَا یَنۡبَغِی حق اسلام ادا کیا پادری لوگ بھی میلہ میں پھرتے تھے لیکن جدھر گزر ہوتا تھا عوام لوگ یہی کہتے تھے کہ پادری صاحب ہم ہی کو دھمکانے کو تھے اب تو کچھ بولئے (میلہ خدا شناسی ص ۳۲)

حضرت نانوتویؒ زندہ باد:

موتی میاں نے آکر بتایا پادری کہتے ہیں کہ گو یہ صاحب یعنی حضرت نانوتویؒ ہمارے خلاف کہتے ہیں پر انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسی تقریریں اور ایسے مضامین ہم نے نہ سنے تھے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا پادری باہم کہتے تھے آج ہم مغلوب ہو گئے (میلہ خدا شناسی ص ۵۵)

مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے میلہ خدا شناسی کا از اول تا آخر مطالعہ کیجئے
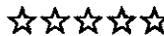
﴿عبارات میلہ خداشناسی﴾

پہلے دن توحید خداوندی کے بعد نبوت کی ضرورت کو بیان کیا اس کے بعد عصمت انبیاء پر بحث کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

الحاصل انبیاء میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو ناپسندیدۂ خداوندی ہو اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں اُن کے اخلاق کا حمیدہ ہونا اور تمام قواء علمیہ گزیدہ ہونا لازم آئے گا جس سے اُن کی معصومیت کا اقرار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جب بُری صفت ہی نہیں اور فہم کامل ہے یعنی قوۃ علمیہ بھی ہے تو پھر اعمال ناشائستہ کے صادر ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ ہر فعل کے صادر ہونے کیلئے ایک قوۃ یعنی ایک صفت کی ضرورت ہے دیکھنے کیلئے بینائی چاہئے، سننے کیلئے شنوائی چاہئے ایسے ہی اچھے اعمال کیلئے اچھی صفت کی ضرورت ہے اور بُرے کیلئے بُری صفت کی حاجت۔ بُری صفت سے وہ لوگ مبرا ہوئے تو برے افعال سے بدرجہ اولیٰ معصوم ہوں گے۔

شفاعت انبیاء کا ثبوت:

مگر جب سراپا اطاعت یعنی ہر طرح سے محکوم ہوئے تو پھر اُن کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے طور پر جسے چاہیں بخشدیں جسے چاہیں عذاب دینے لگیں یہ اختیار ہو تو محکوم نہ رہیں حاکم ہو جائیں ہاں یہ بات البتہ متصور ہے کہ وہ کسی کیلئے دعا، کسی کیلئے بددعا کریں کسی کے حق میں کلمہ الخیر کسی کے حق میں بُرا کلمہ کہیں۔ مگر جب وہ ہر طرح سے مقدس مانے گئے تو وہ اپنے خیر خواہوں کے خیر خواہ ہی بنیں گے بدخواہ نہ ہوں گے کلمۃ الخیر ہی کہیں گے کوئی بُرا کلمہ نہ کہیں گے سو اسی کو ہم شفاعت کہتے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کے کفارہ ہو جانے کا بطلان:

القصہ رسولوں اور پیغمبروں کی شفاعت ممکن ہے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کفارہ ہو جانا ممکن نہیں یعنی یہ بات جو عیسائیوں کے اعتقاد میں جمی ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

امتیوں کی طرف سے ملعونِ خدا ہوئے نعوذ باللہ اور تین دن تک ان کے عوض جہنم میں رہے ہرگز قرین عقل نہیں (میلہ خدا شناسی ص ۲۵،۲۶)

﴿اس موقع پر دوسرے دن حضرت نانوتویؒ کی تقریر﴾

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اس میز کے پاس تشریف لائے جہاں واعظ کھڑا ہوکر وعظ کہتا تھا اور نام خدا توحید ورسالت کا ذکر چھیڑا۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ مسلمان توحید کے اوپر اس درجہ مستقیم ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سب میں افضل سمجھتے ہیں اور بعد خداوند عالم انہیں کو جانتے ہیں مگر با ینہمہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی عبودیت میں سے ادنیٰ درجہ کا ادب ہے اُن کے لئے جائز نہیں سمجھتے پھر اس کے بعد ضرورت رسالت میں ایک تقریر بیان کی جس کا حاصل یہ ہے۔

نبی کی ضرورت اور مبناء نبوت:

اب اس کا دیکھنا ضرور ہے کہ کون نبی ہے، کون نہیں؟ مگر یہ بات بے تنقیح اصل ومبناء نبوت معلوم نہیں ہوتی ب ظاہر دو احتمال ہیں بناءِ نبوت یا تو معجزات ہوں یا اعمال صالحہ۔ معجزات پر تو مبنی نہیں کہہ سکتے۔ بناء نبوت معجزات پر ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ اول معجزات ظاہر ہولے جب نبوت عنایت ہو مگر سب جانتے ہیں کہ امتحان معجزات کے بعد نبوت عنایت نہیں ہوتی بلکہ عطاء نبوت کے بعد معجزات عنایت ہوتے ہیں علی ھذا القیاس اعمال صالحہ کو بناء نبوت نہیں کہہ سکتے عمل صالح اسی کو کہتے ہیں جو خدا کے موافق مرضی ہو سو اللہ کے احکام معلوم کرنے کے لئے ہی تو نبوت کی ضرورت پڑی ہے اور اعمال کا علم اور ان کی تعمیل خود نبوت پر موقوف ہے نبوت ان پر کیونکر موقوف ہو جو ان کو بناء نبوت کہئے۔

اخلاق حمیدہ کی اہمیت:

اور سوا اعمال ومعجزات کے اس کام کے لئے اگر نظر پڑتی ہے تو اخلاق حمیدہ پر پڑتی ہے

ان کا حصول نبوت پر موقوف نہیں ۔آدمی کی ذات کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اگر کسی کے اخلاق حمیدہ یعنی موافق مرضی خداوندی ہوں گے تو پھر نظر عنایت خدا اس کے حال پر کیوں نہ ہوگی؟

لیکن اتنی بات اور قابل گذارش ہے کہ جیسے انوار میں باہم فرق مراتب ہے آفتاب وقمر وکواکب وآئینہائے قلعی دار وذرات وزمین میں دیکھئے کتنا فرق ہے؟ ایسے ہی اخلاق میں بنی آدم باہم متفاوت ہیں سو جولوگ فہم واخلاق میں بمنزلہ شمس وقمر وکواکب ہوں وہ تو نبی ہوں سکتے ہیں اور جولوگ بمنزلہ آئینہ وذرہ وزمین مستفیض ہوں وہ لوگ سب امتی ہوں گے یوں کوئی ولی یا صالح ہوتو ہو۔

غرض انبیاء کی حقیقت امتیوں کے حقائق کے فہم واخلاق کی اصل ہوتی ہے جیسے آفتاب قمر وکواکب آئینوں اور ذروں اور زمین کے انوار کی اصل ہیں سو جولوگ دربارۂ اخلاق اصل ہوں قابل انعام ہوں گے کیونکہ جب اوروں سے اوپر ہوئے تو خداوند عالم جو سب سے عالی مراتب ہے ان سے بہ نسبت اوروں کے قریب ہوگا اس لئے تقرب مشار الیہ جو نبیوں کو ضرور ہے انہیں کو میسر آئیگا اور خلافت خداوندی کے مستحق وہی ہوں گے کیونکہ بادشاہ کی ماتحتی اور اس کی خلافت بجز مقربان درگاہ اور کسی کو میسر نہیں آسکتی۔

<u>اس کے بعد فرمایا:</u>

سو نبوت میں بجز خلافت خداوندی اور کیا ہوتا ہے جیسے حکام ماتحت کے احکام بعینہ وہ احکام بادشاہی ہوتے ہیں ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کے احکام بعینہ احکام خدائے تعالیٰ ہوتے ہیں بالجملہ بناء نبوت اخلاق حمیدہ پر ہے۔

اخلاق حمیدہ سے نبوت محمدی پر استدلال:

مگر ہم نے غور سے دیکھا تو اخلاق میں رسول اللہ ﷺ سے کسی کو بڑھ کر نہ پایا آپ کے اخلاق کی ایک تو یہی بڑی دلیل ہے جو اوروں کے نزدیک موجب اعتراض ہے اور لوگ جہاد

کو بڑا اعتراض اس مذہب پر سمجھتے ہیں مگر قطع نظر اس سے کہ جہاد اور دینوں میں بھی تھا اور عقل سلیم کے نزدیک بے شک ایک عمدہ سامان تہذیب عالم اور ذریعہ شرک والحاد وفتنہ وفساد ہے(1) بے لشکر جرار ممکن نہ تھا سو یہ لشکر جرار جس نے روم وشام وعراق وایران ومصر ویمن کو زیروزبر کر دیا آپ کو کیونکہ میسر آیا۔

بظاہر فراہمی لشکر دنیا میں دو دیکھتے ہیں مال ودولت یا حکومت کی جبر وتعدی سو آپ میں دونوں نہ تھے آپ کہیں کے بادشاہ نہ تھے، بادشاہ زادے نہ تھے، جاگیردار نہ تھے، تعلقہ دار نہ تھے جو یوں کہیے لشکر نوکر رکھا اور یہ کارنمایاں کر دکھایا۔ حاکم نہ تھے جو یوں کہیے ایک ایک دو دو آدمی گھر پیچھے مثلاً جیسے بعض سلطنتوں کے قصے سنتے ہیں منگا بھیجے اور یہ سانحہ برپا کر دیا بجز اخلاق اور کیا چیز تھی جس نے یہ تسخیر کی اور برابر کے بھائیوں کو ایسا مسخر کر دیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں خون گریں۔

پھر یہ نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا ہو چکا عمر بھر یہی کیفیت رہی آپ کے پیچھے گھر سے بے گھر ہوئے زن وفرزند کو چھوڑا گھر بار سب پر خاک ڈالی خویش واقرباء سے لڑے ان کو مارا، یا ان کے ہاتھوں مارے گئے یہ آپ کے اخلاق اور آپ کی محبت نہ تھی تو اور کیا تھا؟

غرض ملک عرب جیسے بے پیروں خود سروں کو ایسا مٹھی میں لیا کہ نرم مزاج غریب طبیعت کے لوگوں کے کسی گروہ کی نسبت بھی ایسی تسخیر آج تک کسی نے نہ سنی ہوگی ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی حضرت آدم علیہ السلام میں تھے یا حضرت نوح علیہ السلام میں تھے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھے یا کسی اور میں تھے انصاف سے کوئی صاحب بتلائیں تو سہی اس قسم کے اخلاق کا کوئی شخص ہوا ہے؟

---

(1) حضرت نے اس موقعہ پر دشمنوں کی موجودگی میں بھی ذرا مداہنت نہ کی نہایت جرأت کے ساتھ اسلام کا دفاع کیا۔

(میلہ خداشناسی ص۳۶ تا۳۹)

حضرت کی تقریر کا اثر:

یہی تقریر ہو رہی تھی اور لوگوں پر ایک کیفیت تھی ہر کوئی ہمہ تن گوش ہو کے مولوی صاحب کی جانب تک رہا تھا کسی کی آنکھوں میں سنتے ہیں آنسو کسی کی آنکھوں میں حیرت ۔ پادریوں کی یہ حالت کہ ششدر، بے حس و حرکت ۔ جو پادری صاحب نے اطلاع دی آپ کا وقت ہو چکا۔ سننے والوں کو ارمان رہ گیا۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا صاحبو تنگی وقت سے معذور ہوں ورنہ ان شاء اللہ شام کر دیتا جو کچھ کہا دریا میں کا ایک قطرہ سمجھئے موتی میاں صاحب نے پکار کر کہا صاحبو! سنا جو کچھ بیان ہوا یہ دریا میں کا ایک قطرہ ہے (میلہ خداشناسی ص ۳۸ سطر ۵ تا ص ۳۹ سطر ۱۶)

اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا:

واقعی مولانا نانوتویؒ نے ان مباحثوں میں اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا اس عاجز کے علم میں ایسا کوئی عالم نہیں گزرا جس نے اس قسم کے مجمع میں اس طرح ٹھوس اور آسان عقلی دلائل کے ساتھ توحید، رسالت اور ختم نبوت جیسے اسلامی عقائد کو منوایا ہو۔ اگر کسی کو اس بات سے اتفاق نہ ہو تو باحوالہ کسی عالم کی ایسی خدمات پیش کرے۔ برصغیر پاک و ہند ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں کوئی اسلام کا ایسا خادم اور ختم نبوت کا کوئی ایسا ترجمان تاریخ کے ٹھوس حوالوں سے دکھلا دے۔ اِن مباحثوں کے بعد مولانا یعقوب نانوتویؒ نے فرمایا معلوم یوں ہوتا ہے کہ اب مولانا کا وقت قریب ہے اسلئے کہ اللہ نے جو کام آپ سے لینا تھا کہ تمام مذاہب میں اسلام کی ترجمانی ہو جائے وہ پورا ہو چکا ہے (ارواح ثلاثہ ص   )

☆☆☆☆☆

از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

ردِ عیسائیت و ہنود پر سیر حاصل بحث
اور حقانیت اسلام پر بہترین کتاب

ناشر
دار الاشاعت
مقابل مولوی مسافر خانہ۔ کراچی

﴿تعارف مباحثہ شاہجہانپور﴾

مئی ۱۸۷۶ء کا میلہ خدا شناسی دراصل اس لئے منعقد کرایا گیا تھا کہ عیسائی پادری نولس سمجھتا تھا کہ میرا مقابلہ نہ کوئی مسلمان کرسکتا ہے نہ کوئی ہندو۔ اس مباحثے کے اندر عیسائیت کا غلبہ ہوگا اور اس کی دور دور تک شہرت۔ لیکن اللہ کے فضل وکرم سے پھر حضرت نانوتویؒ کی آمد سے جلسہ میں اہل اسلام کو واضح غلبہ حاصل ہوا اور عیسائیوں کو بڑی ذلت دیکھنی پڑی۔ جس کی ان لوگوں کو کوئی امید نہ تھی۔

<u>اس مباحثے کا سبب:</u>

اب انہوں نے یہ سوچا کہ کچھ نئے طریقے اختیار کر کے اسلام کے غلبہ کو ختم کریں۔ سوچا کہ ہندو پنڈت دیانند سرستی بہت ذہین اور مقرر ہے عیسائیوں میں پادری اسکاٹ بڑا منطقی پادری ہے ان کو علماءِ اسلام کے مقابلہ میں کھڑا کیا جائے پھر ان لوگوں نے مباحثے کا انداز بھی بدلا وہ اس طرح کہ بانی مباحثہ ہندوؤں کی طرف سے ان کے پنڈتوں کے مشورے سے عین موقع پر پانچ سوالات دیئے گئے کہ پہلے ان کے جواب دیئے جائیں پھر بات آگے بڑھے وہ سمجھتے تھے کہ شاید اس طرح ان کے پنڈت جیت جائیں مگر اللہ نے اس مرتبہ پھر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو سب پر غالب کردیا۔ اور ہر جانب خبر پھیل گئی کہ مسلمان جیت گئے ہر طرف اسلام زندہ باد کے نعرے بلند ہوئے۔

چنانچہ روئیداد کے مرتب لکھتے ہیں: پس اس جلسہ [میلہ خداشناسی] کا نتیجہ تو سب پر ظاہر ہو ہی گیا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی نیلی لنگی کے نام سے فتح کا پھریرہ سارے عالم میں مشہور ہوگیا اور کتاب کیفیت واقعی اس جلسہ کی مطبع ضیائی میں چھپی جس کا تاریخی نام "گفتگوئے مذہبی" ہے۔ غرض جب پارسال [گذشتہ سال] کے جلسے سے اس نواح کے عام وخاص لوگوں کے دلوں پر کیا وہ لوگ جو جلسہ میں موجود تھے اور کیا وہ جن کو راوی صحیح ملے یہ اثر پیدا ہوا کہ

مسلمانوں کے قلوب میں تو مولوی محمد قاسم صاحب کی روشن تقریروں نے نور ایمان کو جلا دی اور منشی پیارے لال کی بھی آنکھیں کھل گئیں کہ جس طرف ان کی ٹکٹی لگی ہوئی تھی [یعنی عیسائیت یا پادری نولس۔ راقم] ادھر سیاہی جھلکتی نظر آنے لگی۔ (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۰، ۱۱)

اس جلسے کے لطف نے ایسا خداشناسی کا شائق بنا دیا کہ یہ میلہ ہر سال موسم بہار میں مقرر ہوا چنانچہ اب کے ۱۹، ۲۰ مارچ کو اس کا انعقاد تجویز ہو کر منشی پیارے لال نے اشتہار جا بجا بھیجے اور جو عالم پارسال شریک جلسہ ہوئے تھے ان کو بھی اور سوا ان کے اور مشہور عالموں کو اشتہار و خطوط بھیجکر اطلاع دی اخباروں میں بھی اشتہار چھپوایا اور علاوہ اس کے یہ بھی شہرت ہوئی کہ اب کے بڑے بڑے نامی گرامی پنڈت و پادری وہاں آئیں گے (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۱) بہر حال حضرت نانوتویؒ اپنے احباب کے ساتھ دلی سے روانہ ہوئے اور ۱۷ مارچ کو تین بجے شاہجہانپور میں ریل سے اترے (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۱)

مناظرین اسلام کی آمد:

۱۹ مارچ کو مناظرین اہل اسلام آخر رات کو اٹھ کر راہی میدان مباحثہ ہوئے جو شاہجہانپور سے چھ سات کوس کے فاصلے پر تھا اور سب صاحب سوار مولوی محمد قاسم صاحب پیادہ پا طلوع آفتاب سے کچھ بعد جا پہنچے مولوی محمد قاسم صاحب نے ندی پر استنجے سے فراغت حاصل کر کے وضو کیا اور نوافل ادا کئے اور نہایت خشوع خضوع سے دعا مانگی غالباً وہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہوگی کیونکہ مولوی صاحب دلی سے برابر یہ ہی ہر شخص سے فرماتے تھے کہ اس بے نیاز سے دعا کرو کہ کلمہ حق غالب آجائے۔ (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۲)

﴿ان مباحثوں کی اہمیت ایک اور نظر سے﴾

مباحثے تو اور بھی ہوتے رہتے ہیں مگر ان مباحثوں میں ایک اہم بات یہ ہے کہ ان میں کوئی خاص موضوع نہ تھا بلکہ مذہب کی تحقیق تھی اور یہ موضوع انتہائی مشکل ہے اس لئے کہ کوئی

ایک موضوع ہو انسان اس کی تیاری کر کے جاتا ہے اور اس موضوع کے علاوہ کوئی اور بات چھیڑی جائے تو کہہ دیتا ہے کہ یہ موضوع سے ہٹ کر ہے اس لئے اس کے جواب میرے ذمے نہیں ہے۔ مگر یہاں موضوع اتنا عام ہے کہ پورے دین کی حقانیت ثابت کرنی تھی پھر فریق مخالف عیسائی ہیں ہندو ہیں وہ جس طرح چاہیں اعتراض کریں ان کے معقول و مسکت جوابات بھی دینے ضروری ہیں۔ ان غیر مسلموں کو کوئی پوچھنے والا نہیں چاہے فقہ پر اعتراض کریں چاہے عقائد پر، چاہے قرآن پر اعتراض کریں چاہے حدیث شریف پر۔ پھر وہ لوگ نہ قرآن مانیں نہ حدیث ان کے سامنے جتنے دلائل ہوں گے وہ سب عقلی ہی دینے پڑتے ہیں۔ کسی مدرسے کے دو طالب علموں کی بحث ہو جائے وہ اپنے استاد کی بات مان لیں گے۔ لیکن اگر حنفی اور غیر مقلد کا اختلاف ہو جائے تو کتب حدیث اور اسماء الرجال کے حوالے کام آئیں گے۔ ہندو اور عیسائی تو ہماری کسی چیز کو مانتے ہی نہیں ان سے گفتگو کرنے کیلئے تو خداداد صلاحیت ہی کام آتی ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا چیلنج:

حضرت نانوتویؒ نے ان مباحثوں میں غیر مسلموں کو ہر قسم کے اعتراض کا موقع دیا اور اگر کسی نے کوئی سوال کر دیا تو فوراً سے پہلے اس کو جواب دینے کیلئے اسٹیج پر پہنچ گئے اور ایسے جواب دیئے جن پر وہ تنقید نہ کر سکے چنانچہ روئیداد میں ہے۔: مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے پادری نولس صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بعد اختتام وقت جلسہ کے یعنی چار بجے کے بعد کل ہم ایک گھنٹہ وعظ کہیں گے آپ بھی اس محفل میں شریک ہوں اور بعد ختم وعظ کے اعتراض کرنے کا بھی اختیار ہے بلکہ جس صاحب کے دل میں آئے وہ اعتراض کریں ہم جواب دیں گے (مباحثہ ص ۱۵) ایک موقعہ پر فرمایا: آج وعظ کی ابتدا ہم ہی کرتے ہیں اور کل جواب بھی پہلے ہم ہی دیں گے اور جس صاحب کے جی میں آئے وہ اعتراض کریں (مباحثہ ص ۱۷) آخر میں فرمایا: اہل جلسہ کو یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ اہل اسلام کے اعتراضوں کا کسی نے جواب نہ دیا اور اہل اسلام نے سب کے اعتراضوں کا جواب ایسا دیا کہ پھر کسی کو جواب نہ آیا (دیکھئے مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۱۱)

﴿عبارات کتاب مباحثہ شاہجہانپور﴾

اس مباحثہ میں تینوں مذاہب کے نمائندے (مسلمانوں کے علماء، عیسائیوں کے پادری، ہندو پنڈت) پہنچ گئے تو ان میں اتفاق رائے سے یہ بات قرار پائی کہ پہلے خدا کی ذات وصفات کا بیان ہو (یعنی ہر مذہب والے اپنے مذہب کی رو سے اللہ کی ذات وصفات کا بیان کریں دوسرے مذہب والے اگر اعتراضات کریں تو یہ اس کا جواب دیں) اتنے میں منشی پیارے لال بانی مبانی جلسہ نے ایک کاغذ اردو لکھا ہوا پیش کیا کہ یہ پانچ سوال ہماری طرف سے پیش ہوتے ہیں ان کا جواب پہلے دینا چاہئے اور وہ سوال یہ تھے کہ

سوال اول: دنیا کو پرمیشر (یعنی اللہ تعالیٰ) نے کس چیز سے بنایا اور کس وقت اور کس واسطے؟

سوال دوم: پرمیشر (یعنی اللہ تعالیٰ) کی ذات محیط کل ہے یا نہیں؟

سوال سوم: پرمیشر (یعنی اللہ تعالیٰ) عادل ہے اور رحیم دونوں کس طرح؟

سوال چہارم: وید اور بائبل اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کیا دلیل ہے؟ (یعنی ہندو اپنی کتاب وید کو کلام الٰہی ثابت کریں اور عیسائی اپنی کتاب بائبل کو کلام الٰہی ثابت کریں اور مسلمان اپنی کتاب قرآن پاک کو کلام الٰہی ثابت کریں۔ دوسرے مذہب والے اگر اعتراض کریں تو اس کا جواب بھی دیں)

سوال پنجم: نجات کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

اہل جلسہ نے ان سوالوں کے جواب دینے کو قبول کیا (مباحثہ ص ۱۵،۱۶)

ضمنی طور پر عقیدۂ ختم نبوت کا اظہار:

جب مجلس جم گئی تو اس میں گفتگو ہوئی کہ پہلے کون ان سوالوں کے جواب دینے شروع کرے گا پنڈت صاحبوں سے کہا گیا کہ محفل شوری میں آپ کہہ چکے ہیں کہ آج ہم درس دیں گے سو آپ بیان کریں انہوں نے پہلو تہی کی (ہر کوئی چاہتا تھا کہ بعد میں وہ بیان کرے) پادری

ولس صاحب جب ان سے اصرار کر چکے تو مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف متوجہ ہوئے (حضرت نانوتویؒ نے اس موقعہ پر بھی ایسا جواب دیا جس میں عقیدۂ ختم نبوت کا اظہار داعلان پایا جاتا تھا: راقم) مولانا نے فرمایا ہمیں کچھ عذر نہیں مگر انصاف کا مقتضی اسی کا تھا کہ سب کے بعد ہم بیان کرتے کیونکہ دین بھی ہمارا سب سے پچھلا ہے(۱) اس پر پادری صاحب نے پنڈت دیانند سرستی سے کہا کہ آپ کیوں نہیں کہتے انہوں نے جواب دیا کہ اچھا میں کہتا ہوں مگر جب اور سب بیان کر چکیں گے تو میں بیان کروں گا ورنہ میرا بیان سب سے ماضی پڑ جاوے گا۔

غرض اسی ردوقدح میں چار بج گئے تو پادری صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ اچھا مولوی صاحب آپ اپنا وعظ کل کی جگہ آج ہی کہہ ڈالئے کل پہلے پنڈت صاحب ان سوالوں کا جواب دیں گے۔ مولوی صاحب نے فرمایا بہت اچھا مجھے تو سوالوں کے جواب دینے میں آج بھی عذر نہیں آپ خود ایک دوسرے پر حوالہ کرتے ہیں اور نہ کوئی وعظ کی حامی بھرتا ہے نہ جوابوں

---

(۱) دیکھیں اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کو آخری نبی ، امت مسلمہ کو آخری امت ، اور دین اسلام کو آخری دین مانا ہے۔ اس موقعہ پر کسی نے نہ کہا کہ تو تو ختم نبوت کا قائل نہیں تو اپنے دین کو آخری کیسے کہتا ہے؟ اگر خدانخواستہ حضرت کا عقیدہ خراب ہوتا تو مولانا اپنے دین کو آخری دین نہ کہتے۔ پھر یہ مباحثہ تحذیر الناس کے چھپنے کے بعد ہوئے تحذیر الناس پہلی مرتبہ مطبع صدیقی سے ۱۲۸۹ھ ۱۸۷۳ء کو چھپی (حاشیہ قاسم العلوم ص ۸۴ از پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی) جبکہ شاہجہانپور کا پہلا مباحثہ ۱۲۹۳ھ کو ہوا۔ اور یہ دوسرا مباحثہ اس سے بھی سال بعد ہوتا ہے۔ اگر آپ نے تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا ہوتا تو اول تو مسلمان آپ کو اس میں دعوت ہی نہ دیتے ، دوسرے کافر آپ کی اس وقت تردید کر دیتے کہ آپ تو نبوت کو جاری مانتے ہیں آپ کا دین آخری کیسے ہے؟ یہ سب اسلئے نہیں ہوا کہ مسلمان اور کافر سب اس کو جانتے تھے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے ماننے والے بلکہ اس کے بہت بڑے مبلغ ہیں۔

کی خبر۔اب سب حضرات ذرا توقف کریں ہم نماز عصر پڑھ لیں۔آج وعظ کی ابتدا ہم ہی کرتے ہیں اور کل جواب بھی پہلے ہم ہی دیں گے اور جس صاحب کے جی میں آئے وہ اعتراض کریں۔ یہ کہہ کر مولانا نماز پڑھ آئے اور کھڑے ہو کر ایسا زور شور کا وعظ کیا کہ تمام جلسہ حیران رہ گیا اور ہر شخص پر ایک سکتے کا عالم تھا۔(مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۵، ۱۶)

مولانا کی تقریروں میں عقیدۂ ختم نبوت:

مباحثہ شاہجہانپور ص ۴۴ میں ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے اس تقریر میں آٹھ مضامین بیان کئے [۱] خدا تعالیٰ کا ثبوت [۲] اس کی وحدانیت [۳] اس کا واجب الاطاعت ہونا [۴] نبوت کی ضرورت [۵] نبوت کی علامات اور صفات [۶] رسول اللہ ﷺ کی نبوت [۷] ان کی خاتمیت [۸] ان کے ظہور کے بعد انہیں کی اتباع میں نجات کا منحصر ہو جانا۔غور کریں کہ آخری تین مضمون خاص حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کے بارے میں ہی ہیں۔

بہر حال نماز عصر کے بعد کی اس تقریر میں پہلی چار چیزوں کے بیان سے فارغ ہو کر نبوت کی علامات اور صفات بیان کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

مدار کار نبوت عقل کامل اور اخلاق حمیدہ پر ہے معجزات پر نہیں:

اب یہ گذارش ہے کہ مدار کار نبوت عقل کامل اور اخلاق حمیدہ پر ہے۔رہے معجزات وہ خود نبوت پر موقوف ہیں نبوت ان پر موقوف نہیں۔یعنی یہ نہیں کہ جس میں معجزات نظر آئیں اس کو نبوت عطا کریں ورنہ خیر بلکہ جس میں نبوت ہوتی ہے اس کو معجزات عنایت کرتے ہیں تاکہ عوام کو بھی اس کی نبوت کا یقین ہو جائے اور نبی کے حق میں اس کے معجزے بمنزلہ سند و دستاویز ہو جائیں اس لئے اہل عقل کے نزدیک اول عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہی کا تجسس چاہئے۔

حضرت محمد ﷺ عقل واخلاق میں سب انبیاء سے افضل واعلیٰ ہیں:

مگر عقل اور اخلاق میں دیکھا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سب میں افضل واعلیٰ پایا۔

[غور کریں حضرت نانوتویؒ نے کس قدر صراحت اور دلیری کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے سب سے

اعلیٰ و افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا اور وہ بھی غیر مسلموں کیساتھ مباحثہ کے دوران۔ پھر کسی کو اعتراض کی جرات بھی نہ ہوئی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ا

عقل وفہم میں افضلیت کی دلیل:

عقل وفہم میں اولیت و افضلیت کے لئے تو اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ آپ بذات خود امی ان پڑھے، جس میں (یعنی جس ماحول میں ۔راقم) پیدا ہوئے اور جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گذری علوم سے یک لخت خالی نہ علوم دینی کا پتہ نہ علوم دنیوی کا نشان، نہ کوئی کتاب آسمانی نہ کوئی کتاب زمینی۔ بباعث جہل کیا کیا کچھ خرابیاں نہ تھیں؟

اب کوئی صاحب فرمائیں کہ ایسا شخص امی ان پڑھا ایسے ملک میں اول سے آخر تک عمر گزارے جہاں علوم کا نام ونشان نہ ہو پھر اس پر ایسا دین اور ایسا آئین ایسی کتاب لاجواب اور ایسی ہدایات بینات جس پر ملک عرب کے جاہلوں کو علوم الٰہیات یعنی علوم ذات وصفات خداوندی میں جو تمام علوم سے مشکل ہے اور علم عبادات اور علم اخلاق اور علم سیاسیات اور علم معاملات اور علم معاش ومعاد میں ۔رشک ارسطو وافلاطون بنا دیا جس کے باعث تہذیب عرب رشک شائستگی حکماءِ عالم ہوگئے چنانچہ ان کے کمال علمی پر آج اہل اسلام کی کتب مطولہ جو خارج از تعداد ہیں شاہد ہیں ایسے علوم کوئی بتلائے تو سہی کس قوم اور کس فریق میں ہیں جس کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ دونوں کا یہ حال ہے ان کے استاد اول اور معلم اول یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہوگا؟

اخلاق میں افضلیت کی دلیل:

اور اخلاق کی یہ کیفیت کہ آپ کہیں کے بادشاہ نہ تھے، بادشاہ زادے نہ تھے، امیر زادے نہ تھے، نہ تجارت کا سامان تھا نہ کھیتی کا بڑا اسباب تھا، نہ میراث میں کوئی چیز ہاتھ آئی، نہ بذات خود کوئی دولت کمائی، ایسے افلاس میں ملک عرب کے گردن کشوں جفاکشوں برابر کے

بھائیوں کو ایسا مسخر کر لیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوں۔

پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا آیا نکل گیا ساری عمر اسی کیفیت سے گذار دی یہاں تک کہ گھر چھوڑا، باہر چھوڑا، زن و فرزند چھوڑے، مال و دولت چھوڑا، آپ کی محبت میں سب پر خاک ڈال اپنوں سے آمادۂ جنگ و پیکار ہوئے، کسی کو آپ مارا، کسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو اور کیا تھی؟ یہ زور شمشیر کس تنخواہ سے آپ نے حاصل کیا، ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی حضرت آدم علیہ السلام میں تھے، حضرت ابرہیم علیہ السلام میں تھے، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھے۔

حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل:

جب عقل و اخلاق کی یہ کیفیت اس پر زہد کی (۱) یہ حالت جو آیا وہی لٹایا نہ کھایا نہ پہنا نہ مکان بنایا تو پھر کونسا عاقل یہ کہہ دے گا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام وغیرہم تو نبی ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ نبی نہ ہوں ان کی نبوت میں کسی کو تامل ہو کہ نہ ہو پر محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں اہل عقل و انصاف کو تامل کی گنجائش نہیں۔

آپ تمام انبیاء کے سردار سب میں افضل اور سب کے خاتم ہیں:

بلکہ بعد لحاظ کمالات علمی جو آپ کی ذات میں ہر عام و خاص کو ایسے نظر آتے ہیں جیسے آفتاب میں نور یہ بات واجب التسلیم ہے کہ آپ تمام انبیاء کے قافلہ سالار اور سب رسولوں کے سردار اور سب میں افضل اور سب کے خاتم (۲) ہیں۔

---

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ کو بھی زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی میں میں بڑا مقام دیا تھا حضرت کے زہد کے واقعات کتاب ''ارواح ثلاثہ'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۲) یہاں خاتم سے مراد خاتم زمانی ہی ہے کیونکہ افضلیت کا ذکر حضرت نے دوسرے الفاظ میں کر دیا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے انبیاء کے کمالات ہوں یا اولیاء کے سب عطاءِ خدا ہیں (۱) چنانچہ مضامین مسطورہ بالا سے یہ بات عیاں ہے مگر عالم خصوصاً بنی آدم میں کمالات مختلفہ موجود ہیں کسی میں حسن و جمال ہے، تو کسی میں فضل وکمال ہے کسی میں زورِ قدرت ہے تو کسی میں عقل وفراست ہے اس لئے خدا کے اور بندوں کی اس وقت ایسی مثال ہوگی جیسے فرض کیجئے کسی استادِ جامع کمالات کے پاس مختلف فنون کے طالب آئیں اور ہر شخص جدا علم سے فیض یاب ہو کر اپنے اپنے کمالات دکھلائے مگر ظاہر ہے کہ اس کے شاگردوں کے آثار سے یہ بات خود نمایاں ہو جائے گی کہ یہ شخص کونسے فن میں استادِ مذکور کا شاگرد ہے اگر فیضِ منقول اس شاگرد سے جاری ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ فن منقول میں یہ شخص شاگرد استاد مذکور کا ہے اور اگر فیضِ معقول جاری ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ فن معقول میں استاد مذکور سے مستفید ہوا ہے۔ بیماروں کا علاج کرتا ہے تو استفادۂ طب کا پتہ لگے گا اور شاعروں میں غزل خوانی کرتا ہے تو تحصیل کمال شاعری کا سراغ نکلے گا۔ الحاصل شاگردوں کے احوال خود بتلا دیں گے کہ استاد کے کونسے کمال نے اس میں ظہور کیا ہے۔

تمام انبیاء خدا کی کسی ایک صفت سے مستفید ہیں:

الحاصل جب بنی آدم خصوصاً انبیاء میں مختلف قسم کے حالات موجود ہوں اور پھر سب کے سب خدا ہی کا عطا اور فیض ہوں تو بدلالت آثار و کاروبارِ (یعنی اعمال: راقم) انبیاء یہ بات

---

(۱) معلوم ہوا کہ مخلوق کی صفات خواہ بالذات ہوں یا بالعرض سب عطاءِ خداوندی ہیں۔ دھوپ سے زمین روشن ہو جائے تو سورج کی روشنی ذاتی اور زمین کی روشنی عرضی ہوتی ہے مگر ہیں یہ سب خدا کی عطا سے فرق یہ ہے کہ زمین کی روشنی میں اللہ نے سورج کو واسطہ بنایا اور سورج کی روشنی میں کسی مخلوق کو واسطہ نہ بنایا۔ اسی طرح جب حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء کی بالعرض تو سب انبیاء کی نبوت کو اللہ کی عطا ہی مانتے ہیں۔

معلوم ہو جائے گی کہ یہ نبی خدا تعالیٰ کی کونسی صفت سے مستفید ہے اور وہ نبی کونسی خدا کی صفت سے مستفیض ہے۔ یعنی گو ایک کے ساتھ اور سب صفتیں قلیل وکثیر آئیں پر اصل منبع فیض کوئی ایک ہی صفت ہوگی مگر بدلالت معجزات انبیاء معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور صفت سے مستفید ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صفت سے مستفید ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بدلالتِ احیاء موتی وشفاء امراض مضمون جان بخشی کا پتہ لگتا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں بدلالت اعجوبہ کاری عصائے موسوی کہ کبھی عصا تھا کبھی اژدہا تھا معلوم ہوتا ہے کہ صفت تبدیل وتقلیب کا سراغ نکلتا ہے۔

آنحضرت ﷺ خدا کی صفت علم سے مستفید ہیں یہ آپ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے

مگر حضرت محمد ﷺ میں بدلالت اعجاز قرآنی وکمالِ علمی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صفت علم سے مستفید ہیں اور بارگاہ علمی میں باریاب ہیں۔ مگر سب جانتے ہیں کہ علم وہ صفت ہے کہ تمام صفات اپنی کارگزاری میں اس کے محتاج ہیں پر علم اپنے کام میں کسی کا محتاج نہیں کون نہیں جانتا کہ ارادہ، قدرت وغیرہ صفات بے علم وادراک کسی کام کے نہیں۔

روٹی کھانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر کھاتے ہیں تو اول یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ روٹی ہے پتھر نہیں اور پانی پینے کا ارادہ کرتے ہیں یا پیتے ہیں تو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ پانی ہے شراب نہیں، یہ علم نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر روٹی کو روٹی سمجھنا اور پانی کو پانی سمجھنا ارادہ، قدرت پر موقوف نہیں اگر روٹی سامنے آجائے یا پانی سامنے سے گزر جائے تو بے ارادہ واختیار وہ روٹی اور یہ پانی معلوم ہوگا۔

القصہ! علم کو اپنے معلومات کے تعلق میں کسی صفت کی ضرورت نہیں مگر باقی تمام صفات کو اپنے تعلقات میں علم کی حاجت ہے۔ غرض جو صفات غیر سے متعلق ہوتے ہیں ان سب میں علم اول ہے اور سب میں علم اولیٰ ہے اور سب پر افسر ہے اور علم سے اول اور کوئی صفت نہیں بلکہ علم ہی پر مراتب صفات متعلقہ بالغیر ختم ہو جاتے ہیں۔

اس لئے وہ نبی جو صفت العلم سے مستفید ہو اور بارگاہ علمی تک باریاب ہو تمام انبیاء

سے مراتب میں زیادہ اور رتبہ میں اول اور سب کا سردار اور سب کا مخدوم مکرم ہوگا۔ اور سب اس کے تابع اور محتاج ہوں گے اس پر مراتب کمالات ختم ہو جائیں گے اس لئے وہ نبی خاتم الانبیاء بھی ضرور ہی ہوگا۔ (۱)

خاتمیت محمدی ﷺ پر استدلال:

وجہ اس کی یہ ہے کہ انبیاء بوجہ احکام رسانی مثل گورنر وغیرہ نواب (مراد نائبین) خداوندی ہوتے ہیں اس لئے ان کا حاکم ہونا ضرور ہے چنانچہ ظاہر ہے اس لئے جیسے عہدہ ہائے ماتحت میں سب میں اوپر عہدۂ گورنری یا وزارت ہے اور سوا اس کے اور سب عہدے اس کے ماتحت ہوتے ہیں اوروں کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہے اس کے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اس پر مراتب عہدہ جات ختم ہو جاتے ہیں۔

ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے اس کے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہوں گے اوروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے۔ اور اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو۔ (۲) کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکامِ ماتحت کے بعد میں آتی ہے اور اس لئے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے پارلیمنٹ تک مرافعہ کی (یعنی مقدمہ لے جانے کی۔ راقم) نوبت سبھی کے بعد میں آتی ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعوی خاتمیت نہ کیا [یعنی کسی نبی نے یہ نہ کہ وہ آخری نبی ہے اس کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا] کیا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا چنانچہ قرآن و حدیث میں یہ مضمون بتصریح موجود ہے سو آپ کے اور آپ سے پہلے اگر دعوی

---

(۱) ان دونوں عبارتوں میں حضرت نے پہلے آپ ﷺ کا اعلیٰ ہونا ذکر کیا کہ آپ پر مراتب کمالات ختم ہو جاتے ہیں اس کے بعد خاتم الانبیاء کہہ کر آپ ﷺ کی خاتمیت زمانی کا اعلان کیا۔

(۲) حضرت کی یہ عبارت بھی خاتمیت زمانی کے بارے میں بالکل صریح ہے۔

خاتمیت کرتے [آخری نبی ہونے کا دعوی کرتے] تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے مگر دعویٰ خاتمیت تو درکنار انہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنے والا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے (مراد عیسیٰ علیہ السلام نے۔راقم) اپنی خاتمیت کا انکار کیا بلکہ خاتم کے آنے کی بشارت دی کیونکہ سب کا سردار خاتم الحکام ہوا کرتا ہے اور درصورت مخالف رائے اس کے احکام آخری احکام ہوا کرتے ہیں چنانچہ مرافعہ کرنے والوں کو خود ہی معلوم ہے۔(۱)(ص ۳۵ سطر ۱ تا ۸)

معجزات میں افضلیت محمدی ﷺ

جب یہ افضلیت محمدی اور خاتمیت محمدی (۲) دونوں معلوم ہوگئیں تو اب گذارش ہے کہ فقط افضلیت محمدی کمالات ہی میں واجب التسلیم نہیں بلکہ معجزات میں بھی افضلیت محمدی واجب الایمان ہے اور کیوں نہ ہو معجزات خود آثار کمالات ہوتے ہیں اگر عیسیٰ علیہ السلام سے مردے زندہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عصائے بے جان اژدہائے جاندار بن گیا تو کیا ہوا؟ (یعنی رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کے مقابل اس کو لانا درست نہیں آپ کا معجزہ زیادہ بڑا ہے کیونکہ) رسول اللہ ﷺ کے طفیل سے بھی کا سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہوگیا۔(۳)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک زمانہ تک رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز مسجد کے

---

(۱) انجیل میں خاتمیت زمانی کا لفظ نہیں مگر حضرت نے افضلیت سے خاتمیت کو ایسا کھول کر ثابت کیا کہ وہ لوگ انکار نہ کرسکے الغرض انجیل میں خاتمیت زمانی کا ذکر نہیں مگر حضرت نے اس کو انجیل سے ثابت کر دیا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت قرآن میں ثابت شدہ خاتمیت زمانی کا انکار کر دیں اس بات کی تصریح آرہی ہے کہ حضرت کے نزدیک آیت کریمہ میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی ہے۔

(۲) اس عبارت میں بھی حضرت نے خاتمیت زمانی اور افضلیت کو الگ الگ ذکر کیا ہے۔

(۳) ستون کے رونے کا واقعہ بخاری شریف میں بھی موجود ہے (دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۱۲۵)

ایک ستون کے ساتھ جو کھجور کا تھا پشت لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا تو آپ اس ستون کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ پڑھنے کے لئے تشریف لائے اس ستون میں سے رونے کی آواز آئی آپ منبر سے اتر کر اس ستون کے پاس تشریف لائے اور اپنے سینہ سے لگایا اور ہاتھ پھیرا وہ ستون ایسی طرح چپکا ہوا جیسے روتا ہوا بچہ سسکتا سسکتا چپکا وہ جاتا ہے اس واقعہ کو ہزاروں نے دیکھا جمعہ کا دن تھا اور پھر وہ زمانہ تھا جس میں نماز سے زیادہ کسی اور چیز کا اہتمام ہی نہ تھا خاص کر جمعہ کی نماز جس کے لئے اس قدر اہتمام شریعت میں کیا گیا ہے کہ اس سے زیادہ اور کسی چیز کا اہتمام ہی نہیں۔

الغرض چھوٹے بڑے سب حاضر تھے ایک دو اس وقت ہوتے تو احتمال دروغ یا وہم غلط فہمی بھی تھا ایسے مجمع کثیر میں ایسا واقعہ عجیب پیش آیا کہ نہ احیاء موتی کو جو اعجاز عیسوی تھا اس سے کچھ نسبت اور نہ عصائے موسوی کے اژدہا بن جانے کو جو معجزۂ موسوی تھا اس سے کچھ مناسبت

شرح اس معمہ کی یہ ہے کہ تن بے جان اور جسمِ مردہ کو قبل موت تو روح سے علاقہ تھا ستون مذکور کو تو نہ کبھی روح سے تعلق تھا نہ حیاۃ معروف سے مطلب۔ علاوہ بریں جسم انسان و حیوان گو منبع حیات نہ ہو مگر قابل اور جاذب حیات ہونے میں تو کچھ شک بھی نہیں۔ یہی وجہ ہوئی کہ روح علوی کو اس خاکدانِ سفلی میں آنا پڑا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایامِ حیات کی ملازمت طویلہ کے بعد روح کو بدن کے ساتھ انس و محبت کا ہونا ضروری ہے جس سے اُدھر کی نگرانی اور معاودت کی آسانی ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ستون مذکور میں مفقود ہیں۔

علی ھذا القیاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے اگر عصا اژدہا بن گیا اور زندہ ہو کر اِدھر اُدھر دوڑا تو اس کی حرکات وسکنات بعد انقلاب شکل و ماہیت ظاہر ہوئی اور ظاہر ہے کہ اس شکل اور اس ماہیت کو جو بعد انقلاب حاصل ہوئی حیات سے ایک مناسبت قوی ہے یعنی سانپوں اور اژدہاؤں کے افعال اور حرکات اور ان کے وہ پیچ وتاب اور وہ کاٹنا اور نگل جانا اسی ماہیت اور اسی شکل کے ساتھ مخصوص ہے اور (دیگر) زندوں سے بھی وہ کام نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ

نباتات اور جمادات سے۔ القصہ شکل مذکور اور ماہیت مشارالیہ میں روح کا آنا چنداں مستبعد اور بعید اور عجیب وغریب نہیں جتنا سوکھے ہوئے ستون میں جو بالیقین بالفعل منجملہ جمادات تھا روح و حیاۃ کا آجانا محل استعجاب ہے۔

<u>نیز فرماتے ہیں:</u>

علاوہ بریں عصائے موسوی سے وہی کام ظہور میں آیا جو اور سانپوں اور اژدہاؤں سے ظہور میں آتا ہے کوئی ایسا کام ظہور میں نہیں آیا جو ذوی العقول اور بنی آدم سے ظہور میں آتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے اور ستون خشک کا در دِفراق محمد ﷺ یا موقوفی خطبہ سے جو اس کے قریب پڑھا جایا کرتا تھا رونا اور چلانا وہ بات ہے جو سوائے ذوی العقول بلکہ ان میں سے بھی بجز افراد کاملہ اور کسی سے ظہور میں نہیں آسکتے۔

شرح اس معما کی یہ ہے کہ جیسے محبت جمالی کے لئے اول آنکھ کی ضرورت ہے اور پھر قابلیت طبیعت کی حاجت جس کے سبب سے میلان خاطر اور توجہ دلی متصور ہو ایسے ہی محبت کمال کے لئے اول عقل وفہم کی ضرورت ہے اور پھر قابلیت مذکورہ کی حاجت۔ اور ظاہر ہے کہ دونوں باتیں تنہا تنہا بھی اور بحیثیت مجموعی بھی بجز بنی آدم اور ان میں بھی بجز کاملین عقل اور طبیعت متصور نہیں۔ (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۷)

اس کے بعد علم الیقین عین الیقین حق الیقین کی بابت کچھ علمی نکات بیان کر کے فرماتے ہیں:

الغرض عصائے موسوی اگر اژدہا بن گیا اور اژدہا بن کر چلا، دوڑا تو یہ وہ کام ہے کہ جتنے سانپ ہیں سبھی یہ کام کرتے، کچھ سانپوں کے مرتبے سے بڑھ کر کوئی کام نہیں اور ستون محمدی اگر فراق محمدی میں رویا تو اس کا رونا محبت کمالِ محمدی پر دلالت کرتا ہے جو بجز مرتبہ حق الیقین متصور نہیں جو بہ نسبت کمالات روحانی بجز اربابِ کمال یعنی اصحابِ بصیرت ومکاشفہ اور کسی کو میسر نہیں آسکتا اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں معجزۂ موسوی کو معجزۂ احمدی کے سامنے کچھ نسبت باقی نہیں رہتی۔

اور سنئے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں پتھر سے پانی نکلتا تھا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے اور ظاہر ہے کہ زمین پر رکھے ہوئے پتھر سے پانی کے چشمے کا بہنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت و پوست سے پانی کا نکلنا عجیب ہے کون نہیں جانتا کہ جتنی ندیاں اور نالے ہیں سب پہاڑوں اور پتھروں اور زمین سے نکلتے ہیں پر کسی کے گوشت و پوست سے کسی نے ایک قطرہ بھی نکلتا نہیں دیکھا علاوہ ازیں ایک پیالہ پانی پر دست مبارک سے رکھ دینے سے انگشتان مبارک سے پانی کا نکلنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دست مبارک منبع البرکات ہے اور یہ جسم مبارک کی کرامات ہیں اور سنگ موسوی سے زمین پر رکھ دینے کے بعد پانی کا نکلنا اگر دلالت کرتا ہے تو اتنی بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند عالم بڑا قادر ہے۔

اور سنئے اگر باعجاز حضرت یوشع علیہ السلام آفتاب دیر تک ایک جا ٹھہرا رہا، یا کسی اور نبی کیلئے بعد غروب، آفتاب لوٹ آیا تو اس کا ماحصل بجز اس کے اور کیا ہوا کہ بجائے حرکت، سکون عارض ہوگیا یا بجائے حرکت روزمرہ حرکت معکوس وقوع میں آئی اور ظاہر ہے کہ یہ بات اتنی دشوار نہیں جتنی یہ بات دشوار ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے (۱) کیونکہ پھٹ جانا تو ہر جسم کے حق میں خلافِ طبیعت ہے اور سکون کسی جسم کے حق میں بحیثیت جسمی خلاف طبیعت نہیں بلکہ حرکت ہی خلاف طبیعت ہے یہی وجہ ہے کہ جیسے اجسام کے پھٹ جانے کے لئے اور اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی حرکت کیلئے بھی اور اسباب کی ضرورت پڑتی ہے اور سکون کے لئے اور سبب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

معجزات محمدی ﷺ کا ثبوت قرآن وسنت سے ملتا ہے

[عیسائی کہتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث کے ذکر کردہ معجزات کو نہیں مانتے کیونکہ دنیا کی تاریخ

---

(۱) اس معجزے کا ذکر قرآن کریم سورۃ القمر میں نیز بخاری ج ۲ ص ۷۲۱ میں موجود ہے۔

میں ان کا ذکر نہیں ملتا حضرت اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ا

ان تمام وقائع اور مضامین کے استماع کے بعد شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ معجزات مرقومہ بالا کا جو منجملہ معجزاتِ محمدی ﷺ مذکور ہوئے کیا ثبوت ہے؟ اور ہم کو کا ہے سے معلوم ہوا کہ یہ معجزات ظہور میں آئے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو کا ہے سے معلوم ہوا کہ اور انبیاء اور اوتاروں سے وہ معجزات اور کرشمے ظہور میں آئے ہیں جو ان کے معتقد بیان کرتے ہیں اگر توریت وانجیل کے بھروسے ان معجزات اور کرشموں پر ایمان ہے تو قرآن وحدیث محمدی ﷺ کے اعتماد پر معجزات محمدی پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ توریت وانجیل کی کسی کے پاس آج کوئی سند موجود نہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کس زمانے میں یہ کتابیں لکھی گئیں اور کون اور کس قدر ان کتابوں کے راوی ہیں؟

قرآن وسنت کا صحیح الاسناد ہونا مسلم ہے:

اور قرآن وحدیث کی سند اور اسناد کا یہ حال ہے کہ یہاں سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک راویوں کی تعداد معلوم، نسب اور سکونت معلوم، نام اور احوال معلوم۔ پھر تماشا ہے کہ توریت و انجیل تو معتبر ہو جائیں اور قرآن و حدیث کا اعتبار نہ ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ستم اور کونسی ناانصافی ہوگی؟ اگر توریت وانجیل وغیرہ کتب مذاہب دیگر لائق اعتبار ہیں تو قرآن وحدیث کا اعتبار سب سے پہلے لازم ہے(۱)۔

اسلام کے سوا دیگر مذاہب کی اصل حقیقت:

---

(۱) ''قرآن وحدیث کا اعتبار سب سے پہلے لازم ہے'' ان الفاظ سے بھی حضرت نے اس بات کا اعلان کیا کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، پھر ایک اور جگہ حضرت فرماتے ہیں کہ قرآن میں نبی ﷺ کا دعوی نبوت بھی موجود ہے اور دعوی خاتمیت بھی۔ قرآن وحدیث پر اعتبار کرنے سے ان عقائد پر بھی ایمان لانا ضروری ٹھہرا۔

اب یہ گذارش ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ اور مذاہب اور دین بالکل ساختہ اور پرداختہ بنی آدم ہیں بطور جعلسازی ایک دین بنا کر خدا کے نام لگا دیا۔نہیں دو مذہبوں کو تو ہم یقیناً دین آسمانی سمجھتے ہیں ایک دین یہود اور دوسرے دین نصاریٰ ہاں اتنی بات ہے کہ بوجہ تحریفِ بنی آدم کے رائے کی آمیزش بھی ان دونوں دینوں میں ہوگئی۔

باقی رہا دین ہنود اس کی نسبت اگر چہ ہم یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ اصل سے یہ دین بھی آسمانی ہے مگر یقیناً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ دین اصل سے جعلی ہے، خدا کی طرف سے نہیں آیا۔ کیونکہ اول تو قرآن شریف میں یہ ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ جس کے یہ معنی ہیں کہ کوئی امت یعنی گروہِ عظیم ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو پھر کیونکر کہہ دیجئے کہ اس ولایت ہندوستان میں جو ایک عریض وطویل ولایت ہے کوئی ہادی نہ پہنچا ہو۔ کیا عجب ہے کہ جس کو ہندو صاحب اوتار کہتے ہیں اپنے زمانے کے نبی یا ولی یعنی نائب نبی ہوں۔ دوسرے مقام پر قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہے مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض انبیاء کا قصہ تو ہم نے تجھ سے بیان کر دیا ہے اور بعضوں کا قصہ بیان نہیں کیا۔ سو کیا عجب ہے کہ انبیاءِ ہندوستان بھی انہیں نبیوں میں سے ہوں جن کا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا۔

<u>دیگر مذاہب کے بانیوں کی طرف منسوب لغویات وکفریات کی حقیقت:</u>

رہی یہ بات کہ اگر ہندوؤں کے اوتار انبیاء یا اولیاء ہوتے تو دعویٰ خدائی نہ کرتے اُدھر افعال ناشائستہ مثل زنا چوری وغیرہ ان سے سرزد نہ ہوتے حالانکہ اوتاروں کے معتقد یعنی ہندو ان دونوں باتوں کے معتقد ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ دونوں باتیں بے شک ان سے سرزد ہوئی ہیں سو اس شبہ کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دعویٰ خدائی نصاریٰ نے منسوب کر دیا اور دلائل عقلی ونقلی اس کے مخالف ہیں ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری رامچندر جی کی طرف بھی یہ دعویٰ بدروغ منسوب کر دیا ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

بدلالت آیاتِ قرآنی اور نیز بدلالت آیات انجیل اپنے بندہ ہونے کے مقر اور معترف تھے اور پھر وہی کام مدت العمر کئے جو بندگی کو سزاوار ہیں دعوے خدائی پر نہیں پھبتے یعنی نماز روزہ ادا کئے زبان سے عجز و نیاز کرتے رہے جب کہا اپنے آپ کو ابن آدم کہا(۱) اور بندہ قرار دیا پھر اس پر ان کے ذمے تہمت دعویٰ خدائی لگادی گئی ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری رامچند ر کی نسبت تہمت خدائی لگادی ہو۔

عَلٰی هٰذَا الْقِیَاس جیسے حضرت لوط اور حضرت داود علیہما السلام کی نسبت باوجود اعتقادِ نبوت یہود و نصاری تہمت شراب خواری اور زنا کاری لگاتے ہیں (۲) اور ہم ان کو ان عیوب سے بری سمجھتے ہیں ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری رامچند ر بھی عیوب مذکورہ سے مبرا ہوں اوروں نے ان کے ذمے یہ تہمت زنا و سرقہ لگادی ہو۔

<u>اِس زمانے میں اتباعِ دینِ محمدی کے سوا نجات متصور نہیں:</u>

الحاصل ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ اور ادیان اور مذاہب اصل سے غلط ہیں دین آسمانی نہیں بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اس زمانے میں سوائے اتباع محمدی ﷺ اور کسی طرح نجات متصور نہیں اس زمانے میں یہ دین سب کے حق میں واجب الاتباع ہے(۳)۔

<u>ایک شبہ اور اس کا جواب:</u>

باقی رہا یہ شبہہ کہ اس صورت میں اور دین منسوخ ٹھہریں گے اور یہ وہم پیدا ہوگا کہ

---

(۱) حضرت عیسی علیہ السلام نے خود کو ابن آدم کہا دیکھئے انجیل مرقس باب ۱۰ آیت ۳۲، انجیل لوقا باب ۶ آیت ۲۲۔

(۲) حضرت لوط علیہ السلام پر تہمت کا ذکر عیسائیوں کی کتاب مقدس پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۲ اور حضرت داود پر تہمت کا ذکر ان کی کتاب ۲ سموئیل باب ۱۱ آیت ۴ میں ہے۔

(۳) عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت اس سے بہتر کن الفاظ میں کی جاسکتی ہے۔

پہلے احکام میں خداتعالیٰ سے کچھ غلطی ہوئی ہوگی جس کے تدارک اور اصلاح کے لئے یہ حکم بدلا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ نَسْخ ایک لفظ عربی ہے اس لفظ کے معنی ہم سے پوچھنے چاہئیں نَسْخ فقط تبدیلی احکام کو عربی زبان میں کہتے ہیں مگر حکامِ دنیا چونکہ اپنے احکام جبھی بدلتے ہیں جب کہ پہلے حکم میں کچھ نقصان (یعنی کمی یا خرابی) معلوم ہوتا ہے اس لئے نسخ کے لفظ کو سن کو یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے ورنہ نسخ محض تبدیلی احکام کو کہتے ہیں اور صورت تبدیلی احکام خداوندی یہ ہوتی ہے کہ جیسے منضج اور مسہل اپنے اپنے وقت میں مناسب ہوتے ہیں اور اسی لئے بعد اختتام میعادِ منضج بجائے نسخہ منضج نسخہ مسہل (۱) بدلا جاتا ہے اور اس تبدیلی کو بوجہ غلطی نسخہ منضج کوئی نہیں کہتا۔

ایسے ہی دین موسوی اور دین عیسوی اپنے اپنے زمانہ میں مناسب تھے اور اِس زمانہ میں یہی مناسب ہے کہ اتباع دین محمدی کیا جائے کیونکہ اور دینوں کی میعادیں ختم ہوگئیں اب اِسی دین محمدی کا وقت ہے عذاب آخرت اور غضب خداوندی سے نجات اِس وقت رسول اللہ ﷺ ہی کے اتباع میں منحصر ہے۔(۲)

جیسے اِس زمانہ میں گورنر زمانہ سابق لارڈ ناتھ بروک کے احکام کی تعمیل کافی نہیں بلکہ گورنر زمانہ حال لارڈلٹن کے احکام کی تعمیل کی ضرورت ہے ایسے ہی اِس زمانہ میں اتباع ادیان سابقہ کافی نہیں بلکہ دین محمدی کا اتباع ضروری ہے۔سزائے سرکاری سے نجات اور رُستگاری جبھی متصور ہے جب کہ زمانہ حال کے گورنر کا اتباع کیا جائے۔اگر کوئی نادان یوں کہے کہ گورنر سابق

---

(۱) منضج: وہ دوا جو مواد کو پکا دے فیروز اللغات جدید ص ۶۵۶۔اور مسہل دست آور دوا فیروز اللغات جدید ص ۶۳۴۔

(۲) اس قدر واضح تصریحات کے باوجود اگر آپ خاتمیت کے منکر تھے تو پھر دنیا میں خاتمیت کا ماننے والا کوئی نہیں۔اور اگر کوئی اور ختم نبوت کا قائل ہے تو حضرت اس سے بڑھ کر اس کا اقرار کرنے والے ہیں۔

بھی تو ملکہ ہی کا نائب تھا تو اس عذر کو کوئی نہیں سنتا۔ ایسے ہی یہ عذر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو رسول خدا تھے اِس وقت قابل استماع نہیں بلکہ جیسے اِس وقت اگر گورنر سابق بھی موجود ہو تو لارڈلٹن ہی کا اتباع کرے جو گورنر زمانہ حال ہے۔

ایسے ہی اس زمانہ میں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی موجود ہوتے تو ان کو چارنا چار رسول عربی ﷺ کا اتباع کرنا پڑتا (۱) اور اگر کوئی شخص اپنے خیال کے موافق بوجہِ غلطی کوئی عیب ہمارے پیغمبر ﷺ کے ذمہ لگائے بھی تو ہم ہزار عیب ان کے بزرگوں میں نکال سکتے ہیں (۲) (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۹ تا ۴۴ طبع کراچی)

اسلام کی نمائندگی میں حضرت نانوتویؒ کا امتیاز:

اس تقریر میں حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت، پھر عقل وفہم اور معجزات میں دیگر انبیاء علیہم السلام پر آپ کی فوقیت کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے آخری نبی ہونے کو بیان کیا ہے۔ پھر حضرت کی ان باتوں پر کسی کو اعتراض کی جرات بھی نہ ہوئی۔ حضرت نانوتویؒ پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگانے والے بتائیں کیا انہوں نے یا ان کے کسی قائد نے کبھی ایسے مجمع میں جس میں ہندو اور عیسائی بھی جمع ہوں اس طرح اسلام کی نمائندگی کی اور اس طرح پرزور طریقے سے نبی کریم ﷺ کی شان اور آپ کی خاتمیت کا اعلان کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو بتائیں اور تاریخ کے ٹھوس شواہد سے بتائیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ اگر اب کسی ایسے مجمع میں (جس میں ہندو پنڈت اور عیسائی پادری بھی ہوں) ان مضامین کو بیان کرنا پڑے تو اس انداز سے بہتر کوئی انداز

---

(۱) مختلف مذاہب کے لوگوں کے بھرے مجمع میں نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کو بیان کرنے کا اس سے بڑھ کر اور کیا انداز اختیار کیا جاسکتا ہے؟

(۲) ان کے بزرگوں سے مراد انبیاء کے علاوہ دوسرے لوگ ہیں جیسے عیسائیوں کا پولس کیونکہ انبیاء کرام سب ہی معصوم ہیں قابل احترام ہیں۔

ہے جس کو حضرت نانوتویؒ نے اختیار کیا اگر ہے تو پیش کریں۔

☆ اس مباحثہ میں ایک موقع پر حضرت نانوتویؒ نے فرمایا:

جس کے مذہب میں ایک دو فضیلت ہو وہ دو چار منٹ میں بیان کر سکتا ہے پر جس کے مذہب میں ہزاروں فضائل ہوں وہ اتنے تھوڑے عرصہ میں کس طرح بیان کر سکتا ہے؟ (مباحثہ ص ۶۳) اس سے اندازہ کریں کہ حضرت نانوتویؒ کے دل میں اسلام کی کس قدر محبت تھی اور اسلام کے حق ہونے کے بارے میں ان کو کس طرح شرح صدر تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر شرح صدر نصیب فرمائے آمین۔

حضرت نانوتویؒ کا بارگاہ ایزدی میں حد درجہ عجز و انکسار اور اس کی وجہ:

مباحثہ کی روئیداد میں ایک مقام پر لکھا ہے:

غرض غلبہ جانب اسلام ایسا نمایاں تھا کہ بجز ناانصاف حاضران جلسہ میں سے کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا شاید یہ ثمرہ انکسار مولوی صاحب اور دعاء اہل اسلام تھا مولوی صاحب نے جب سے شاہجہانپور کا ارادہ کیا تھا جس سے ملتے تھے یا جس کو اہل دعا سمجھتے تھے استدعاء دعا کرتے تھے خود یہ کہتے تھے کہ ہر چند ہماری نیت اور ہمارے اعمال اسی قابل ہیں کہ ہم مجمع عام میں ذلیل وخوار ہوں مگر ہماری ذلت وخواری میں اس دین برحق کی ذلت اور اس رسول پاک کی ذلت متصور ہے جو تمام عالم کا سردار اور تمام انبیاء کا قافلہ سالار ہے اس لئے خود بھی یہی دعا کرتے اور اوروں سے بھی دعا کراتے تھے کہ الٰہی ہماری وجہ سے اپنے دین اور اپنے حبیب پاک شہ لولاک کو ذلیل وخوار مت کر۔ اپنے دین اور اپنے حبیب پاک ﷺ کی بدولت اور طفیل میں ہم کو عزت اور افتخار سے مشرف فرما (ص ۸۹)

ظاہر ہے کہ حضرت کو یہ فکر عقیدۂ توحید ورسالت اور ختم نبوت کو بیان کرنے کیلئے ہی تھا تحذیر الناس کا رد کرنے والے بتائیں کیا کبھی تحذیر کا رد کرتے وقت ان کو بھی عقیدۂ ختم نبوت کیلئے کبھی ایسا درد دل نصیب ہوا ہے؟

اسلام کا درد اور انتہائی فکر:

پہلے روز پادری نولس نے بار بار کہا تھا کہ ہم کو زیادہ فرصت نہیں آج اور کل ٹھہر سکتے ہیں......اس وقت مولوی صاحب نے کھلم کھلا یہ فرمایا کہ یہ بات ہمارے کہنے کی تھی باوجود افلاس و بے سروسامانی، قرض دام لے کر اپنی ضرورتوں پر خاک ڈال کر، ایک مسافت دور دراز قطع کر کے یہاں تک پہنچے پھر اس پر یہ قول ہے کہ جب تک حسب دل خواہ فیصلہ نہ ہو جائے گا نہ جائیں گے اور آپ صاحب تو اسی کام کے نوکر، آنے جانے میں کوئی دِقت نہیں اس کے کیا معنی ہیں کہ آپ کو فرصت نہیں یہ عذر کرتے تو ہم کرتے۔ (مباحثہ ص ۹۰، ۹۱)

﴿پہلے سوال کا جواب﴾

مباحثہ کے دوسرے دن صبح کے وقت سوال اول کے بارے میں گفتگو ہوئی سوال اول یہ تھا کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے بنایا اور کس وقت اور کس واسطے؟ پہلے پادری اسکاٹ نے جواب دیا پھر حضرت نانوتویؒ نے پادری کی بات پر اعتراض کیا اور خود صحیح جواب عقلی ارشاد فرمایا (دیکھئے مباحثہ ص ۶۹ تا ص ۸۷)

آپ حضرت کے جواب کو غور سے پڑھیں ان شاء اللہ اس سے بہتر جواب آپ کو نہ ملے گا۔ طوالت کے خوف سے اس کو قلم انداز کیا جاتا ہے۔ جس کو شوق ہو روئیداد میں دیکھے یا اس عاجز کی کتاب اساس المنطق ج ۲ ص ۱۹۰ تا ۱۹۲ دلیل لمی وانی کی بحث میں دیکھ لے۔

﴿دوسری مجلس کا موضوع﴾

مباحثہ کے دوسرے دن کی دوسری مجلس میں یہ طے ہوا کہ سوال خامس میں گفتگو ہو اور سوال خامس یہ تھا کہ نجات کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب پہلے پادری اسکاٹ نے دیا پھر دیانند سرستی نے پھر حضرت نانوتویؒ نے۔ آپ دیکھیں گے کہ حضرت نانوتویؒ نے یہاں اور انداز میں ختم نبوت کی تبلیغ کی ہے۔ گویا آپ اس عقیدہ کے عاشق تھے۔

﴿پادری اسکاٹ کا جواب﴾

اول پادری اسکاٹ کھڑے ہوئے اور سوال خامس یعنی اس سوال کے جواب میں کہ نجات کسے کہتے ہیں اور نجات کا کیا طریقہ ہے؟ ایک تقریر طویل بیان کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نجات گناہوں سے بچنے کو کہتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ نے یہ دیکھا کہ تمام عالم گناہوں میں ڈوبا جاتا ہے تو خود مجسم ہو کر آیا اور عیسیٰ مسیح کہلایا اور سب خلائق کا کفارہ بنا یعنی بارِ گناہان بنی آدم اپنے سر پر رکھ کر اس کی سزا میں مصلوب ہوا۔ اور پھر وہ۔ نعوذ باللہ۔ ملعون ہو کر تین دن جہنم میں رہا اس لئے سب کو لازم ہے کہ عیسیٰ مسیح کی الوہیت پر ایمان لائیں اور عیسائی دین اختیار کریں بدون اس کے نجات نہیں اور گناہوں سے بچاؤ نہیں ہو سکتا۔

<u>عیسائی مذہب کے سچا ہونے کی دلچسپ دلیل:</u>

ایک روز کا ذکر ہے کہ میں نے یہ دعا کی کہ اے عیسیٰ مسیح میرے حال پر نظر عنایت فرما اس کے بعد میرے دل میں ایسا چین اور ٹھنڈک معلوم ہوئی کہ میں بیان نہیں کر سکتا بالکل اور باتوں سے دل پھر گیا۔

ایسے ہی ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص بڑا تندرست اور موٹا تھا جیسے ہمارے پنڈت جی اور وہ بڑا شریر تھا کبھی گرجا میں نہ جاتا تھا نہ انجیل سنتا تھا میں نے اس سے کہا تو انجیل سنا کر اس نے کہا میں کیوں انجیل سنوں اور کیوں گرجا میں جاؤں آخر کو میں نے اس کو انجیل سنائی دوسرے روز اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ خود بخود میرے پاس آیا اور سب برائیاں چھوڑ دیں اور صدق دل سے نیک وصالح ہو گیا اور تمام لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ فلاں شریر آدمی نیک ہو گیا۔

<u>پادری کی ایک سیاسی دلیل:</u>

ادھر دیکھو جب تک عیسائیوں کی عملداری ہندوستان میں نہ تھی ہندوستان میں کیسی کیسی غارت گری اور فتنہ وفساد اور غارت گری ہوا کرتی تھی جب سے عیسائیوں کی عملداری ہوئی کس

قدر امن وامان ہو گیا، سونا اچھالتے چلے جاؤ کوئی نہیں پوچھتا دیکھو کتنی گناہوں میں کمی آگئی یہ ایک بڑی دلیل ہے حقیت عیسائی مذہب کی۔

﴿پنڈت دیانند سرستی کا جواب﴾

بعد اس کے پنڈت دیانند سرستی صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی ایک تقریر طویل بیان فرمائی خلاصہ اس تقریر کا ان صاحبوں کے بیان کے موافق جو کسی قدر ان کی زبان سمجھتے تھے یہ ہے کہ مکت یعنی نجات اس میں ہے کہ آدمی گناہوں سے بچے اور نیک کام کرے الوہیت عیسی کا دعوی غلط ہے۔اور پادری صاحب نے جو یہ بیان کیا کہ خدا تعالیٰ مجسم ہو کر آیا خلائق کے گناہوں کا کفارہ ہوا سراسر غلط ہے یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ وہ ذات پاک جس کی کوئی حد و نہایت نہیں وہ ایک مٹھی میں آجاوے۔

اور پادری صاحب جو اپنے مذہب کو گناہوں سے نجات کا سبب سمجھتے ہیں تو یہ صاف بے اصل بات ہے حضرت موسی علیہ السلام کو صاف حکم ہوا تھا کہ مکان مقدس میں جوتا اتار کر آؤ ہمارے پادری برعکس اس کے جوتے کی جگہ ٹوپی اتارتے ہیں اور جوتا پہنے رہتے ہیں اور بہت باتیں برخلاف حکم خدا کرتے ہیں اور ان کو سمجھتے ہیں پس ایسے مذہب میں نجات کسی طرح نہیں ہوسکتی؟

﴿حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تقریر﴾

بعد اس کے مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا:

نجات کیا چیز ہے اور کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟

نجات قہر الہی اور عذاب الہی سے بچ جانے کو کہتے ہیں مگر طریق حصول نجات بجز احتراز معصیت و گناہ اور کچھ نہیں اس لئے یہ بات گناہ کے دریافت کرنے پر موقوف ہے پادری صاحب و پنڈت صاحب نے تو یہ فرمایا کہ نجات گناہوں سے بچنے کو کہتے ہیں یا نجات گناہوں

سے بچنے میں ہے مگر یہ نہ فرمایا کہ گناہ کس کو کہتے ہیں۔

گناہ کسے کہتے ہیں؟

گناہ کی دو چار مثالیں اور دو چار قسمیں تو مثل زنا چوری وغیرہ بیان۔ پر اس کی تعریف کچھ بیان نہ فرمائی سو ہم اول تعریف گناہ بیان کرتے ہیں سنئے گناہ خلاف مرضی الہی کو کہتے ہیں اور اطاعت موافق مرضی الہی کا نام ہے۔

خدا کی مرضی اور غیر مرضی محض عقل سے معلوم نہیں ہوسکتی:

مگر کل ہم عرض کر چکے کہ مرضی، غیر مرضی کی اطلاع بے ہمارے بتلائے کسی کو معلوم نہیں ہوسکتی اگر سینہ سے سینہ ملادیں بلکہ دل کو چیر کر دکھلادیں تب بھی دل کی بات نظر نہ آئے جب تک زبان نہ ہلایئے یا اشارہ سے اطلاع نہ فرمایئے تب تک مرضی غیر مرضی کی اطلاع دوسروں کو ممکن نہیں۔ باوجود کثافت اور اس ظہور کے کہ ہم جسمانی ہیں یہ حال ہے تو خداوند عالم تو کمال ہی درجہ لطیف ہے اس کے دل کی بات (یعنی اس کی پسند: راقم) بے اس کے بتلائے کسی کو کیونکر معلوم ہوسکتی ہے عقل نارسا کو اتنی رسائی کہاں کہ اس کے مافی الضمیر تک پہنچے عقل سے ہوسکتا ہے تو اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ کسی بات کا حسن وقبح کسی قدر معلوم کرلے سو یہ بات بھی اول تو ہر بات میں متصور نہیں جو عقل ہی کے بھروسے بیٹھ رہے دوسرے خداوند گو علیم وحکیم ہے اور اس وجہ سے یہ اعتقاد ہے کہ نہ وہ اچھی بات سے منع فرمائے نہ بری بات کا ارشاد فرمائے لیکن تاہم خدا ہے بندہ نہیں حاکم ہے محکوم نہیں عقل کا مطیع نہیں عقل اس کی مطیع ہے اس لئے اگر بالفرض وہ زنا کو حلال اور طاعت کو حرام کردے تو بیشک زنا طاعت اور طاعت گناہ ہوجائے۔ بقول شخصے اگر طمع خواہد زمن سلطان دین خاک برفرق قناعت بعد ازیں۔

خدا کی مرضی وغیر مرضی معلوم کرنے کیلئے انبیاء کرام کی ضرورت:

اس لئے بندہ کے ذمہ یہ ضرور ہے کہ مرضی غیر مرضی کے دریافت کرنے میں اسی کی طرف نظر رہے اپنی عقل نارسا کو اس قصہ سے علیحدہ رکھے مگر ہم عرض کر چکے ہیں کہ بادشاہان دنیا

اس تھوڑی سی نخوت پر اپنا مافی الضمیر ہر کسی سے کہتے نہیں پھرتے خداوند عالم اس کبر اور بے نیازی پر جس پر اس کی خدائی خود دلالت کرتی ہے کیونکر اگر دل کی بات ہر کسی سے کہتا پھرے گا یہاں تو مخلوقیت سے لے کر انسانیت تک سب باتوں میں شتراک۔ خدا اور مخلوقات میں تو کسی بات میں بھی اشتراک نہیں اس لئے بادشاہان دنیا اپنے مافی الضمیر کی اطلاع اپنے مقربان خاص کے ذریعہ سے کرا دیتے ہیں ایسے ہی بلکہ بدرجہ اولیٰ خداوند عالم بھی اپنا مافی الضمیر بذریعہ مقربان خاص اوروں کو سناتا ہے انہیں مقربان کو ہم لوگ انبیاء اور رسول کہتے ہیں (ص ۹۵،۹۶)

انبیاء کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے ان کی اتباع میں ہی نجات ہے:

اس لئے انبیاء علیہم السلام کے اتباع اور اقتداء ہی میں نجات منحصر ہوگی کیونکہ اس صورت میں ان کی اطاعت خاص خدا کی اطاعت ہوگی اور ان کی نافرمانی خاص خدا کی نافرمانی ہوگی۔

اب نجات کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہی ضروری ہے:

مگر جیسے ہر ہر زمانے میں ایک جدا حاکم ہوتا ہے پہلے زمانے میں اگر لارڈ نارتھ بروک گورنر تھے تو آج لارڈ لٹن ہیں پہلے اور کلکٹر تھا اب اور کلکٹر ہے ایسے ہی ہر زمانے میں مناسب وقت ایک جدا ہی نبی ہوگا جیسے آج کل لارڈ لٹن کے احکام کی تعمیل ضرور ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بزرگی اور نبوت مسلم ان کا منکر ہمارے نزدیک ایسا ہی کافر ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا ہمارے نزدیک کافر ہے علی ھذا القیاس سری رامچندر اور سری کرشن کو بھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے پر آج کل نجات کا سامان بجز اتباع نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ اور کچھ نہیں (۱)

---

(۱) جن پیشواؤں کا نبی ہونا یقینی حضرت نے ان کی نبوت کا اقرار کیا اور اس کی شہادت دی اور جن کا پتہ نہیں ان کے بارے میں سکوت کیا اور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا اعلان کیا اس سے زیادہ ٹھوس اور محتاط انداز اور کیا ہوگا؟

مثال سے مسئلہ کی وضاحت:

جیسے اس زمانہ میں باوجود تقرر گورنر حال لارڈ لٹن گورنر سابق لارڈ نارتھ بروک کے احکام کی تعمیل پر اگر کوئی شخص اصرار کرے اور لارڈ لٹن کے احکام کی تعمیل سے انکار کرے تو باوجود اس کے کہ لارڈ نارتھ بروک بھی سرکار ہی کی طرف سے گورنر تھا اس وقت میں اصرار بے شک منجملہ بغاوت ومقابلہ سرکاری سمجھا جائے گا۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر اوروں کی اتباع کرے تو بے شک اس کا یہ اصرار اور یہ انکار از قسم بغاوت خداوندی ہوگا جس کا حاصل کفر والحاد ہے القصہ اس وقت اتباع عیسی وغیرہم ہرگز باعث نجات نہیں ہوسکتا۔

محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت پر شہادت:

ہاں حضرت عیسی وغیرہم اگر خاتم الانبیاء ہوتے تو پھر بے شک نجات انہیں کے اتباع میں منحصر ہوجاتی لیکن ایسا ہوتا تو بالضرور حضرت عیسی علیہ السلام سد باب ضلالت کیلئے دعوی خاتمیت کرتے تا کہ آئندہ کو لوگ اوروں کے اتباع سے گمراہ نہ ہوجائیں انبیاء کا یہ کام نہیں کہ ایسے موقع پر چپکے بیٹھے رہیں اور آدمیوں کو گمراہ ہونے دیں (۱)۔

مگر سب جانتے ہیں کہ سوائے حضرت رسول عربی محمد ﷺ اور کسی نے دعویٰ خاتمیت نہیں کیا اگر کرتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے انہوں نے بجائے دعویٰ خاتمیت کے الٹا یہ فرمایا کہ میرے بعد دو جہاں کا سردار آنے والا ہے جس سے بروئے انصاف آشکارا ہے کہ وہ

---

(۱) اس سے ختم نبوت کی دلیل اس طرح بھی نکلتی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ امت پر بے حد مہربان تھے اس کے باوجود آپ نے مستقبل میں کسی نئے نبی کی آمد کی خبر نہ دی بلکہ اپنی ہی شریعت پر جمے رہنے کا حکم دیا ہاں حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کی آمد کی اطلاع دی ہے۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے مفتی محمد شفیع کی کتاب ھدیۃ المھدیین ص۴۹، ۵۰ اور اس عاجز کی کتاب آیات ختم نبوت ص۱۲۱، ۱۲۲، ۳۲۱)

آنے والا خاتم الانبیاء ہوگا۔ کیونکہ تمام انبیاء اپنے اپنے رتبوں کے موافق امتیوں کے سردار اور ان کے حاکم ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں ان کی اطاعت امتیوں کے ذمے ضرور۔ اس لئے جو سب کا سردار ہوگا وہ سب کا خاتم ہوگا (۱) کیونکہ وقت مرافعہ بادشاہ کا حکم سب میں آخر رہتا ہے [یعنی مقدمات کو آخر میں بادشاہ کے پاس لے کر جاتے ہیں بادشاہ کے فیصلے کو کسی اور کے پاس لے کر نہیں جاتے] اس کی خاتمیت حکومت خاص اسی وجہ سے ہے کہ وہ سب کا سردار ہوتا ہے۔

تمام عالم کے لئے اتباع محمدی کے لازم ہونے کی دلیل:

الغرض اتباع محمدی اب تمام عالم کے ذمہ لازم ہے انہوں نے دعویٰ نبوت کے ساتھ دعویٰ خاتمیت بھی کیا اور وہ معجزے دکھلائے کہ اوروں کے معجزے ان کے سامنے کچھ نسبت نہیں رکھتے چنانچہ بطور مشتے نمونہ از خروارے کل بعض معجزات کی تفصیل اور انبیاء دیگر کے معجزات پر ان کی فوقیت اور افضلیت ہم بیان کر چکے ہیں پھر اب ان کے اتباع میں کیا تامل ہے (۲)؟ خاص کر قرآن شریف ایک ایسا عمدہ معجزہ ہے کہ کوئی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔

الوہیت عیسیٰ کے مہمل عقیدہ کا ابطال:

رہا ثبوت الوہیت یہ ایک ایسا مہمل عقیدہ ہے کہ کوئی عاقل تسلیم نہیں کرسکتا ہم کو عقلاء

---

(۱) ان عبارتوں میں خاتم سے مراد خاتم زمانی یعنی آخری نبی ہی ہے کیونکہ افضلیت کا ذکر حضرت نے الگ سے کردیا ہے]

(۲) مسلمانوں سوچو تو سہی کیا ہوگیا مرزائیوں کو کہ اتنی صریح شہادتیں دینے والے کے بارے پر الزام لگادیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا منکر تھا اور کسی عقل ماری گئی ان لوگوں کی جنہوں نے اس افتراء میں مرزائیوں کی ہمنوائی کرڈالی۔ سب سے زیادہ حیرت ہے ان پر جو حضرت نانوتویؒ کی عظمت کے قائل ہیں مگر اس بارے میں ان کو جوش نہیں آتا اور زیادہ سے زیادہ دفاع کرتے ہیں اور منہ توڑ جواب دینے کا فکر نہیں کرتے۔

فرنگ کی عقل پر بڑا افسوس آتا ہے کہ سب کے سب ایسی موٹی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں اور وں پر کیسے کیسے خفیف اعتراض کرتے ہیں جن کی جوابدہی کیلئے عقلا کو تامل کی حاجت نہیں اور اپنے آپ ایسے ایسے اعتراض سر پر لئے بیٹھے ہیں جن کا جواب قیامت تک نہیں آ سکتا۔ افسوس ہزار افسوس وہ خدا کریم جو ہر طرح سے مقدس اور ہر وجہ سے بے نیاز اور تمام عیوب اور جملہ نقصانات سے پاک ہے اس کو تو اس پیرایہ میں کہ عیسی مسیح بن کر مجسم ہوا اور زمین پر آیا اور کھانے پینے بول و براز بھوک پیاس خوشی غمی وغیرہ حوائج انسانی میں مبتلا ہوا کہیں سولی پر چڑھا (۱) کہیں یہودیوں کے ہاتھ میں مقید ہو کر ایلی ایلی پکارا کہیں معذب وملعون ہو کر اوروں کیلئے کفارہ بنا لیا کیا کچھ برا بھلا کہہ لیتے ہیں۔

اگر کوئی شخص پادری صاحب کو چمار کہہ دے تو ابھی مرنے مارنے پر تیار ہو جائیں یہ کیسا ظلم صریح ہے کہ اپنے آپ کو ذرا بھی کوئی برا کہہ دے تو پھر خیر نہیں اور خداوند قدوس کو جو چاہیں کہہ لیں چمار اور پادری صاحب میں کیا فرق ہے؟ وہ مخلوق اور خدا کا محتاج تو پادری صاحب بھی مخلوق خدا اور خدا کے محتاج۔ پادری صاحب انسان تو چمار بھی انسان۔ پادری صاحب کی دو آنکھیں تو چمار کی بھی دو آنکھیں۔ پادری صاحب کی ایک ناک اور دو کان تو اس کی بھی ایک ناک اور دو کان۔ ان کے دو ہاتھ تو اس کے بھی دو ہاتھ۔ چمار کو بھوک پیاس لگتی ہے تو پادری صاحب بھی اس میں مبتلا۔ چمار کو بول و براز کی حاجت ہے تو پادری صاحب کو بھی یہ حاجت ستاتی ہے۔ غرض ذاتی باتوں میں کچھ فرق نہیں کہ دونوں یکساں ہیں اگر فرق ہے تو دولت حشمت وغیرہ خارجی باتوں میں فرق ہے اس اتحاد پر تو پادری صاحب کو یہ نخوت ہے کہ چمار کہہ دیجئے تو تھامیں نہ تھمیں۔

---

(۱) ان مضامین کیلئے دیکھئے انجیل متی باب ۲۶، ۲۷، انجیل مرقس باب ۱۴، ۱۵، انجیل لوقا باب ۲۲، ۲۳، انجیل یوحنا باب ۱۸، ۱۹

اور خدا تعالیٰ کو بشر کے ساتھ کچھ اتحاد نہیں بشر کو خدا کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں کچھ نسبت نہیں اُس کا وجود خانہ زاد اور بشر کا وجود اُس سے مستعار وہ خدا یہ بندہ اس پر خدا کو بشر کہے جائیں اور ہرگز نہ شرمائیں افسوس کہ ظلم صریح کرتے ہیں اور ہرگز نہیں ڈرتے۔

عاقلان فرنگ کو کیا ہو گیا اجتماع نقیضین اور اجتماع ضدین کا بطلان ایسا نہیں جو کوئی نہ جانے پھر اس پر انسانیت اور الوہیت کے اجتماع کے تسلیم میں کچھ تامل نہیں۔ یہ تو ایسا قصہ ہے جیسا یوں کہیئے کہ ایک شے نور بھی ہے ظلمت بھی ہے گرمی بھی ہے سردی بھی ہے موت بھی ہے حیات بھی ہے وجود بھی ہے عدم بھی ہے کیونکہ انسانیت کو مخلوقیت اور احتیاج لازم اور الوہیت کو استغناء اور خالقیت ضرور ہے یہ دونوں ضدیں مجتمع ہوں تو کیونکر ہوں؟ مگر اس پر بھی اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ چلی جاتی ہے۔

عبودیت کا اقرار کرنے والا معبود کیونکر ہو سکتا ہے؟

اگر انصاف سے دیکھیئے تو شیطان فرعون ونمرود وشداد وغیرہ کی نسبت کسی بے وقوف کو گمان الوہیت ہو تو اتنا بعد از عقل نہیں ہے جتنا حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کرام یا اولیاء عظام کی نسبت یہ خیال خام دور از عقل ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ وغیرہ انبیاء اولیاء تو برابر ساری عمر اپنی عبودیت اور عاجزی کا اقرار کرتے رہے اور سجدہ وغیرہ اعمال بندگی جن سے انکارِ الوہیت مثل آفتاب نمایاں ہے بجالاتے رہے۔

ہاں شیطان فرعون نمرود وغیرہ البتہ مدعی الوہیت ہوئے اور کبھی وہ کام نہ کیا جس سے بندگی کی بو بھی آئے اُن کو اگر کوئی نادان خدا سمجھے تو خیر سمجھے پر اس شخص کو خدا سمجھے جو خود مقر عبودیت ہو طرفہ ماجرا ہے

سچے عیسائی تو محمد ﷺ کے پیروکار ہیں:

حق یہ ہے کہ آج کل کے عیسائی حقیقت میں عیسائی نہیں واقعی عیسائی اگر ہیں تو محمدی ہیں حضرت عیسیٰ کے جو عقیدے تھے وہ محمدیوں کے عقیدے ہیں وہ بھی خدا کو وحدہ لاشریک کہتے

رہے اور کبھی تثلیث کا دعوی نہ کیا محمدی بھی یہی کہتے ہیں حضرت عیسی بھی اپنے آپ کو بندہ سمجھتے رہے چنانچہ انجیل موجود ہے محمدی بھی ان کو بندہ ہی سمجھتے ہیں علاوہ بریں ان کی شان میں ہرگز کسی قسم کی گستاخی نہیں کرتے نہ ان کی نسبت ملعون ہونے کے خیال کو دل میں جگہ دیتے ہیں اور نہ احتمال عذاب کو ان کی نسبت ممکن الوقوع سمجھتے ہیں بلکہ جو شخص حضرت عیسی کی نسبت اس قسم کے عقیدے رکھے اس کو دشمن دین وایمان اور بے دین و بے ایمان سمجھتے ہیں اور حضرات نصرانیوں کا یہ حال باوجود مخالفت اعتقاد یہ سب گستاخیاں بھی کئے جاتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو عیسائی کہے جاتے ہیں کبھی یہ ترقی کہ خدا بنا دیا اور کبھی یہ تنزل کہ ... ب پہنچا دیا اب پادری صاحب انصاف فرمائیں کہ حضرت عیسی کا اتباع ہم کرتے ہیں یا وہ کرتے ہیں۔

امن وامان والی دلیل کا جواب:

باقی رہا پادری صاحب کا یہ فرمانا کہ عیسائی عمل داری سے پہلے ہندوستان میں یہ لوٹ مار تھی کہ چوروں قزاقوں سے بچنا ایک امر محال تھا اور جب سے عیسائی عمل داری آئی تب سے یہ امن وامان ہے کہ سونا اچھالتے چلے جاؤ کوئی شخص یہ نہیں پوچھتا کہ تم کون ہو؟ اس ارشاد سے مجھ کو کمال درجہ حیرت ہے اگر یہ بات کوئی اور صاحب فرماتے تو فرماتے۔ پادری اسکاٹ صاحب کی معقول پر یہ استدلال کمال تعجب انگیز ہے میں نے تو جب سے یہ سنا تھا کہ پادری صاحب معقول میں ماہر ہیں صلہ تصنیف رسالہ منطق میں سرکار سے پانسو روپے انعام پا چکے ہیں یوں منتظر تھا کہ دیکھئے کیا کچھ ہوں گے؟ مگر انہوں نے یہ ایسی بات کہی کہ کوئی معقول دان ایسی بات نہ کہے کیا پادری صاحب نے کتب منطق میں یہ نہیں دیکھا کہ استدلال انی ناتمام ہوتا ہے(۱) وضع تالی منتج

---

(۱) اس مشکل عبارت کو حضرت نے آگے آسان انداز میں ذکر کیا حضرت کا مقصد یہ ہے کہ اصل مذہب تو عقائد سے ثابت ہوتا ہے عقائد تو تمہارے بالکل خلاف عقل ونقل ہیں صرف ملک میں امن قائم ہو جانے سے آخرت میں کامیابی نہ ہو سکے گی۔

وضع مقدم نہیں ہوتی آثار سے مؤثر پر استدلال نہیں ہوسکتا پتھر کو گرم پائیں تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ آگ ہی سے گرم ہوا ہے یہ بھی تو احتمال ہے کہ آفتاب سے گرم ہوگیا ہو الغرض اثر کیجانب عموم کا احتمال ہوتا ہے اس لئے اس کے وسیلہ سے کسی خاص مؤثر پر استدلال نہیں ہوسکتا۔

قیام امن سچائی کی دلیل ہے تو اسلام ہی سچا مذہب ہے:

پھر پادری صاحب نے یہ کیونکر کہہ دیا کہ یہ امن وامان عیسائی عمل داری ہی کی برکت ہے۔ نہیں اس امن وامان کی علت بجز پاس ملک وآرزوئے ترقی تجارت اور کچھ نہیں۔ مذہب سے اس کو کچھ علاقہ نہیں ادھر ہم دعوی کرتے ہیں کہ ہمارے خلفاء کے زمانہ میں وہ امن وامان تھا کہ کبھی نہ ہوا نہ ہوگا اگر یہی بات دلیل حقانیت مذہب ہے تو دین محمدی بدرجہ اولیٰ حق ہوگا۔

توراۃ وانجیل میں جن گناہوں سے منع کیا گیا ہے عیسائی سب کرتے ہیں:

علاوہ بریں کچھ گناہ اس چوری اور قزاقی ہی میں منحصر نہیں جو یہ خیال ہو کہ ببرکت دین عیسوی گناہوں سے نجات میسر آگئی انجیل وتوراۃ میں خنزیر کی حرمت موجود ہے ہم دعوی کرتے ہیں کہ اہل اسلام میں سے کوئی شخص سور کا گوشت نہیں کھاتا جو اِس جرم کا الزام اُس کے سر پر آئے اور نصرانیوں میں شاید ایسا کوئی ہو جو اس گناہ سے بچا ہو۔

توراۃ وانجیل میں شراب کی ممانعت موجود ہے (دیکھئے کرنتھیوں باب ۵ آیت ۱۰۔ راقم) اور ہم دعوی کرتے ہیں کہ اہل اسلام میں بہت کم اس بلا میں مبتلا ہوں گے اور نصرانیوں میں بہت کم آدمی اس بلا سے بچے ہوئے ہوں گے علی ھذا القیاس سرکاری عملداری میں زنا کی جس قدر کثرت ہوئی ہے اس قدر کبھی نہ ہوئی ہوگی جس پر خاص لندن اور انگلستان کا حال تو پوچھئے ہی نہیں۔

کیا پادری صاحب کو لندن کے اخباروں کی اب خبر نہیں کہ وہ کیا لکھتے ہیں ہر روز کئی سو بچے ولد الزنا پیدا ہوتے ہیں اور صبح کو راستوں پر پڑے ہوئے ملتے ہیں یہ باتیں گناہ نہیں تو اور کیا ہیں؟ علی ھذا القیاس اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جو از روئے توراۃ وانجیل ممنوع ہیں اور

نصرانیوں میں مروج ہیں پھر کیونکر کہہ دیجئے کہ ببرکت دین عیسوی ہندوستان سے چوری قزاقی اس لئے موقوف ہوگئی کہ اس دین کا اثر یہی ہے کہ گناہوں سے آدمی محترز ہوجائے (مباحثہ شاہجہانپور ص۹۲ تا ۱۰۳)

﴿حضرت نانوتویؒ کی تقریر کے اہم نکات﴾

۱) نجات عذاب الٰہی سے بچ جانے کو کہتے ہیں اور نجات کا حصول گناہوں سے بچنے میں ہے۔

۲) گناہ خلاف مرضی الٰہی کو کہتے ہیں اور اطاعت موافق مرضی الٰہی کا نام ہے۔

۳) اللہ کی مرضی کا علم بغیر اس کے بتائے نہیں ہوسکتا۔

۳) اللہ اپنی مرضیات کی اطلاع جن مقربین کے ذریعے دیتا ہے ہم ان کو نبیاء اور رسول کہتے ہیں

۴) انبیاء کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اس لئے ان کی اتباع میں ہی نجات ہے۔

۵) جیسے ہر ہر زمانے میں ایک جدا حاکم ہوتا ہے ایسے ہی ہر زمانے میں مناسب وقت ایک جدا ہی نبی ہوگا۔

۶) حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بزرگی اور نبوت مسلم ان کا منکر ہمارے نزدیک ایسا ہی کافر ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا ہمارے نزدیک کافر ہے۔ سری رامچند را اور سری کرشن کو بھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

۷) آج کل نجات کا سامان بجز اتباع نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ اور کچھ نہیں۔

۸) اگر کوئی شخص اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر اوروں کی اتباع کرے تو بے شک اس کا یہ اصرار اور یہ انکار از قسم بغاوت خداوندی ہوگا جس کا حاصل کفر والحاد ہے الغرض اس وقت اتباع عیسیٰ وغیرہم ہرگز باعث نجات نہیں ہوسکتا۔

☆☆☆☆☆

وتعز من تشاء وتذل من تشاء

الحمد للہ والمنۃ کتاب فیض مستطاب

انتصار الاسلام

محشّٰی و معنون

افاضات مبارکہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند

جس کو

(مولوی) سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے

اپنے

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے شائع کیا

کتب ... عمدہ اور ارزاں اور جملہ مطبوعات دیوبند نیز قرآن مجید حمائلیں ملنے کا پتہ (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند یو۔پی

﴿خطبہ کتاب انتصار الاسلام بقلم حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی آلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْمُطَھَّرِیْنَ۔......اما بعد کمترین فخر الحسن عفا اللہ عنہ خدمات عالیات میں ناظرین رسالہ ہذا کی عرض پرداز ہے کہ یہ رسالہ جس کا نام انتصار الاسلام کمترین نے رکھا ہے مصنفہ جناب فیض مآب، حامی شریعت وطریقت، آیت من آیات اللہ، حجۃ اللہ فی الارض، مصداق حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (۱) نائب رسول سلطان الاذکیاء صوفی صافی غازی حاجی حافظ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم مغفور طاب اللہ ثراہ وجعل الفردوس ماواہ کا ہے جس کو جناب مغفور نے بجواب اعتراضات پنڈت دیانند سرتی کے ۱۲۹۵ھ میں تصنیف کیا تھا۔

اور باعث تصنیف اس رسالہ اور رسالہ ''قبلہ نما'' کا جو گویا اس کا دوسرا حصہ ہے یہ ہے کہ پنڈت دیانند سرتی نے روڑکی میں آ کر برسرِ بازار دین اسلام پر طرح طرح کے اعتراض کرنے شروع کئے چونکہ روڑکی میں کوئی اہل علم ایسا نہ تھا کہ پنڈت جی کے فلسفیانہ اعتراضوں کے جواب دے سکے اس لئے پنڈت جی اور ان کے معتقدین اہل ہنود نے میدان خالی پا کر بہت کچھ زبان درازیاں کیں۔

اہل اسلام روڑکی نے پنڈت جی کی زبان درازی کی اطلاع خدمت میں جناب مغفور کے کی اور یہ بھی لکھا کہ پنڈت جی فلسفیانہ اعتراض ہر روز برسر بازار کرتے ہیں اول تو یہاں کوئی

---

(۱) شہرت کی بنا پر اس متن کو لے آئے جیسے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے سوانح نگار نے اس کو لکھ دیا ہے ۔دیکھئے سیرۃ ثنائی ص۱۳۴۔مزید تحقیق کیلئے دیکھئے المقاصد الحسنۃ ص۴۵۹]

ایسا اہل علم نہیں جو فلسفیانہ گفتگو کر سکے اور اگر کبھی کوئی طالب علم یا کوئی فارسی خواں پنڈت جی کے اعتراضوں کے جواب میں کچھ جرات بھی کرتا ہے تو پنڈت جی اور اس کے معتقد اس کو خاطر میں نہیں لاتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم جاہلوں اور بازاریوں سے گفتگو نہیں کرتے اپنے مذہب کے کسی بڑے عالم کو بلاؤ اس سے گفتگو کریں گے انہیں مضمونوں کے متواتر خطوط آنے لگے یہاں مولانا کی یہ تجویز تھی کہ اپنے شاگردوں میں سے یا مدرسہ دیوبند سے کوئی طالب علم چلا جائے اور پنڈت جی کی کتھا میں کھنڈت ڈال آئے اتنے میں روڑکی سے اور خط آیا اس میں یہ لکھا تھا کہ پنڈت جی کہتے ہیں کہ مولبی کاسم (مولوی قاسم) اگر آئیں تو گفتگو کریں گے ورنہ اور کسی سے گفتگو نہ کریں گے اور وجہ اس کی غالباً یہ ہوگی کہ پنڈت جی نے سمجھا کہ اب تو معتقدین میں اپنی ہوا بندھ گئی ہے کوئی ایسی شرط لگاؤ کہ گفتگو کی نوبت نہ آئے اور چونکہ مولانا مرحوم بیمار ہیں اس لئے وہ نہ آئیں گے نہ گفتگو ہوگی نہ اپنی ہوا بگڑے گی۔

الغرض چونکہ مولانا کو بخار آتا تھا اور خشک کھانسی کی یہ شدت تھی کہ بات بھی پوری کرنی مشکل ہوتی تھی اور ضعف کی یہ نوبت کہ پچاس سو قدم چلنے سے سانس اکھڑ جاتی تھی اور یہ مرض وضعف بقیہ اس مرض سخت کا تھا جو اس سال میں مکہ معظمہ میں آتے وقت جہاز میں پیش آیا تھا بناچاری جناب مولانا نے اہل اسلام روڑکی کو یہ لکھ بھیجا کہ بہ سبب مرض وضعف کے اول تو میرا وہاں تک پہنچنا مشکل اور اگر پہنچا بھی تو گفتگو کے قابل نہیں کھانسی دم لینے نہیں دیتی بات پوری کرنی مشکل ہے اس لئے میں تو مجبور ہوں ہاں یہاں سے دو چار ایسے شخص بھیج سکتا ہوں کہ پنڈت جی کا دم بند کر دیں گے اور ان کی ہوا بگاڑ دیں گے۔

اہل اسلام روڑکی نے بجواب اس خط کے لکھا کہ پنڈت جی تو یہی ضد کرتے ہیں کہ سوا ''مولبی کاسم'' کے ہم اور کسی سے گفتگو نہ کریں گے اس پر جناب مولانا مرحوم نے کمترین انام اور جناب مولوی محمود حسن صاحب اور مولوی حافظ عبدالعلی صاحب سے ارشاد کیا کہ تم خود روڑکی ہو آؤ اور اصل حالت دریافت کر لاؤ اگر پنڈت جی گفتگو کریں گے تو گفتگو تمام کر آؤ۔

چنانچہ ہم تینوں روڑکی جانے کی تیاری کی اور مولوی منظور احمد جوالا پوری کو ہمراہ لیا اور جمعرات کے دن قبل از جمعہ ہم چاروں پیادہ پا روڑکی کو روانہ ہوئے دیوبند کے باغوں میں نماز مغرب پڑھی اور راتوں رات چل کر علی الصباح روڑکی میں داخل ہوئے انا اذا نزلنا بساحتهم فساء صباح المنذرين وہاں کے اہل اسلام سے ملاقات ہوئی جمعہ کی نماز کے بعد ہم چاروں مع چند اشخاص اہل روڑکی پنڈت جی کی کوٹھی پر جو سرحد چھاؤنی میں تھی گئے ہمارے ہمراہیوں میں سے بعضے لوگوں نے کہا کہ پنڈت جی اپنے اعتراضوں کا جواب اِن لوگوں سے سن لو یہ لوگ اسی لئے آئے ہیں۔

پنڈت جی نے کہا میں تو نہیں سنتا نہ مجھے فرصت ہے نہ میں گفتگو کا آرزومند ہوں اور نہ میں نے اشتہار میں مباحثہ کی خواستگاری کی۔ کسی نے بغیر میری اطلاع اگر اشتہار چسپاں کر دیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہر چند ہم لوگوں نے اصرار کیا مگر پنڈت جی نے نہیں نہیں کے سوا کچھ اور نہ کہا اس رد و بدل میں پنڈت جی کئی بار ایسے لئے گئے کہ دم بخود ہونا پڑا۔ پھر ہم نے پنڈت جی سے دریافت کیا کہ آپ جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب کے ساتھ مباحثہ کرنے کو تو راضی ہیں یا ان سے بھی راضی نہیں۔

پنڈت جی نے کہا میں خواہ مخواہ متقاضی اس امر کا نہیں ہوں لیکن اگر جناب مولانا ممدوح تشریف لے آئیں تو مباحثہ کیلئے آمادہ ہوں اور کسی سے تو مباحثہ ہرگز نہ کروں گا وجہ اس تخصیص کی پوچھی تو کہا کہ میں تمام یورپ میں پھرا، اب تمام پنجاب میں پھر کر آیا ہوں ہر اہل کمال سے مولانا کی تعریف سنی ہے ہر کوئی مولانا کو یکتائے روزگار کہتا ہے اور میں نے بھی مولانا مرحوم کو شاہجہانپور کے جلسہ میں دیکھا ہے ان کی تقریر دل آویز سنی ہے اگر آدمی مباحثہ کرے تو ایسے کامل و یکتا سے تو کرے۔ جس سے کچھ فائدہ ہو کچھ نتیجہ نکلے۔

الغرض وہاں سے آکر شہر میں رات بسر کی اور علی الصباح دیوبند روانہ ہوئے شام کو جناب مولانا کی خدمت میں پہنچے جو کچھ سرگذشت تھی وہ عرض کی۔ دو تین دن کے بعد پھر اہل

اسلام روڑکی کا خط آیا اس میں پھر وہی تشریف آوری مولانا کی تاکید تھی اور پنڈت جی اور ان کے شاگردوں ومعتقدوں کی زبان درازی کی شکایت تھی جناب مولانا نے اس کے جواب میں یہ لکھا کہ آپ صاحب پنڈت جی سے تاریخ مباحثہ کی مقرر کر کے ہمیں اطلاع دیں ہم خود حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں سے پھر یہ جواب آیا کہ پنڈت جی کہتے ہیں کہ مولانا خود ہی آکر تاریخ مقرر کر لیں گے ہم تم لوگوں سے اس باب میں کوئی گفتگو نہ کریں گے۔

آخر الامر جناب مولانا مع ہم چاروں اور جناب حاجی محمد عابد صاحب وحکیم مشتاق احمد صاحب کے اوائل شعبان میں روڑکی کو روانہ ہوئے۔ گرمی کی وجہ سے رات کو چل کر علی الصباح روڑکی پہنچے۔ اہل اسلام جوق جوق شاداں وفرحاں آآکر ملنے لگے مولانا کی آمد کا تمام روڑکی میں شور پڑ گیا شرائط مباحثہ میں تحریری گفتگو شروع ہوگئی جناب مولانا شہر میں فروکش تھے اور پنڈت جی چھاؤنی میں مقیم تھے پنڈت جی نے کئی روز تک بے فائدہ ضد کی میدان مناظرہ میں آنا قبول نہ کیا طرح طرح کے حیلے بہانے تراشے۔ آخر الامر تحریر میں بھی گھبرا گئے اور کہلا بھیجا مولوی جی تو بھی کھاتہ لکھا بھیجتے ہیں ہم سب (یعنی پنڈت جی اور اس کے معتقدین) بانچتے بانچتے تھک جاتے ہیں ہمارے سارے کام بند ہوگئے۔ آج سے ہمارے پاس کوئی اور تحریر نہ آئے ہم ہرگز جواب نہ دیں گے اسی اثنا میں مولوی احسان اللہ ساکن میرٹھ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے کرنیل جن کی پیشی میں میں کام کرتا ہوں آپ کی ملاقات کے بہت مشتاق ہیں اور اور کپتان بھی آپ کی ملاقات کے آرزومند ہیں اور ان کو مذہب کی بابت کچھ پوچھنا ہے جناب مولانا نے فرمایا کہ ہم تو اسی کام کیلئے آئے ہیں یہ خوب موقع ہاتھ لگا جب آپ کہئے میں حاضر ہوں۔

اگلے روز جناب مولانا مع چند ہمراہیوں کے کرنیل کی کوٹھی پر تشریف لے گئے کرنیل اور کپتان دونوں نے استقبال کیا مولانا کرسی پر بیٹھ گئے کرنیل نے اول تو مولانا سے یہ کہا کہ آپ کے علم وفضل کا شہرہ سن کر میں بھی مشتاق ملاقات تھا سو بارے آج آپ نے مہربانی کی اور پھر یہ

پوچھا کہ دنیا میں بہت سے مذہب ہیں اور ہر کوئی اپنے مذہب کو حق کہتا ہے آپ یہ فرمایئے کہ حقیقت میں کون مذہب حق ہے؟ جناب مولانا نے فرمایا کہ مذہب حق جس پر انسان کی نجات موقوف ہے مذہب اسلام ہے اور پھر ایسی ایسی دلیلیں بیان کی کہ کرنیل و کپتان کرسی پر سے اچھل اچھل پڑتے تھے پھر کرنیل نے یہ کہا کہ جب مذہب اسلام ہی حق ہے تو خدا نے تمام مخلوق کو مسلمان ہی کیوں نہ کر دیا جناب مولانا نے اس کا ایسا کچھ جواب دیا کہ کرنیل و کپتان سن کر حیران رہ گئے اور مولانا کے علم وفضل کی تعریف کرنے لگے پھر کرنیل نے وجہ مینہ کے نہ برسنے کی دریافت کی کیونکہ اسی سال میں موسم برسات اکثر خشک ہی گزر گیا تھا قحط کا اندیشہ تھا اور پھر آپ ہی کہنے لگا کہ ہمارے یورپ کے حکماء اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ آفتاب پرانا ہو گیا گھس گیا اس میں گرمی ایسی نہیں رہی کہ جس سے بخارات آسمان کی طرف صعود کریں اور پانی ہو کر زمین پر ٹپک پڑیں۔ جناب مولانا نے حکمائے یورپ کے قول کی تغلیط کی اور وجہ اس کی شامت اعمال انسان بیان فرمائی یہ تقریریں بھی مفصل سننے کے قابل ہیں لیکن یہاں ان تقریروں کو لکھنا گویا ایک دوسرا رسالہ لکھنا ہے اس لئے تفصیل کو ترک کرتا ہوں اور آگے جو گزرا ہے اس کو عرض کرتا ہوں۔

بعد اس کے کرنیل نے پنڈت جی کو بلوایا پنڈت جی آئے کرنیل نے پنڈت جی سے کہا کہ تم مولوی صاحب سے کیوں گفتگو نہیں کر لیتے مجمع عام میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ پنڈت جی نے کہا کہ مجمع عام میں فساد کا اندیشہ ہے اس پر کپتان نے کہا کہ اچھا ہماری کوٹھی پر گفتگو ہو جائے ہم فساد کا بندوبست کر لیں گے پنڈت جی نے کہا کہ ہم تو اپنی ہی کوٹھی پر گفتگو کریں گے مگر مجمع عام نہ ہو۔ جناب مولانا نے پنڈت جی سے کہا کہ لیجئے اب تو مجمع عام نہیں دس بارہ ہی آدمی ہیں۔ اب سہی آپ اعتراض کیجئے ہم جواب دیتے ہیں پنڈت جی نے کہا کہ میں تو گفتگو کے ارادہ سے نہیں آیا تھا مولانا نے فرمایا اب ارادہ کر لیجئے ہم آپ کے مذہب پر اعتراض کرتے ہیں آپ جواب دیجئے یا آپ اعتراض ہم پر کیجئے اور ہم سے جواب لیجئے۔ پنڈت جی نے ایک نہ مانی شرائط کے باب میں گفتگو رہی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا مجلس برخاست ہوئی جناب مولانا بھی اپنی فرودگاہ پر تشریف

لائے اور کئی روز تک شرائط میں ردوبدل رہی آخرالامر مولانا نے یہ کہلا بھیجا کہ پنڈت جی کسی جگہ مباحثہ برسر بازار کرلیں عوام میں کرلیں خواص میں کرلیں تنہائی میں کرلیں مگر کرلیں۔ پنڈت جی اپنی کوٹھی پر مباحثہ کرنے کو راضی ہوئے اور وہ بھی اس شرط پر کہ دو سو سے زیادہ آدمی نہ ہوں۔ مولانا مرحوم پنڈت جی کی کوٹھی پر جانے کو تیار تھے مگر سرکار کی طرف سے ممانعت ہوگئی کہ چھاؤنی کی حد میں کوئی شخص گفتگو نہ کرنے پائے شہر میں جنگل میں جہاں کہیں جی چاہے گفتگو کرلیں مولانا نے پنڈت جی کو لکھا کہ نہر کے کنارے پر یا عید گاہ کے میدان میں یا اور کہیں مباحثہ کرلیجئے مگر پنڈت جی کو بہانہ ہاتھ آگیا تھا انہوں نے ایک نہ سنی یہی کہا کہ میری کوٹھی پر چلے آؤ چونکہ سرکار کی طرف ممانعت ہوگئی ہے اس لئے جناب مولانا کوٹھی پر نہ جاسکے اور پنڈت جی کوٹھی سے باہر نہ نکلے ادھر تو یہ قصہ ہوا اور ادھر جناب مولانا نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ بازار میں کھڑے ہوکر پکارے گلے کہہ دو کہ پنڈت جی پہلے تو بہت سی زبان درازیاں کرتے تھے اب وہ زبان درازیاں کہاں گئیں ذرا مردوں کے سامنے آئیں کوٹھی سے باہر نکلیں اور یہ فرمایا کہ پنڈت جی کے اعتراضوں کے جواب علی الاعلان بیان کردو۔

کیونکہ یہ کام کچھ ایسا مشکل نہ تھا کہ جناب مولوی محمود حسن صاحب اور مولوی حافظ عبد العلی صاحب کو تکلیف کرنی پڑتی، اس لئے بندہ نے اس کی تعمیل کردی یعنی پنڈت جی کے اعتراضوں کے جواب برسر بازار کئی روز تک بیان کئے اور پنڈت جی کے مذہب جدید پر بہت سے اعتراض کئے اور بہت سی غیرت دلائی اگرچہ مجمع عام میں پنڈت جی کے معتقد وشاگرد بھی ہوتے تھے لیکن کسی کو نہ اتنی جرات ہوئی کہ لب کشائی، نہ اتنی غیرت آئی کہ پنڈت جی کو کشاں کشاں میدان میں لائے اور اسی مضمون کے اشتہار بازاروں میں چسپاں کردیئے۔

آخرالامر مولانا نے پنڈت جی کے پاس یہ پیام بھیجا کہ خیر آپ مباحثہ نہیں کرتے نہ کیجئے ہم مجمع عام میں وعظ بیان کریں گے آپ مع شاگردوں اور معتقدوں کے وعظ تو سن لیں لیکن

کب وہ سنتا ہے کہانی میری　　　اور پھر وہ بھی زبانی میری

پنڈت جی وعظ میں تو کیا آتے روڑکی سے بھی چلدیئے اور ایسے گئے کہ پتہ بھی نہ چلا کہ کدھر گئے آخرش مولانا نے نفس نفیس بر سر بازار تین روز تک وعظ فرمایا مسلمان و ہندو عیسائی اور سب بڑے چھوٹے انگریز جو روڑکی میں تھے ان وعظوں میں شامل تھے ہر قسم کے لوگوں کا ہجوم تھا مولانا نے وہ وہ دلائل مذہب اسلام کے حق ہونے پر بیان فرمائے کہ سب حیران تھے اہل جلسہ پر عالم سکتہ کا سا تھا ہر شخص متاثر معلوم ہوتا تھا پنڈت جی کے اعتراضوں کے وہ وہ جواب دندان شکن دیئے کہ مخالف بھی مان گئے توحید و رسالت کے بیان میں تو وہ سماں بندھا تھا کہ بیان سے باہر ہے جس نے سنا ہوگا وہی جانتا ہوگا...... جو لوگ اہل اسلام میں سے اس جلسہ میں اہل دل تھے وہ تو نیم بسمل ہو گئے تھے مرغ بسمل کی طرح تڑپتے تھے.......... ان تینوں وعظوں میں جناب مولانا نے تمام اہل مذاہب پر ظاہر کر دیا کہ بغیر اسلام لائے عذاب آخرت سے (جو ابدی ہوگا) نجات ممکن نہیں حجت الٰہی سب پر قائم کر دی بلکہ تمام کر دی اور اب بھی اگر کوئی دوزخ کی آگ کو اپنے واسطے پسند کرے تو وہ جانے ع

نہ مانے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

دیگر بر رسولاں بلاغ باشد و بس

الغرض جناب مولانا ۲۳ شعبان کو روڑکی سے روانہ ہو کر ایک روز منگلور رہے دوسرے روز دیوبند پہنچے اور دو تین روز رہ کر نانوتہ رونق افروز ہوئے اور پنڈت جی کے اعتراضوں کے جوابات لکھے جو کل گیارہ تھے خانہ کعبہ کی طرف سجدہ کرنے پر جو اعتراض ہے اس کا جواب چونکہ بہت شرح و بسط رکھتا ہے اس کو جناب مصنف مرحوم ہی نے ایک جدا رسالہ کر دیا تھا اور اس کا نام قبلہ نما فرمایا کرتے تھے اور دس اعتراضوں کے جو جوابات ہیں ان کا جدا رسالہ کر دیا تھا مگر اس کا نام کچھ مقرر نہیں فرمایا تھا اس لئے بندہ نے اس کا نام انتصار الاسلام رکھا (انتصار الاسلام ص ۳ تا ۸) واضح رہے کہ اس خط و کتابت میں پنڈت دیانند حضرت مولانا کو یوں لکھتا تھا:

پیشوائے دین اسلام، مولوی محمد قاسم صاحب (دیکھئے قاسم العلوم ص ۳۸۸)

﴿عبارات کتاب ''انتصار الاسلام''﴾

ہندو پنڈت دیانند سرستی نے اسلام پر ایک یہ اعتراض کیا تھا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ آدمی مرکر قیامت تک حوالات میں رہتا ہے اور قیامت کو حساب ہو کر جزاء وسزا کو پہنچتا ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حوالات میں رکھنا خلاف عدل ہے بلکہ جزا وسزا بطور تناسخ بعد انتقال فوراہی مل جاتی ہے (انتصار الاسلام ص ۵۰) حضرت نانوتویؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے ضمنی طور پر نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر کردیا اور یہ ثابت کردیا کہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تو آئے گی کوئی نیا نبی نہ آئے گا مخالفین میں جرات ہے تو اپنا یا کسی اور عالم کا اس قسم کا کلام ختم نبوت کے بارے میں پیش کردیں۔ اتنی تصریحات کے بعد بھی یہ کہنا کہ مولانا نے ختم نبوت زمانی کا انکار کردیا ایسا ظلم ہے جس کا بدلہ خدا ہی دے گا۔ اب حضرت کی چند عبارات ملاحظہ فرمایئے۔

۱) <u>حضرتؒ فرماتے ہیں:</u>

سو جس میں اس صفت کا زیادہ ظہور ہو جو خاتم الصفات ہو یعنی اس سے اوپر اور صفت ممکن الظہور یعنی لائق انتقال وعطائے مخلوقات نہ ہو وہ شخص مخلوقات میں خاتم المراتب ہوگا اور وہی شخص سب کا سردار اور سب سے افضل ہوگا (انتصار الاسلام ص ۵۶ سطر ۱۹ تا ص ۵۷ سطر ۲)

[اس عبارت میں حضرت نے واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ اور افضل ہونے کا ذکر کیا ہے]

۲) نیز فرماتے ہیں:

ہم اسی کو <u>عبد کامل اور سید الکونین اور خاتم النبیین</u> کہتے ہیں اور وجہ اس کہنے کی خود اسی تقریر سے ظاہر ہے اب کلام اس میں رہا کہ وہ کون ہے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت محمد عربی ﷺ ہیں چنانچہ بطور اختصار ان اوراق کی شان کے موافق ہم جواب اعتراض اول متعلق استقبال کعبہ میں لکھ چکے ہیں ترتیب طبع میں دیکھئے وہ آگے رہے یا پیچھے الحاصل عبادت کاملہ بجز <u>حضرت خاتم النبیین ﷺ</u> اور کسی سے متصور نہیں (ص ۵۷ سطر ۱۵)

[ان عبارتوں میں سید الکونین سے نبی کریم ﷺ کی افضلیت کو بیان کیا اس لئے خاتم النبیین میں نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا ذکر ہے اور خاتم النبیین کے معنی یہاں آخری نبی ہیں حضرت نے جو اعتراض اول کے جواب کا ذکر کیا وہ جواب ایک مستقل کتاب کی شکل میں چھپا اس کتاب کا نام قبلہ نما ہے اس کی عبارات بھی اس کتاب میں ذکر کی گئی ہیں]

۳) ایک جگہ آپ نے فرمایا:

دین خاتم النبیین کو دیکھا تو تمام عالم کے لئے دیکھا وجہ اس کی یہ ہے کہ بنی آدم میں حضرت خاتم اس صورت میں بمنزلہ بادشاہ اعظم ہوئے جیسا اس کا حکم تمام اقلیم میں جاری ہوتا ہے ایسا ہی حکم خاتم یعنی دین خاتم تمام عالم میں جاری ہونا چاہئے ورنہ اس دین کو لے کر آنا بیکار ہے۔ (ص ۵۸ سطر ۶ تا ۹)

[یہاں بھی خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہیں کیونکہ اگر خاتم النبیین کے بعد کوئی اور آجائے تو تمام عالم میں ان کا حکم کیسے جاری ہوگا۔ حضرت نانوتویؒ پر ختم نبوت زمانی کے انکار کا الزام لگانے والے بتائیں کہ خاتم النبیین اگر اس کو نہیں کہتے جس کا حکم (یعنی لائی ہوئی شریعت) تمام عالم میں چلتا ہو تو پھر خاتم النبیین کس کو کہتے ہیں اور اگر خاتم النبیین وہی ہے جس کا حکم یعنی لائی ہوئی شریعت سارے عالم میں جاری ہو تو بتائیں پھر حضرت نانوتویؒ اور ان کے ماننے والوں کا کیا قصور ہے جس کی ان کو یہ سزا دی جا رہی ہے؟]

۴) اس کے بعد فرمایا:

الغرض حضرت خاتم ﷺ جیسے بمقابلہ معبود عبد کامل ہیں ایسے ہی بمقابلہ دیگر بنی آدم حاکم کامل ہیں اور کیوں نہ ہوں سب سے افضل ہوئے تو سب پر حاکم بھی ہوں گے اور اس سے یہ ضرور ہے کہ ان کا حکم سب حکموں کے بعد صادر ہو کیونکہ ترتیب مرافعات سے ظاہر ہے کہ حکم حاکم اعلیٰ سب کے بعد ہوتا ہے مگر جب حاکم اعلیٰ ہوئے تو یہ بھی ضرور ہے کہ ان کا حکم طَوْعًا وَكَرْهًا ایک بار سب تسلیم کر لیں (ص ۵۸ سطر ۶ تا سطر ۱۲)

[اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کی خاتمیت زمانی کو یوں سمجھایا کہ جیسے کسی جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے پہلے چھوٹی عدالت میں جاتے ہیں اس کے بعد اس سے بڑی عدالت ہائی کورٹ میں اس کے بعد اس سے بڑی عدالت سپریم کورٹ میں اگر مقدمہ براہ راست بڑی عدالت میں لے جائیں تو چھوٹی عدالتوں میں تو نہ جائے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اعلیٰ نبی کو سب کے بعد بھیجا اگر نبی کریم ﷺ پہلے آجاتے تو دوسرے انبیاء کی ضرورت ہی نہ رہتی دیکھو حضرت نے اس طرح نبی کریم ﷺ کے افضل نبی اور آخری نبی ہونے کو ایک ساتھ بیان کردیا اللہ تعالیٰ ان کو ہم سب کی طرف سے بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے آمین]

۵) ایک جگہ لکھتے ہیں۔

غرض کمال عبادت تو عبادت خاتم میں ہے اور کمال سلطنت خاتم تسلط عام میں ہے اور یہ دونوں امر ضروری الوقوع ۔ کمال عبادت تو بمقتضائے کمال معبودیت یعنی جامعیت صفات خداوندی اور کمال تسلط بوجہ علو ہمت حضرت خاتم ﷺ اور ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں کمال عبادت کیفی ہے اور دوسری صورت میں کمال عبادت کمّی اور سوا ان دو صورتوں کے اور کوئی کمال عبادت کی صورت نہیں سو بعد ظہور ہر دو کمال لازم یوں ہے کہ یہ کارخانہ جو عبادت کیلئے قائم کیا گیا ہے بڑھایا جائے اسی کو ہم قیامت کہتے ہیں اور پھر اس کے بعد حساب کتاب اور جزا سزا کا کارخانہ قائم کیا جائے اسی کو ہم یوم الحساب اور حشر اور یوم الفصل کہتے ہیں (انتصار الاسلام ص ۵۸)

[اس مقام پر حضرت نے یہ ثابت کیا کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد قیامت تو آئے گی مگر نیا نبی کوئی نہ آئے گا]

۶) ایک جگہ فرمایا:

بعد دورۂ خاتم النبیین بوجہ تکمیل کار عبادت اس کی ضرورت نہ رہی کہ خواہ مخواہ نگرانی کیجئے اور کام لیجئے بعد تکمیل کار تعمیر معماروں سے کون کام لیتا ہے؟ اس لئے یہ ضرور ہے کہ ایک روز

کفر عالم میں چھا جائے اور تمام عالم باغی ہو جائے اس وقت بمقتضائے قہاری خداوندی یہ ضرور ہے کہ اس عالم کو توڑ پھوڑ کر برابر کردیں اور تمام بنی آدم کو گرفتار کر کے ان کو ان کی شان کے مناسب جزا وسزا دیں۔(انتصار الاسلام ص ۶۱ سطر ۶ تا سطر ۱۲) یہ آخری عبارت ہے اس کے ساتھ کتاب انتصار الاسلام پوری ہو جاتی ہے)

[اس عبارت میں خاتم النبیین میں خاتم سے خاتم الزمان مراد ہے اور خاتمیت رتبی کا ذکر اس لفظ میں ہے "بعد تکمیل کار تعمیر"۔قارئین کرام غور کریں پنڈت دیانند سرتی نے نبی کریم ﷺ کی شخصیت یا نبوت یا ختم نبوت کے بارے یہ سوال نہ کیا تھا مگر نبی کریم ﷺ کا یہ دیوانہ بہانے بہانے سے نبی کریم ﷺ کی افضلیت اور آخری نبی ہونے کو نئے نئے طریقوں سے بیان کرتا تھا جزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیرا۔

آج مناظرین کو سکھایا جاتا ہے کہ قادیانیوں سے اجرائے نبوت پر بات نہ کرنا قادیانی کے کردار پر ہی بات کرنا حضرت نانوتویؒ کی کتابوں سے تعلق کی برکت سے ان شاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ مرزائیوں سے اس موضوع پر بات کرنا نہ صرف آسان بلکہ نہایت دلچسپ ہو جائے ۔اور کوئی مرزائی ان شاء اللہ بھول کر بھی اجرائے نبوت کے موضوع پر بات کرنے کا نام نہ لے گا۔اگر یقین نہ آئے تو اس عاجز کی کتاب **شواھد ختم النبوۃ من سیرۃ صاحب النبوۃ** اور آیات ختم نبوت کا مطالعہ کرلیں۔وللہ الحمد علی ذلک۔

☆☆☆☆☆

تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ

الحمد للہ

علی توفیق الہدیٰ کہ رسالہ ہدایت انتما و مقالہ رشد ابتنا در بحث جہت قبلہ مقام

مصلے المسمیٰ بہ

قبلہ نما
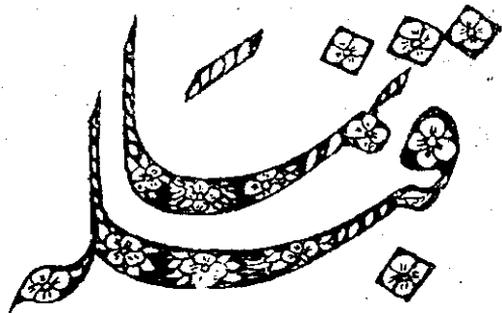
تصنیف لطیف

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ بانی دار العلوم دیوبند

جس کو

(مولوی) سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے باہتمام خود

اپنے

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے شائع کیا

وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ پریس دیوبند

قیمت ......

﴿خطبہ کتاب ''قبلہ نما'' بقلم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ!

بعد حمد وصلوۃ بندہ ہیچمدان سراپا گناہ محمد قاسم

ناظران اوراق کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ بارہ سو پچانوے ہجری (۱۲۹۵ھ) آخر رجب میں پنڈت دیانند صاحب نے رڑکی میں آکر سر بازار مجمع عام میں مذہب اسلام پر چند اعتراض کیے حسب الطلب چند احباب اور نیز بتقاضائے غیرت اسلام یہ ننگ اہل اسلام بھی شروع شعبان میں وہاں پہنچا اور آرزوئے مناظرہ میں سولہ سترہ روز وہاں ٹھہرا ہر چند چاہا کہ مجمع عام میں پنڈت جی سے اعتراض سنوں اور بالمشافہہ بعنایت خداوندی اسی وقت ان کے جواب عرض کروں مگر پنڈت جی ایسے کاہے کو تھے جو میدان مناظرہ میں آتے۔ جان چرانے کیلئے وہ وہ داؤ کھیلے کہ کاہے کو کسی کو سوجھتے ہیں اعتراض تو مجمع عام میں کئے پر مناظرہ میں اپنی قلعی کھلنے کا وقت آیا تو پچاس آدمیوں سے زیادہ پر راضی نہ تھے وجہ پوچھی تو اندیشہ فساد زیب زبان تھا مگر نہ پہلے مناظرہ کی نظیروں کا کچھ جواب نہ حسن انتظام سرکاری پر کچھ اعتراض [یعنی اسے کہا گیا کہ اس سے پہلے شاہجہانپور میں دو مرتبہ مسلمان، ہندو اور عیسائیوں کے مابین مناظرے ہوئے اور ناگوار واقعہ پیش نہ آیا نیز حکومت بھی اس کا خیال رکھے گی پنڈت جی ان کا جواب نہ دے سکے۔ راقم] ٹلانے کیلئے دعوائے بلا دلیل سے مطلب تھا۔ رمضان کی آمد آمد ان کو بھی معلوم تھی کہ کچھ اور دن ٹلیں تو یہ لوگ آپ ٹل جائیں اس لئے منتیں کیں غیرتیں دلائیں جتنیں کیں سعیں کرائیں مگر وہاں وہی نہیں کی نہیں رہی۔ مجمع عام کی جا بدشواری دوسو تک آئے مگر اپنے تنگ مکان کے سوا اور کہیں راضی نہ ہوئے وقت صبح کے بدلے چھ بجے شام کے ٹھہرائی تھی وقت کی شکایت کی تو نو بجے تک کی

اجازت آئی مطلب یہ تھا کہ ہماری فرودگاہ [قیام گاہ۔] سے بلکہ شہر سے ان کا مکان ڈیڑھ میل پر تھا نو بجے فارغ ہو کر چلے تو دس بجے پہنچے [کیونکہ اتنا سفر اس زمانے میں عموماً پیدل ہی کرتے تھے۔راقم] ایک گھنٹہ میں نماز سے فارغ ہوئے اس وقت نہ بازار کھلا ہوا جو کھانا مول لیجئے نہ خود پکانے کی ہمت جو یوں انتظام کیجئے [اس سے اندازہ کریں کہ ان حضرات کے ہاں نماز کا کس قدر اہتمام ہوتا تھا۔راقم] علاوہ بریں برسات کا موسم مینہ برس گیا تو اور بھی اللہ کی رحمت ہوگئی۔

غرض ان کی یہ غرض تھی کہ یہ لوگ تنگ ہو کر چلے جائیں اور ہم بیٹھے ہوئے بغلیں بجائیں پھر اس پر تقریر و تحریر کی شاخ اور اوپر لگی ہوئی۔غرض کچھ تو بوجہ نماز مغرب وقت مذکور میں گنجائش کم تھی رہی سہی کسر اس تدبیر سے گئی گذری مگر جب بنام خدا ہم نے ان سب باتوں کو سر رکھا تو منجملہ شرائط کے ان کے مکان پر مناظرہ ہونے کا سرکار نے اڑا دیا حکام وقت نے قطعاً ممانعت کر دی کہ سرحد چھاؤنی اور رڑکی میں مناظرہ نہ ہونے پائے اور اس سے خارج ہو کر اور کچھ ممانعت نہیں اس پر ہم نے میدانِ عیدگاہ وغیرہ میں پنڈت جی سے التماس قدم رنجہ فرمائی کیا [یعنی یہ کہا کہ پنڈت جی آپ بھی ہمارے جلسے میں آ کر ہماری باتیں سنیں۔راقم] تو پنڈت جی کو اپنے دن نظر آئے اور سوائے انکار کے اور کچھ نظر نہ آیا۔

لاچار ہو کر ہم نے یہ چاہا کہ اپنے اعتراض ہی بھیج دو تا کہ ہم ہی مجمع عام میں ان کے جواب سنا دیں اور مرضی ہو تو آؤ مناظرہ تحریری ہی سہی مگر جواب تو درکنار پنڈت جی نے اپنی راہ لی شکرم [ایک قسم کی چار پہیوں والی گاڑی۔فیروز اللغات ص۴۵۲] میں بیٹھ یہ جادہ جا۔مجبور ہو کر یہ ٹھہرائی کہ جو ان کے اعتراض سننے والوں سے سنے ہیں ان کے جواب مجمع عام میں سنا دیں مگر چونکہ یہ بات ایک جلسہ میں ممکن نہ تھی اور ہم کو دربارۂ توحید و رسالت (۱) وغیرہ ضروریات دین

---

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ پنڈت دیانند نے توحید و رسالت کے موضوع کو نہ چھیڑا تھا مگر حضرت نانوتویؒ نے ان موضوعات کو بالتفصیل بیان کرنے کا ارادہ کر لیا اور حضرت کے ہاں (باقی اگلے صفحہ پر)

واسلام پر بھی کچھ عرض کرنا تھا اور بوجہ ہجوم و بارش و خرابی راہ و قرب رمضان شریف زیادہ ٹھیرنے کی گنجائش نہ تھی ایک جلسہ میں تو اُن تین اعتراضوں کے جواب سنائے جو سب میں مشکل تھے اور دو جلسوں میں توحید و رسالت کا ذکر کر کے شب بست وسوم ماہ شعبان کو رڑکی سے روانہ ہوا اور ایک دن منگلور اور تین دن دیو بند ٹھیر کر ستائیسویں کو اس قصبہ ویرانہ میں پہنچا جس کو نانوتہ کہتے ہیں اور اس خاکسار کا وطن بھی یہی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا موضوع عقیدۂ ختم نبوت کو بیان کئے بغیر مکمل نہیں ہوتا تھا۔ سیرۃ النبی ﷺ سے ختم نبوت کے راقم پہلی کتابوں میں ذکر کر چکا ہے۔ جی چاہا کہ اس مقام پر دونئی دلیلیں دی جائیں ﴿پہلی دلیل﴾ حضرت کعبؓ بن مالک جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان سے صحابہ کرام کو بول چال سے منع کر دیا گیا تھا وہ حضرت کعب فرماتے ہیں: **وما من شیء اهم الی من ان اموت فلا یصلی علی النبی ﷺ او یموت رسول اللہ ﷺ فاکون من الناس بتلک المنزلۃ فلا یکلمنی احد منهم و لا یصلی علی** (بخاری ج۲ص ۶۷۵) ترجمہ: اور مجھے [ان دنوں میں] سب سے زیادہ فکر اس بات کا تھا کہ اگر اس دوران میں مرگیا تو رسول اللہ ﷺ میرا جنازہ نہ پڑھیں گے اور اگر خدانخواستہ رسول اللہ کی وفات ہو جائے تو لوگوں کا میرے ساتھ یہی طرز عمل رہے گا تو نہ میرے ساتھ کوئی کلام کرے گا اور نہ میرا کوئی جنازہ پڑھے گا۔ [ملاحظہ فرمایا کہ حضرت کعبؓ نے کہ یہ نہ سوچا کہ نئے نبی کے آنے تک میرا یہ حال رہے گا بلکہ اس کو مطلق رکھا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اب کوئی نیا نبی نہ آئے گا]۔

﴿دوسری دلیل﴾ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے درمیان ایک مرتبہ کچھ جھگڑا ہو گیا رسول اللہ ﷺ تک بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: **ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابو بکر صدق وواسانی بنفسہ ومالہ فھل انتم تارکو لی صاحبی** (بخاری ج۲ص ۵۱۷) ترجمہ: اللہ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تو تم نے کہا تو نے جھوٹ بولا اور ابو بکر صدیق نے کہا انہوں نے سچ کہا اور اپنے مال جان کے ساتھ میری مدد کی تو کیا میری وجہ سے (باقی اگلے صفحہ پر)

آ کر یہ چاہا کہ بنام خدا در بارۂ اعتراض پنڈت جی صاحب اپنے ارادۂ مکنوں کو پورا کروں یعنی ان کے جوابوں کو لکھ کر نذر احباب کروں تا کہ ان کو اس نامہ سیاہ کے حق میں دعا کا ایک بہانہ ہاتھ آئے اور خدا تعالیٰ کی عنایت اور رحمت اور مغفرت کو اپنی کارگذاری کا موقع ملے مگر الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے میرا ارادہ پورا کیا اور میری فہم نارسا کے اندازے کے موافق اعتراضات مذکورہ کے جوابات مجھ کو سمجھائے اب اول اعتراضات کو عرض کرتا ہوں اوران کے ساتھ ان کے جوابات عرض کرتا ہوں۔ (قبلہ نما ص ۲،۳)[انتصار الاسلام کے شروع میں مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل سے لکھا کہ ان دنوں حضرت کی طبیعت بڑی ناساز تھی اندازہ لگایئے کہ حضرت کے دل میں اسلام کے دفاع کا کس قدر جذبہ تھا پھر خلوص کا اس سے اندازہ کریں کہ حضرت نے اپنی بیماری کا ذکر تو کیا اشارہ تک نہ کیا اس طرح اپنی قابلیت کا اظہار بھی نہ کیا]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میرے ساتھی کو چھوڑ دو گے یعنی ان کو درگزر کرو گے۔ یہ جملہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کہا تھا یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا" اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں "تو تم نے کہا کذبت" تو نے جھوٹ کہا" اور ابوبکر صدیق نے کہا صدقت" آپ نے سچ کہا" (بخاری ج ۲ ص ۶۶۸)

اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اول درجہ میں ایمان لانے والوں سے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے دعوت کی ابتدا ہی اس بات سے کی کہ میں تم انسانوں کیلئے اللہ کا رسول ہوں۔ اگر آپ کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا تو آپ یہ دعوی نہ کرتے اس سے معلوم ہوا کہ ختم نبوت کا عقیدہ بعد میں نازل نہ ہوا بلکہ شروع اسلام سے یہ عقیدہ موجود ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جو شخص بھی اسلام میں داخل ہوا وہ نبی کریم ﷺ کو آخری نبی مان کر داخل ہوا۔ اس مجلس میں حضرت صدیقؓ تھے حضرت فاروقؓ تھے حضرت ابو الدرداء جو راوی ہیں وہ تھے اور بھی صحابہ ہوں گے ان سب کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔

﴾عبارات کتاب قبلہ نما﴿

۱) حضرت نانوتویؒ اس کے خطبے میں فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (قبلہ نما ص۲)

[حضرت نے یہاں خطبے میں بھی آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہا اور یہ بات حضرت کی تحریروں سے نمایاں ہوتی ہے کہ آپ خاتم النبیین سے خاتم زمانی ہی مراد لیتے ہیں دیکھئے مناظرہ عجیبہ ص۱۳۲]

۲) ہندو پنڈت نے اعتراض کیا تھا کہ مسلمان خانہ کعبہ کی عبادت کرتے ہیں حضرتؒ اس کا ایک جواب یوں دیتے ہیں:

اہل اسلام کے نزدیک مستحق عبادت وہ ہے جو بذات خود موجود ہو اور سوا اُس کے اور سب اپنے وجود بقا میں اس کے محتاج ہوں اور سب کے نفع ضرر کا اُس کو اختیار ہو اور اس کا نفع ضرر کسی سے ممکن نہ ہو، اُس کا کمال و جمال وجلال ذاتی ہو اور سوا اُس کے سب کا کمال و جمال وجلال اُس کی عطا ہو مگر موصوف بایں وصف اُن (یعنی اہل اسلام) کے نزدیک بشہادت عقل ونقل سوا ایک ذات پاک خداوندی کے سوا اور کوئی نہیں یہاں تک کہ اُن کے نزدیک بعد خدا سب میں افضل محمد رسول اللہ ﷺ ہیں نہ کوئی آدمی ان کے برابر نہ کوئی فرشتہ نہ عرش وکرسی ان کے ہمسر نہ کعبہ اُن کا ہم پلہ مگر بایں ہمہ اُن کو بھی ہر طرح خدا کا محتاج سمجھتے ہیں ایک ذرہ کے بنانے کا ان کو اختیار نہیں۔ ایک رتی برابر نقصان کی ان کو قدرت نہیں خواہ خالق کائنات خواہ فاعل افعال اہل اسلام کے نزدیک خدا ہے(۱) وہ نہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ نہ خالق کائنات نہ خالق افعال) اسی

---

(۱) یعنی بندوں کا خالق بھی خدا ہے بندوں کے افعال کا خالق بھی خدا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

لئے کلمہ شہادت میں جس میں مدار کار ایمان ہے یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی عبدیت و رسالت کا اقرار کرتے ہیں اس صورت میں اہل اسلام کی عبادت سوائے خدا اور کسی کیلئے متصور نہیں اگر ہوتی تو رسول اللہ کیلئے ہوتی مگر جب ان کو بھی عبد ہی مانا معبود نہیں مانا بلکہ ان کی افضلیت کی وجہ ان کی کمال عبودیت کو قرار دیا تھا تو پھر خانہ کعبہ کو ان کا مسجود و معبود قرار دینا بجز تہمت و کم فہمی و جہالت اور کیا ہوسکتا ہے؟ (قبلہ نما ص ۷)

[اس عبارت میں حضرت نے توحید خداوندی کے ساتھ شان رسالت کو کھلے لفظوں میں بیان کیا اور وہ بھی ایک غیر مسلم کے سامنے۔ پھر اس عبارت میں ختم نبوت کا ذکر بھی ہے وہ اس طرح کہ حضرت نے نجات کا مدار کلمہ شہادت: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کو قرار دیا اور یہ کلمہ شہادت خود ختم نبوت کی مستحکم دلیل ہے اور یہ کلمہ اذان میں ہے اقامت میں ہے اذان و اقامت کے جواب میں ہے نماز میں ہے قبر میں کام آئے گا قیامت کے دن شفاعت کے لئے اس کا اقرار کرنا ہوگا۔ تفصیل کیلئے دیکھئے راقم کی کتابیں: شَوَاهِدُ خَتْمِ النُّبُوَّةِ مِنْ سِيْرَةِ صَاحِبِ النُّبُوَّةِ اور کتاب آیات ختم نبوت۔

دوسری کتاب آیات ختم نبوت کے مقدمہ میں ایک جگہ لکھا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) انسان بولنے کی کوشش کرتا ہے بولتے وقت اس کی زبان مختلف مخارج میں لگتی ہے مگر انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ زبان کا مختلف جگہوں پر لگنا اور اس سے الفاظ کا پیدا ہونا محض اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ ہاں بندہ کوشش کرتا ہے کسب کرتا ہے اس لئے بندے کو کاسب کہیں گے خالق نہیں۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے راقم کی کتابیں اساس المنطق، اسلامی عقائد ص ۴۵، ۴۶)

﴿ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ أَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِیْتَاءِ الزَّکَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ ﴾ (بخاری حدیث رقم ۸ مسلم کتاب الایمان حدیث رقم ۱۶) ترجمہ: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا''۔

کلمہ طیبہ سے ختمِ نبوت کی دلیل:

یہ حدیث پاک ختم نبوت کی روشن دلیل ہے۔ وہ اس طرح کہ اس میں حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی کا ذکر ہے کسی اور کو آنا ہوتا تو اس کی صراحت یا اس کا اشارہ اس کے ساتھ ضرور ہوتا۔ مسلمان جب تک اس شہادت پر قائم ہیں اسلام کا پہلا رکن ان کے پاس موجود ہے کسی نئے مدعی نبوت کو نہ ماننے سے ان ارکان میں کوئی نقص یا خلل واقع نہیں ہوتا اس لئے کسی نئے مدعی نبوت کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ جھوٹے نبی کو ماننے سے انسان ایمان سے محروم ہوجائیگا اور ایمان ہی تو وہ قیمتی دولت ہے جس کے ساتھ آخرت کے دائمی عذاب سے نجات ملتی ہے۔ (آیات ختم نبوت ص ۲۴)

۳) <u>ایک مقام حضرت پر لکھتے ہیں:</u>

پرستش غیر خدا ہرگز حکم خدا نہیں ہوسکتا اور اس وجہ سے یہ یقین ہے کہ بید کلام خدا نہیں یا جعلسازوں کی شرارت سے اس میں تحریف ہوئی ورنہ بید کلام خدا ہو کر غیر محرف ہوتا تو اس میں تعلیم پرستش غیر نہ ہوتی اور اس لئے اب اس کی ضرورت نہیں کہ کلام خدا ہونے کے لئے اول برہما کا دعوی پیغمبری کا کرنا اور پھر اُن کا بید کو کلام خدا کہنا اس کے بعد مجموعہ بید کو قرناً بعد قرن براویۃ صحیحہ ثابت کرنا چاہئے۔ ہاں بہ نسبت قرآن شاید کسی کو یہ خیال ہو اور اس وجہ سے اس کے احکام بالخصوص استقبال کعبہ میں تامل ہو اس لئے یہ گذارش ہے کہ ہمارے قرآن میں خود قرآن کا کلام

خدا ہونا موجود، رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت اور خاتمیت کا اظہار موجود اور پھر روایت کا یہ حال کہ ہر قرن میں ہزاروں حافظ چلے آئے ہیں۔(قبلہ نما ص ۱۰)

[اس عبارت میں حضرت نے ہندوؤں کے اس دعوے کا رد کیا کہ ان کی کتاب بید کلام الٰہی ہے پھر اس کے بعد قرآن پاک کا کلام الٰہی ہونا مبرہن کیا اس کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور خاتمیت کا اعلان کیا یاد رہے کہ اس مقام پر خاتمیت سے خاتمیت زمانی ہی مراد ہے کیونکہ خاتمیت رتبی کا ذکر حضرت ''علاوہ بریں'' کہہ کر اس سے بالکل متصل اگلی عبارت میں کرتے ہیں]

(۴) اس کے فوراً بعد حضرت لکھتے ہیں:

''علاوہ بریں ہم دعوی کرتے ہیں کہ اگر اور مذہبوں کے پیشوا فرستادۂ خدا اور منجملہ خاصان خدا تھے تو ہمارے پیغمبر بدرجہ اولی فرستادۂ خدا اور رسول اللہ ہیں (۱)۔اگر اوروں میں فہم و فراست تھا تو یہاں کمال فہم و فراست تھا اوروں میں اگر اخلاق حمیدہ تھے تو یہاں پر خلق میں کمال تھا اگر اوروں میں معجزے و کرشمے تھے تو یہاں اُن سے بڑھ کر معجزے اور کرشمے تھے۔فہم و فراست اور اخلاق حمیدہ کے ثبوت پر موافق و مخالف دونوں گواہ ہیں موافقوں کی گواہی کے ثبوت کی تو حاجت ہی نہیں ہاں مخالفوں کی گواہی کا ثبوت چاہیے سو لیجئے آجکل اہل یورپ کو تاریخ دانی اور تنقیح وقائع میں زیادہ دعوی ہے اور ان کا دعوی بظاہر بجا ہے وہ سب باوجود مخالفت معلوم رسول اللہ ﷺ کی ترقی کو عقل اور اخلاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

---

(۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم دیگر انبیاء کو جناب نبی کریم ﷺ کے کہنے سے مانتے ہیں۔نہ تو ہم نے دیگر انبیاء کو نبی ﷺ کے کہے بغیر نبی مانا اور نہ دیگر انبیاء کے کہنے سے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے بلکہ ہمارا ایمان رسول اللہ ﷺ پر پہلے ہے دیگر انبیاء پر بعد میں اس لئے اگر کوئی شخص خدانخواستہ اسلام سے پھر جائے تو دیگر انبیاء پر بھی اس کا ایمان ختم ہوجائے گا۔

اب رہا کمال عقل وفہم اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر کلام اللہ شریف کلام خدا ہے اور بے شک بحکم عقل وانصاف کلام خدا ہے تب تو اس میں آپ کو خاتم النبیین کہہ کر جتلا دیا ہے کہ آپ سب انبیاء کے سردار ہیں کیونکہ جب آپ خاتم النبیین ہوئے تو معنی یہ ہوئے کہ آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا اسی حاکم کا حکم آخر رہتا ہے (جو) سب کا سردار ہوتا ہے (قبلہ نما ص ۱۰، ۱۱)

[ان عبارتوں میں بھی حضرت نے خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی کے لئے ہیں اس کیلئے حضرت کی اس عبارت کو ذرا توجہ سے دیکھیں کیونکہ جب آپ خاتم النبیین ہوئے تو معنی یہ ہوئے کہ آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے]

۵) اس کے بعد فرماتے ہیں:

اور اگر بالفرض محال حسب زعم معاندین یہ کلام رسول اللہ ﷺ کی تصنیف ہے تو چونکہ اس کے کسی مضمون پر آج تک کسی صاحب عقل سے اعتراض نہیں ہوسکا اور اس کے کسی عقیدہ اور کسی حکم میں کسی عاقل کو جائے انگشت نہادن نہیں ملی۔ اور کبھی کسی بات میں کسی کو کچھ تامل ہوا ہے تو حامیان دین احمدی (۱) نے جوابات دندان شکن سے حق وباطل کو واضح کر کے اس مضمون کو ثابت کر دیا ہے اور پھر باینہمہ کسی سے دو چار سطریں بھی عبارت ومضامین میں اس کے مشابہ نہ بن سکیں چنانچہ آج تک اہل اسلام کا یہ دعوی اسی طرح زور وشور پر ہے جو روز اول تھا تو یوں کہو رسول اللہ ﷺ سر دفتر اہل فہم واہل عقل تھے جو باوجود امی ہونے کے ایسے ملک میں جہاں اس زمانہ میں علم کا نام نہ تھا ایسی حالت میں کہ لڑکپن میں یتیم، جوانی میں بے کس مفلس اول سے آخر تک نہ کوئی مربی نصیب ہوا نہ کوئی رہبر میسر آیا ایسی کتاب لاجواب تصنیف کر گئے۔ (قبلہ نما ص ۱۱)

---

(۱) دین احمدی سے مراد دین محمدی یعنی اسلام ہی ہے اس لئے مرزائیوں کو احمدی ہرگز نہیں کہنا چاہئے۔ اس سے ان کے مسلمان ہونے کا اشتباہ ہوتا ہے۔

٦) <u>ایک مقام پر فرماتے ہیں:</u>

اب اخلاق کی سنئے، عرب کے لوگ تو جاہل تند خو، جفاکش، جنگ جو اس بات میں نہ ان کا کوئی ثانی ہوا نہ ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اس زمانہ میں یہ کیفیت کہ فقر و فاقہ بجائے آب و نان اور بے کسی و مفلسی مونس جان، نہ بادشاہ تھے نہ بادشاہ زادے، نہ امیر نہ امیر زادے، نہ تاجر تھے نہ آڑتی (آڑھتی)، کبھی اونٹ بکریاں چرا کر پیٹ پالا کبھی کسی کی محنت مزدوری نوکری چاکری کر کے دن بسر کیئے، غرض خزانہ۔ مال و دولت کچھ نہ تھا جس کی طمع میں عرب کے جاہل، تند خو جنگجو مسخر ہو جاتے آپ صاحب فوج نہ تھے جو وہ سرکش مطیع بن جاتے یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو اور کیا تھی جو وہ لوگ جہاں آپ کا پسینہ گرتا تھا خون بہانے کو تیار، جہاں آپ قدم رکھیں سر کٹانے کو موجود ۔ یہاں تک کہ انہیں بے سروسامانوں نے شہنشاہی ایران و روم کو خاک میں ملا دیا اور شرق سے غرب تک اسلام کو پھیلا دیا۔ ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی میں ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کو ایسی حالت میں اس طرح کسی نے مسخر کیا ہے کہ یا وہ خرابی در خرابی تھی کہ نہ عقیدے صحیح نہ اخلاق درست نہ احوال سنجیدہ نہ افعال پسندیدہ اور یا یہ تہذیب آگئی کہ تھوڑے عرصہ میں انہیں جاہلوں، گردن کشوں، بداخلاقوں بداعمالوں کو رشک علماء و حکماء بنا دیا۔ اس اعجاز تاثیر سے بڑھ کر بھی کوئی اعجاز ہوگا کوئی بتلائے تو سہی کس کی صحبت میں یہ اثر تھا اور کس کی تعلیم میں یہ تاثیر تھی؟ (قبلہ نما ص ۱۱)

[دیکھئے حضرت نے کس طرح تمام انبیاء پر نبی کریم ﷺ کی فوقیت کو ثابت کر دیا اور کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی اور مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے دلائل کا یہ ہتھیار ہاتھ آ گیا اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین]

۷) <u>اس کے بعد فرماتے ہیں:</u>

پھر باوجود بے سروسامانی و قوت و شوکت مخالفین عربوں کی تسخیر کے ذریعہ سے اپنا دین شرق سے غرب تک ایک تھوڑے سے عرصہ میں پھیلا دیا اور تمام سلطنتوں کو زیر و زبر کر کے اور

دینوں کو مغلوب کر دیا مگر نہ ہواؤ ہوس کا پتہ نہ محبت دنیا کا نشان۔ باوجود اس قدر غلبہ اور شوکت کے آپ اور آپ کے خلفاء واتباع وانصار کا یہ حال تھا کہ نہ اپنے مال سے مطلب نہ دولت سے غرض، خزانہ کو امانت سمجھتے تھے اور ذرہ بھر خیانت اس میں روانہ رکھتے تھے۔ اپنے لئے وہی فقر وفاقہ وہی فرش زمین وہی لباس پشمین وہی ویرانے مکان وہی قدیمی سامان، باوجود اس دست قدرت کے یہ نفرت بجز اس کے متصور نہیں کہ خدا کی محبت کے غلبہ کے باعث جواہر وخزف ریزے برابر تھے اور زر نقرہ کلوخ خاک سے کمتر (یعنی سونا چاندی مٹی کے ڈھیر سے حقیر: راقم) جیسے بہ ضرورت پاخانہ پیشاب کو جاتے تھے ایسے ہی بضرورت روپیہ پیسے کو ہاتھ لگاتے تھے پر دل میں سوائے محبوب اصلی موجود لم یزلی [یعنی ہمیشہ رہنے والی ذات۔ راقم] اور کسی کی جا نہ تھی۔ مفلسوں کے اس زہد کو ترک وتجرید سے کیا نسبت؟ یہاں عصمت بی بی بیچارگی کا معاملہ ہے اور یہاں (قرار در کف آزدگان نہ گیرد مال) کا حساب تھا۔ ان اخلاق حمیدہ اور احوال پسندیدہ اور افعال سنجیدہ پر سوائے محبت الٰہی اور خوف خداوندی اور کا ہے کا گمان ہو سکتا ہے؟ مگر عناد ہو تو موافق (چشم بد اندیش کہ برکندہ باد) سب خوبیاں برائیوں سے بدتر نظر آتی ہیں خیر اندیشوں کی آنکھوں میں تو خیر مطلب ضروری عرض کرنا چاہئے۔ (قبلہ نما ص ۱۱، ۱۲)

[حضرت فرماتے ہیں کہ غریب آدمی کے پاس تو ہے نہیں اس کا زہد اور چیز ہے جبکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سب کچھ ہونے کے باجود زہد اختیار کیا۔ دونوں برابر کیسے ہوں۔ اس عبارت میں دیکھیں کہ حضرت نانوتویؒ کے دل میں حضرات صحابہ کرام کی عقیدت ومحبت کس طرح جمی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی محبت عطا فرمائے آمین]

۸) <u>ایک مقام پر فرماتے ہیں:</u>

کمالات کتنے ہی کیوں نہ ہوں اور کسی کے کیوں نہ ہوں، کل دو قسموں میں منحصر ہیں ایک کمالات علمی دوسرے کمالات عملی [یہ بات بالکل واضح ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ راقم] جیسے اشکال ہندسی یعنی جن میں احاطہ ہو باوجود لاتناہی مثلث اور دائرہ کی طرف راجع ہیں چنانچہ

ظاہر ہے کہ مربع، مستطیل معین، شبیہ معین، منحرف تو دو دو مثلثوں سے مرکب ہیں اور مخمس اور مسدس اور مسبع وغیرہ میں اگر تساوی اضلاع بھی ہے تب تو دائرہ اور مثلث دونوں کا لگاؤ ہے ورنہ فقط مثلثوں کی ترکیب ہوتی ہے ایسے ہی کمالات خداوندی باوجود لاتناہی انہیں دو کمالوں یعنی کمال علمی وکمال عملی کی طرف راجع ہیں مگر جیسے سمع وبصر کمالات علمی میں داخل ہیں ایسے ہی ہمت ارادہ محبت مثلاً اخلاق کمالات عملی میں شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ جیسے سمع بصر کمالات (کے کمالاتِ علمی ہونے کا۔راقم) یہ مطلب ہے کہ مصدر اور مخزن اور آلہ علوم ہوں (یعنی سمع وبصر کے ساتھ علم حاصل ہوتا ہے یہ علم کا آلہ ہیں۔راقم) ویسے ہی کمالات عملی سے یہ غرض ہے کہ مصدر اور آلات اعمال ہوں (یعنی کمالات عملی کی وجہ سے بندہ اعمال کرتا ہے۔راقم) سو ظاہر ہے کہ ہمت وارادہ محبت وجملہ اخلاق مصادر اعمال اور آلات اعمال ہیں مگر جب خدا کے کمالات سب انہیں دو قسموں میں منحصر ہوئے تو بندوں کے کمالات بدرجہ اولیٰ ان دو میں منحصر ہوں گے، کیونکہ یہاں جو کچھ ہے سب وہیں کا ظہور ہے (اور یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کمالات علمی میں بھی سب سے فائق اور کمالات عملی میں بھی سب سے برتر۔اس پر حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں)

سو جب رسول اللہ ﷺ ان دونوں کمالوں میں کامل بلکہ اکمل ہوئے تو پھر آپ کے کمال میں شک کرنا بجز نقصان طبیعت وخرابی فہم متصور نہیں۔تماشا ہے یا نہیں کہ رستم کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت تو بذریعہ مشاہدہ معاملات مسلم ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کا کمال دونوں کمالوں میں باوجود شہادت معاملات قابل تسلیم نہ ہو بجز اس کے اور کیا فرق ہے کہ حاتم ورستم سے وجہ عناد کی کچھ نہیں اور رسول اللہ ﷺ سے بوجہ برہمی دین آبائی اور شوکت دنیوی عناد ہے۔

اگر یہ عناد قابل اعتماد کے ہے تو تمام چور اور قزاق بادشاہان عادل سے غبار رکھتے ہیں اور تمام اطفال بے تمیز معلم اور طبیب اور جراح اور چارہ گر کے دشمن ہوتے ہیں اگر کسی کی دشمنی وعناد کے باعث دوسرے کا برا ہونا ضرور ہو تو بادشاہان عادل سب سے بُرے ہوں اور معلم اور طبیب اور جراح اور چارہ گر سب سے زیادہ ناکارہ۔(قبلہ نما ص ۱۲،۱۳)

[نبی کریم ﷺ کے علمی و عملی کمالات میں فوقیت کے بارے میں حضرت کی کچھ عبارتیں گذر بھی چکی ہیں اور کچھ آگے آرہی ہیں]

9) گذشتہ عبارت کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

القصہ اگر کوئی شخص نبی تھا تو آپ خاتم الانبیاء ہیں اور کوئی ولی تھا تو آپ سردار اولیاء ہیں (قبلہ نما ص ۱۳ اسطر ۶، ۷)

[غور کریں کہ حضرت نے دوسرے جملے میں سردار اولیاء کہا خاتم الاولیاء کیوں نہ کہا؟ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اولیاء آپ کے بعد بھی ہوئے اور خدا جانے کب تک ہوں گے مگر انبیاء کرام کا سلسلہ آپ کی آمد پہ ختم ہوگیا]

10) اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

اور (آپ خاتم الانبیاء۔ راقم) کیوں نہ ہوں اعجاز علمی میں آپ کا ممتاز ہونا یعنی نزول قرآنی سے مشرف ہونا اس پر شاہد ہے کہ مراتب کمالات آپ ﷺ پر ختم ہوگئے۔ شرح اس معمہ کی یہ ہے کہ تمام صفات کاملہ کا علم پر انتہاء ہے چنانچہ کمالات علمی کا محتاج علم ہونا دلیل ظاہر ہے محبت شوق ارادہ وقدرت وسخاوت شجاعت وحلم، حیا سب علم ہی کے ثمرات ہیں سو جیسے کمال علمی کمال عملی سے بڑھ کر ہے ایسے ہی وہ شخص جو کمال علمی میں اوروں سے بڑھ کر ہو رتبہ میں بھی اورروں سے بڑھ کر ہوگا مگر کسی کمال میں کسی کا اوروں سے بڑھ کر ہونا اگر معلوم ہوتا ہے تو اس کمال کے اعجاز سے معلوم ہوتا ہے یعنی جیسے مثلاً کسی خوشنویس کے برابر اگر کوئی نہ لکھ سکے تو ہر کسی کو یقین ہوجاتا ہے کہ یہ خوشنویس اپنے فن میں یکتا اور بے نظیر ہے ایسے ہی کمالات علمی اور عملی میں اگر کوئی شخص اوروں کو عاجز کردے اور تمام اقران وامثال اس کے مقابلہ سے عاجز آجائیں تو یوں سمجھو کہ وہ شخص ان کمالات میں یکتا اور بے نظیر ہے۔ ایسے ہی کمالات علمی وعملی میں اگر کوئی شخص اوروں کو عاجز کردے اور تمام اقران وامثال اس کے مقابلہ سے عاجز آجائیں تو سمجھو کہ وہ شخص ان کمالات میں یکتا اور بے نظیر ہے (قبلہ نما ص ۱۳)

[خط کشیدہ عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کی عظمت شان وعلو مرتبت کا واضح الفاظ میں اظہار فرمایا پھر اس کے بعد اس کو عقلی دلیل سے ثابت کیا تا کہ غیر مسلم کو بھی یہ بات سمجھ آجائے یا کم از کم کوئی غیر مسلم اس عقیدہ پر اعتراض نہ کر سکے]

(۱۱) آگے قرآن کریم کے بیمثال ہونے سے ختم نبوت کو ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سو جب ثانی قرآن [یعنی قرآن کی مثل] پہلے کوئی کتاب نہ تھی اور بعد میں دعوی کر کے تمام عالم کو عاجز کر دیا تو بشرطِ فہم وانصاف یہی کہنا پڑے گا کہ نہ پہلے کوئی شخص کمال علمی میں آپ کا ہمسر تھا اور نہ بعد میں کوئی شخص آپ کا ہمتا ہوا [ہمتا کا معنی = برابر، مثل، مانند۔ فیروز اللغات جدید ص ۱۸۷] جب اتنے دنوں میں باوجود دعوی اعجاز قرآنی وکثرت حاسدین کسی سے کچھ نہ ہو سکا تو ہر کسی کو یقین ہو گیا کہ آئندہ کیا کوئی مقابلہ کرے گا؟ پھر یہ اعجاز علمی وہ بھی بمقابلہ اولین وآخرین اگر آپ کی خاتمیت اور یکتائی پر دلالت نہیں کرتا تو اور کیا ہے؟ ایسا شخص اگر خاتم النبیین نہیں تو اور کون ہوگا؟ اور ایسا شخص سردارِ اولین وآخرین نہیں تو اور کون ہوگا؟ (قبلہ نما ص ۱۳ سطر ۱۶ تا ۲۱)

[اس عبات میں خاتمیت سے مراد آخر میں آنا ہے کیونکہ افضلیت کے لئے یکتائی کا لفظ لائے ہیں اور خاتم النبیین سے آخری نبی ہی مراد ہے کیونکہ افضلیت کے لئے سردار اولین وآخرین کا لفظ استعمال کیا ہے]

(۱۲) اس کے بعد نبی کریم ﷺ کا معجزات عملی میں یکتا ہونا یوں بیان کرتے ہیں:

اہل فہم وانصاف کیلئے تو یہی بس ہے اور نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ۔ اور سنئے باوجود اس اعجاز اور امتیاز کے جس کے بعد اہل فہم کو آپ کی سروری کے اعتقاد کے لئے اور دلیل کی حاجت نہیں۔ کمالات عملی میں بھی آپ یکتا ہیں اور ان میں بھی کوئی آپ کا ہمتا نہیں۔ ہر چند بعد اعجاز مذکور ان کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں مگر چونکہ اعجاز اگر کسی کے کمال پر دلالت کرتا ہے تو بعد اطلاع وعلم دلالت کرتا ہے سو جیسے جمالِ صورت آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے اور کمالِ آواز کانوں

سے اس لئے ہر اعجاز کے لئے ایک جدے حاسہ اور جدے کمال کی حاجت ہے اور اس لئے اعجاز علمی کے ادراک اور علم کے لئے کمال عقل وفہم کی حاجت ہے جو آج کل برنگ عنقا جہاں سے مفقود ہے اس لئے اعجازات کمالات عملی بھی بطور (مشتے نمونہ از خروارے) ہزاروں میں سے دو چار عرض کرتا ہوں تاکہ کم عقلوں کے لئے ذریعہ شناخت یکتائی جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات ہوں۔

سنئے حضرت موسی علیہ السلام کی بدولت اگر زمین پر رکھے ہوئے ایک پتھر میں سے پانی کے چشمے نکلتے تھے تو کیا ہوا؟ [یعنی نبی کریم ﷺ کے معجزات کے مقابل یہود ونصاری کا اس کو پیش کرنا درست نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ] زمین اور پتھروں سے پانی نکلا ہی کرتا ہے کمال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے نکلتے تھے جس سے لشکر کے لشکر تشنہ کام سیراب ہو جاتے تھے۔ گوشت پوست (سے) پانی کا نکلنا جس سے علاوہ اعجاز آپ کے جسم مبارک کی برکت کو اثر نظر آتا ہے ایسا عجیب ہے کہ اعجاز موسوی کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ خاص کر جب یہ دیکھا جائے کہ وہاں جو کچھ ہوتا تھا بعد ضرب عصا ہوتا تھا جس سے خواہ مخواہ یہی احتمال دل میں کھٹکتا ہے کہ ہو نہ ہو ضرب عصا سے پتھر کے مسامات کھل گئے اور نیچے سے پانی آنے لگا غرض اعجاز موسوی مسلم مگر اعجاز محمدی میں جو بات ہے وہ بات کہاں؟ نہ وہ برکت جسمانی نہ وہ کمال اعجاز۔

<u>۱۳) اس کے بعد ایک اور دلیل یوں دیتے ہیں:</u>

اور سنئے حضرت موسی علیہ السلام کا عصا اگر اژدہا بن گیا اور حضرت عیسی کی دعا سے مردہ زندہ ہو گیا یا گارے سے ایک جانور کی شکل بنا کر خدا کی قدرت سے حضرت عیسی علیہ السلام نے اڑا دیا تو رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک کی مس کی برکت سے کبھی کا سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہو کر آپ کے فراق میں اور خدا کے ذکر کی موقوفی کے صدمہ سے چلایا۔

علی ھذا القیاس پتھروں اور سنگریزوں کے سلام اور شہادت اور تسبیحات حاضرین نے

سنیں اہل فہم کے نزدیک ان اعجازوں کو اس اعجاز سے کیا نسبت؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اگر زندہ ہوا تو اژدہا کی شکل میں آ کر زندہ ہوا اور پھر وہی حرکات اس سے سرزد ہوئیں جو اور سانپوں اور اژدہوں سے ہوتی ہیں۔علی ھذا القیاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے اگر گارے سے حرکات زندوں کی سرزد ہوئیں تو جبھی سرزد ہوئیں جب وہ گارا پرندوں کی شکل میں آلیا۔آخر زندوں کی شکل کو زندگانی سے کچھ تو علاقہ اور مناسبت ہے جو یہ ملازمت ہے کہ زندگانی زندوں کی شکل سے علیحدہ نہیں پائی جاتی اس صورت میں زندگانی اتنی مستبعد نہیں جتنی اشکال زندگان سے علیحدہ زندگانی مستبعد ہے۔(قبلہ نما ص ۱۴)

۱۴) <u>مٹی سے پرندے اڑانے کے معجزہ پر فوقیت یوں بتاتے ہیں:</u>

اور پھر آثار زندگانی بھی سرزد ہوئے تو بجز پرواز اور کیا سرزد ہوئے؟ یہ وہ بات ہے جس میں تمام پرندے شریک ہیں مگر سوکھے ستون کی زندگانی اور سنگریزوں کی تسبیح خوانی میں نہ شکل و صورت کا لگاؤ ہے نہ کوئی ایسا برتاؤ ہے جس میں اور ہمجنس شریک ہوں یہ وہ باتیں ہیں کہ جمادات بلکہ نباتات وحیوانات تو کیا بنی آدم میں سے کسی کو یہ شرف میسر آتا ہے۔سوکھے ستون کا فراق نبوی میں رونا یا موقوفی خطبہ خوانی سے جو اس کے قرب و جوار میں ہوا کرتی تھی چلانا اس محبت خدا اور رسول پر دلالت کرتا ہے جو بعد طے مراحل معرفت میسر آتی ہے۔

کیونکہ محبت کیلئے مرتبہ حق الیقین کی ضرورت ہے اگر علم الیقین یعنی اخبار معتبرہ متواترہ سے محبت پیدا ہوا کرتی تو حضرت یوسف علیہ السلام وغیرہ حسینان گذشتہ کے آج لاکھوں عاشق ہوتے کیونکہ جو شہرہ ان کے حسن و جمال کا اب ہے وہ پہلے کا ہے کو تھا۔علی ھذا القیاس اگر بذریعہ عین الیقین مشاہدہ محبت ہوا کرتی تو شروع رغبت شیرینی وغیرہ ماکولات کے لئے چکھنے اور کھانے کی ضرورت نہ ہوتی فقط مشاہدہ کافی ہوا کرتا۔انتفاع اور استعمال کی ضرورت خود اس پر شاہد ہے کہ حق الیقین چاہئے۔حق الیقین اسی انتفاع اور استعمال کو کہتے ہیں۔باقی حسینوں کی محبت کیلئے فقط دیدار کا کافی ہو جانا جو بظاہر اس دعوی کے مخالف نظر آتا ہے بوجہ قلت فہم مخالف نظر آتا ہے

ورنہ یہاں بھی وہی مرتبہ حق الیقین سامان محبت ہے اتنا فرق ہے کہ اور مواقع میں تو آلہ عین الیقین آنکھ ہوتی ہے اور آلہ حق الیقین زیارۃ وغیرہ اور یہاں جو آلہ عین الیقین اور آلہ دیدار ہے وہی آلہ حق الیقین اور ذریعہ استعمال وانتفاع ہے۔ آخر استعمال اور انتفاع میں اس سے زیادہ اور کیا ہوتا ہے کہ جس شے کا استعمال کیا جاوے اس سے لذت حاصل ہو جاوے سو اچھی صورتوں اور اچھی آوازوں کی لذت بھی لذت دیدار اور لذت راگ ہے جو سوائے آنکھ کان کے اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی۔ غرض بوجہ اتحاد آلہ عین الیقین اور آلہ حق الیقین یہ شبہ واقع ہوتا ہے ورنہ یہاں بھی وہی حق الیقین موجب محبت ہے بالجملہ! ستون مذکور کا رونا اس محبت خداوندی اور محبت نبوی پر دلالت کرتا ہے جو بے مرتبہ حق الیقین بہ نسبت ذات وصفات خداوندی وکمالات نبوی متصور نہیں اور ظاہر ہے کہ اس موقعہ خاص میں اس قسم کا یقین بجز کاملان معرفت اور کسی کا میسر نہیں آسکتا۔

[یہ درست ہے کہ حضرت کی یہ عبارات کچھ مشکل ہیں مگر اتنی بھی پیچیدہ نہیں کہ سمجھ ہی نہ آئیں ان کی تسہیل اگر اللہ نے چاہا تو دوسری طبع میں ہو جائیگی یا کتاب ''نبی الانبیاء ﷺ'' میں ان شاء اللہ کردی جائے گی مگر مدارس دینیہ کے طلبہ کو اس سے گھبرانا نہ چاہیئے دیکھیں سکول وکالج کا نصاب روز بروز مشکل سے مشکل ہوتا جاتا ہے نئی نئی چیزیں ڈالتے جاتے ہیں اس پر کوئی احتجاج نہیں ہوتا بلکہ نصاب جتنا مشکل ہوتا ہے اس کے پڑھنے پڑھانے والوں کی اتنی قدر بڑھ جاتی ہے۔ اے طلبہ کرام اگر آپ لوگ اپنے نصاب کی قدر نہ کریں گے تو اور کون کرے گا۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر اسی طرح نصاب کی تخفیف اور اس کو برا کہنے کا سلسلہ جاری رہا تو ہمارے فضلاء تفسیر عثانی کو سمجھنے سے بھی قاصر ہو جائیں گے۔]

۱۶) <u>ایک اور جگہ فرمایا:</u>

علی ھذا القیاس سنگریزوں کی تسبیح وتہلیل میں بھی اسی معرفت عَـلِیّه کی طرف اشارہ ہے جو سوائے خاصان خدا بے تعلیم وارشاد وتلقین ممکن الحصول نہیں اور ظاہر ہے کہ اس تسبیح وتقدیس

کو کسی کی تعلیم کا نتیجہ نہ کہہ سکتے۔ رہا مردوں کا زندہ ہو جانا وہ بھی اعجاز میں گر یہ وزاری ستون مذکور اور تسبیح سنگریزہائے مشار الیہا کے برابر نہیں ہو سکتا وجہ اس کی یہ ہے کہ روح علوی اور اس جسم سفلی میں باوجود اس تفاوت زمین وآسمان کے وہ رابطہ ہے جو آہن کو مقناطیس کے ساتھ ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ آنے کے وقت بے تکان آجاتی ہے اور جانے کے وقت بہ دشواری اور بہ مجبوری جاتی ہے اس لئے اگر جبرِ خارجی ہٹ جائے تو بالضرور پھر وہ اپنی جگہ آجائے اور اس وجہ سے اس کا آجانا چنداں مستبعد نہیں معلوم ہوتا جتنا سوکھے درخت اور سنگریزوں میں روح کا آجانا۔ یہاں پہلے سے روح ہی نہ تھی جو رابطہ مذکور کا احتمال ہوتا اور پھر آجانا سہل نظر آتا۔ (قبلہ نما ص ۱۵، ۱۶)

۱۷) <u>معجزۂ شق قمر کی فوقیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:</u>

اور سنئے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے آفتاب تھوڑی دیر ٹھہر گیا یا بعد غروب پھر ہٹ آیا تو کیا ہوا؟ تعجب تو یہ ہے کہ اشارۂ محمدی سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حرکت سکون ہی کیلئے ہوتی ہے ہر سفر کی انتہاء پر سکون اور حرکت کی تمامی پر قرار عالم میں موجود ہے۔ غرض حرکت بذات خود مطلوب نہیں ہوتی اس لئے دشوار معلوم ہوتی ہے اگر مثل ملاقات احباب وغیرہ مقاصد جس کے لئے حرکات کا اتفاق ہوتا ہے حرکت بھی محبوب ومطلوب ہوا کرتی تو یہ دشواری نہ ہوا کرتی سو حرکت کا مبدل بہ سکون ہو جانا کوئی نئی بات نہیں جو اتنا تعجب ہو۔ خاص کر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ آفتاب ساکن ہے اور زمین متحرک جیسے فیثاغورث یونانی اور اس کے معتقدین کی رائے ہے کیونکہ اس صورت میں وہ سکون آفتاب جو بظاہر آفتاب کا سکون معلوم ہوتا تھا درحقیقت زمین کا سکون تھا پھر اس سکون کو اگر کسی نبی کی تاثیر کا نتیجہ کہیے تو اس صورت میں بوجہ قرب بلکہ بوجہ زیرِ قدم ہونے کے زمین کے جو وقوع تاثیر کیلئے عمدہ ہیئت ہے یہ سکون چنداں لائق استعجاب نہیں جتنا چاند کا پھٹ جانا اول تو چاند وہ بھی اوپر کی طرف پھر مثل حرکت ہیئت اصلیہ کا رہنا دشوار نہیں بلکہ اس زوال حرکت سے بھی زیادہ دشوار۔ بالخصوص جب کہ زوال ہیئت بھی بطور انشقاق ہو۔

یہ وہ بات کہ بہت سے حکماء اس کے محال ہونے کے قائل ہوگئے اور بہ نسبت زوال حرکت کوئی شخص آج تک استحالہ کا قائل نہیں ہوا۔ سو کچھ تو دشواری اور دقت ہوگی جوان کو یہ خیال پیش آیا مگر چونکہ ان کے مطلب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہیئت کروی سے بوجہ بساطت بجز حرکت مستدیر بطور اقتضاءِ طبیعت صادر نہیں ہوسکتی اور انشقاق کیلئے حرکت مستقیم کا اجزاء کے لئے ہونا ضرور ہے تو اگر بوجہ قسرِ قاسر یعنی زور خارجی انشقاق واقع ہو جائے تو ان کے قول کے مخالف نہ ہوگا۔

سو اہل اسلام بھی اگر قائل ہیں تو انشقاق قسری کے قائل ہیں انشقاق طبعی کے قائل نہیں ورنہ اعجاز ہی کیا ہوتا؟ اعجاز خود خرقِ عادت کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مخالفت طبیعت میں اول درجہ کی خرق عادت ہے اور پھر مخالفت طبیعت بھی ایسی کہ کسی طرح کسی سبب طبعی پر انطباق کا احتمال ہی نہیں۔

اگر انشقاقِ آفتاب ہوتا تو یہ بھی احتمال تھا کہ بوجہ شدت حرارت ایسی طرح دو ٹکڑے ہوگئے ہیں جیسے برتن آگ پر تڑق جایا کرتا ہے بلکہ چاندنے میں رطوبات بدنی کی ترقی اور دریائے شور کا دور دور تک بڑھ جانا اِس طرف مشیر ہے کہ چاندنی کا مزاج اگر بالفرض حار ہے تو رطب ہے جسے اس تڑاق جانے کا احتمال باوجود حرارت بھی عقل سے کوسوں دور چلا جاتا ہے ان تینوں اعجاز کے دیکھنے کے بعد باوجود حقیقت شناسی اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ معجزات عملی میں بھی رسول اللہ ﷺ کا نمبر اول تھا (قبلہ نما ص ۱۶ سطر ۲۴، ۲۵)

<u>۱۸) اس کے بطور خلاصہ کے فرمایا:</u>

کیونکہ اعجاز عملی کی دو قسمیں ہیں ایک ایجاد دوسرا افساد۔ سو افساد اس سے بڑھ کر نہیں کہ فلکیات میں انشقاق واقع ہو اور وہ بھی قمر میں اور ایجاد میں ایجاد روحانی ہو تو اس سے بڑھ کر نہیں کہ جمادات میں معرفت اور محبت خدا اور رسول خدا آئے اور ایجاد جسمانی ہو تو اس سے بڑھ کر نہیں کہ گوشت پوست سے پانی کے چشمے بہ جائیں۔ (قبلہ نما ص ۱۶، ۱۷)

<u>۱۹) ہنود کی کتابوں سے معجزات کے ساتھ تقابل نہ کرنے کی وجہ یوں بیان فرمائی:</u>

ہماری اس تحریر میں فقط انبیاءِ یہود و نصاری کے ایجادوں پر تو اعجاز ہائے محمدی کی فضیلت ثابت ہوئی پر اعجاز ہائے بزرگان ہنود پر ان کی فضیلت ثابت نہیں کی گئی وجہ اس کی یہ نہیں کہ ان کی نسبت فضیلت حاصل نہیں بلکہ دو وجہ سے انکا ذکر کرنا مناسب نہیں اول تو تواریخ ہنود کسی مؤرخ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ سارے جہان کے مؤرخ تو اس طرف کہ بنی آدم کے ظہور کو چند ہزار برس ہوئے اور علماءِ ہنود لاکھوں برس کا حساب و کتاب بتلائیں بلکہ اس بات میں اس قدر اختلاف کہ کیا کہئے۔ کہیں سے یہ ثابت کہ عالم حادث ہے اور کہیں یہ مذکور کہ عالم قدیم ہے اس لئے مشتے نمونہ از خروارے سمجھ کر ان کا ذکر بحث علمی کے لائق نہ نظر آیا۔ دوسرے اکثر خوارق جن کے ذکر کرنے کی اس موقع میں ضرورت تھی ایسی فحش آمیز کہ ان کے ذکر کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ (قبلہ نما ص ۱۷)

﴿ردقانیت پر کام کرنے والوں کیلئے لمحہ فکر﴾

[ردقادیانیت پر کام کرنے والے اس نکتے پر غور کریں قادیانی کے کام بہت سے ایسے ہیں جن کے فحش ہونے کی وجہ سے ان کو تقریر و تحریر میں نہ لانا چاہئے خاص طور پر اس کی خدمت کرنے والیوں کے نام زینب یا عائشہ کا سوچ سمجھ کر ذکر کیا جائے۔ شواہد ختم نبوت اور آیات ختم نبوت وغیرہ کتابوں میں ان شاء اللہ ایسا مواد نہ دیا جائے گا۔ ایسی باتوں کا ذکر عورتوں بچوں میں فتنے کے باعث ہے نیز ان کو بیان کرنے کیلئے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے]

۱۹) بزرگان ہنود کے قابل ذکر معجزات سے تقابل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

البتہ بعض وقائع کے ذکرِ اجمالی میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا۔ نزول آفتاب وقمر و امتداد شب میں تو تبدل حرکت ہے یا موقوفی حرکت، سوان دونوں پر انشقاق کی فوقیت تو پہلے ہی ثابت ہو چکی ہے۔ باینہمہ انشقاق میں تبدل حرکت بھی موجود۔ اگر دونوں ٹکڑوں کو متحرک مانئے تب تو کیا کہنے ورنہ ایک ٹکڑے کی حرکت میں بھی یہ بات ظاہر ہے البتہ بروایت مہا بھارت

بسوامتر کے زمانہ میں انشقاق قمر کا پتہ چلتا ہے مگر نہ مؤلف مہابھارت وغیرہ علماء تاریخ ہنود جو الانشقاق کو بسوامتر کی طرف منسوب کرتے ہیں معاصر بسوامتر جوان کا مشاہدہ سمجھا جائے اور نہ مؤلف مہابھارت سے لیکر بسوامتر تک قطعاً سلسلہ روایت معدوم ہے (یہاں عبارت واضح نہیں ہے شاید عبارت یوں ہو: اور نہ مؤلف مہابھارت سے لیکر بسوامتر تک کہ سلسلہ روایت متصل بلکہ سلسلہ روایت قطعا معدوم ہے۔ راقم) اس لئے وہ تو کسی طرح اہل عقل کے لئے لائق اعتبار نہیں۔

اور دعوی اہل اسلام بوجہ اتصال سند و تواتر بروایت کسی طرح قابل انکار نہیں بلکہ روایت ہنود کے بے سروپا ہونے سے جس پر قصہ نزول آفتاب اور نزول قمر اور گنگا کا آسمان سے آنا اور چنبل کا راجہ انگ پوست کی دیگ کے دھوون کے پانی سے جاری ہونا اور سوا اس کے اور قصے واجب الانکار دلالت کرتے ہیں یوں سمجھ میں آتا ہے کہ مؤرخان ہنود نے اس اعجاز احمدی کو بسوامتر کی طرف منسوب کر دیا ہے اور چونکہ مؤرخان بے اعتبار صدہا وقائع میں ایسا کر چکے ہیں کہ تھوڑے دنوں کی بات ہوتی ہے اور زمانہ دراز کی بتلاتے ہیں چنانچہ آفرینش کا سلسلہ لاکھوں برس کا قصہ بلکہ بعض تو قدیم بتلاتے ہیں تو اگر واقعہ زمانہ محمدی کو بھی پیچھے ہٹا کر بسوامتر تک پہنچادیں تو ان سے بعید نہیں اعجاز کا معاملہ ہے اگر ان سے یہ اعجاز ہو جائے کہ پہلے زمانہ کی بات پچھلے زمانہ میں چلی جائے تو کیا بیجا ہے۔ علاوہ بریں کسی روایت متواترہ سے یہ ثابت نہیں کہ مہابھارت کس زمانہ میں تالیف ہوئی ہاں جب یہ لحاظ کیا جائے کہ باتفاق ہنود بید اور اپنکھد سب کتابوں کی نسبت پرانی ہے اور اپنکھدوں میں شنکراچارج کا قصہ اوران کا تفسیر کرنا اقوال بید کو مذکور ہے اور شنکراچارج کو کل پانسو چھ برس گذرے ہیں تو یوں یقین ہو جاتا ہے کہ مہابھارت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے پہلے کی کتاب نہیں جو یوں یقین ہو جائے کہ مہابھارت میں جس انشقاق کا ذکر ہے وہ اور انشقاق ہے یہ انشقاق نہیں جو زمانہ محمدی میں واقع ہوا، کیونکہ اس صورت میں بید اور اپنکھدوں کی عمر بھی پانسو چھ سو سے کم ہی ہوگی۔ مہابھارت جو باتفاق ہنود ان کے بھی بعد ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے پیشتر کی کیونکر ہوسکتی ہے۔ علاوہ بریں ہم نے مانا وہ انشقاق غیر

انشقاق زمانہ محمدی تھا لیکن کتب ہنود میں اس کی تصریح نہیں کہ انشقاق میں بسوامتر کی تاثیر کو کچھ دخل تھا اس صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ بعد انشقاق دونوں ٹکڑوں کا مل جانا بسوامتر کی دعا سے ہوا ہو۔ سومل جانا اتنا مستبعد نہیں جتنا پھٹ جانا کیونکہ اجزاء کا ارتباط سابق اگر باعث انجذاب ہو جائے تو چنداں بعید نہیں پر پھٹ جانے کے لئے سوائے تاثیر خارجی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ باقی کسی کے بدن پر بکثرت فرجوں کا پیدا ہو جانا اگر ہے تو از قسم تغیر وتبدل ہیئت جسم ہے تبدیل حقیقت ہوتا تب بھی اس تبدیل حقیقت کے برابر نہیں ہوسکتا کہ جمادات اعلیٰ درجہ کے بنی آدم اور فرشتوں کے برابر ہو جائیں۔ (قبلہ نما ص ۱۷،۱۸)

[مقصد یہ ہے کہ ہندوؤں کے بزرگوں کے معجزات کا اول تو ثبوت قطعی نہیں اور اگر ثابت ہو ہی جائیں تو بھی کسی طرح نبی کریم ﷺ کے معجزات کے برابر نہیں ہوسکتے وللہ الحمد علیٰ ذلک]

۲۰) <u>پنڈت دیانند سرستی کے اعتراضات کے جوابات:</u>

معجزات میں افضلیت محمدی ثابت کرنے کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

اب دو باتیں قابل لحاظ باقی ہیں اول تو جیسا کہ سنا ہے پنڈت دیانند صاحب فرماتے ہیں کہ وقوع خرق عادت ہی بروئے عقل قابل قبول نہیں۔ دوسرے اور واقعہ بھی نہیں تو درصورت انشقاق قمر تو ضرور ہی تواریخ عالم میں مرقوم ہوتا (پنڈت کا مقصد یہ کہ اول تو معجزات ممکن نہیں دوسرے اگر ممکن ہوں تو معجزۂ شق قمر واقع نہیں کیونکہ اگر واقع ہوتا تو دنیا کی تاریخ میں اس کا ذکر ہوتا۔ حضرت نانوتویؒ پنڈت کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں) سو اول کا جواب تو یہ ہے کہ تمام عالم وقوع خوارق پر متفق، ہر مذہب والے اپنے بزرگوں سے خوارق نقل کرتے ہیں اگر بالفرض کوئی خاص واقعہ غلط بھی ہو تو قدر مشترک تو واجب التسلیم ہی ہوگی ورنہ ایسی اتفاقی خبریں بھی غلط ہوا کریں تو خبروں کے ذریعہ سے کوئی بات تصدیق نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی مذہب قابل تسلیم ہوسکتا ہے (قبلہ نما ص ۸)

۲۱) <u>پنڈت کے اعتراض کا دوسرا جواب:</u>

علاوہ بریں اگر خوارق کا ہونا ممکن نہیں تو سب میں بڑھ کر خرق عادت یہ ہے کہ خدا کسی سے کلام کرے یا کسی کے پاس پیام بھیجے اس لئے پنڈت صاحب کا مذہب تو ان کے طور بھی غلط ہوگا اور اِسے بھی جانے دیجئے جب گفتگو عقل کے قبول کرنے میں ہے تو عقل ہی سے پوچھ دیکھئے ۔عقل سلیم اس پر شاہد ہے کہ جیسے مخلوقات میں باہم فرق کی بیشی علم وقدرت وطاقت ہے خالق و مخلوق میں بھی یہ فرق ہونا چاہئے بلکہ جب باوجود اشتراک مخلوقیت یہ فرق ہے تو فرق خالقیت اور مخلوقیت پر تو یہ فرق بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے ۔(قبلہ نما ص ۱۸،۱۹)

۲۲) خرق عادت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سو جو بات خدا سے ہو سکے اور بندوں سے نہ ہو سکے (۱) ہم اسی کو خرق عادت کہتے ہیں بشرطیکہ کسی مخلوق کا اس میں واسطہ ہو۔باقی رہی صورت واسطہ وہ یہ ہے کہ جیسے ذخیرۂ علمِ تدبیر بادشاہوں کے ہاں وزرا نامدار ہوتے ہیں ایسے ہی سامانِ قدرت تسخیر لشکر جرار مگر چونکہ نفاذ تدبیر کیلئے سامان تسخیر کی ضرورت ہوتی ہے تو وزراء اور گورنروں اور لفٹنوں کی اردلی میں لشکر کا رہنا ضرور ہوا۔سو خدا تعالیٰ کے دین کی ترقی کے مخزنِ علوم تدبیر تو انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں ان کی اردلی میں کسی قدر امداد قدرت ضرور چاہئے تا کہ ایک دو واقعہ قدرت نما سے سب سرکشوں کی آنکھیں کھل جائیں۔(قبلہ نما ص ۱۹)

۲۳ صحت روایت میں اسلام کی فوقیت:

اس کے بعد نقل روایت میں اسلام کی فوقیت ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اب گذارش یہ ہے کہ جو شخص اتنی بات سمجھ جائے گا وہ بشرطِ صحتِ روایت زمانہ گذشتہ کے خوارق کا

---

(۱) معلوم ہوا کہ معجزہ ،کرامت اللہ کا کام ہوتا ہے نبی اور ولی کے ہاتھ صادر ہوتا ہے مزید بحث کیلئے دیکھئے شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی کتاب راہ ہدایت اور اس عاجز کی کتاب اساس المنطق ج ۲ ص ۱۸۲ تا ۱۸۴۔

انکار نہیں کر سکتا ہاں جو شخص فہم ہی سے عاری ہو وہ جو چاہے سو کہے مگر یہ بھی اہل انصاف کو معلوم ہوگا اور نہ ہوگا تو بعد تجسس و تفقد معلوم ہو جائے گا کہ صحتِ روایتِ دینیات میں کوئی شخص دعوی ہمسری اہل اسلام نہیں کر سکتا بالخصوص واقعہ انشقاق قمر تو کسی طرح قابل انکار ہی نہیں۔ علاوہ احادیث صحیحہ قرآن میں اس اعجاز کا ذکر ہے [اس معجزے کا ذکر قرآن پاک سورۃ القمر نیز بخاری ج ۲ ص ۷۲۱ میں موجود ہے] اور سب جانتے ہیں کہ کوئی خبر اور کوئی کتاب اعتبار میں قرآن کے ہم پلہ نہیں اور کیونکر ہو ابتداءِ اسلام سے آج تک ہر قرن میں قرآن کے لاکھوں حافظ موجود رہے ہیں ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف اس کا اول سے آخر تک آج تک محفوظ چلا آتا ہے واؤ اور فا اور یاء اور تاء وغیرہ حروف متحد المعانی اور قریب المعانی میں بھی آج تک اتفاق خلط ملط نہیں ہوا۔ نماز میں اگر بوجہ سبقت لسانی کسی کے منہ سے اس قسم کی تغییر و تبدیلی ہو جاتی ہے تو اول تو پڑھنے والا خود لوٹا تا ہے اور اگر کسی دھیان میں اس کو دھیان نہ آیا تو سننے والے متنبہ کر کے پھر ہٹوا دیتے ہیں۔ یہ اہتمام کوئی بتلائے تو سہی کس کے یہاں کس کتاب میں ہے اس کے بعد اس وجہ سے اس کے وقوع میں متامل ہونا کہ تواریخ میں اس کا ذکر نہیں اور ملک والے اس کے شاہد نہیں اہل عقل و انصاف سے بعید ہے باوجود صحت و تواتر روایت خارجی شبہات کی وجہ سے متامل ہونا ایسا ہے جیسے باوجود مشاہدۂ طلوع و غروب گھڑی گھنٹوں کی وجہ سے طلوع و غروب میں تامل کرنا۔ (قبلہ نما ص ۱۹)

۲۴) <u>بزرگان ہنود کے معجزات بھی تاریخ میں مذکور نہیں چنانچہ فرماتے ہیں:</u>

باایں ہمہ موافق کتب ہنود اول تو انشقاق قمر کے لئے ان کو بھی یہ نشان بتلانا چاہیے بسوامتر کے زمانہ کا انشقاق کونسی تاریخ میں مرقوم ہے نزول آفتاب و ماہ وامتداد شب تا مقدار ششماہ زیادہ تر شہرت اور کتابت کے قابل ہے وہ کونسی تاریخ میں مرقوم ہیں؟ (قبلہ نما ص ۱۹)

۲۵) <u>انشقاق قمر کے عام کتب تاریخ میں مذکور نہ ہونے کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:</u>

انشقاق قمر زمانہ نبوی ﷺ ایسے وقت میں ہوا کہ وہاں سے چاند افق سے کچھ تھوڑا ہی

اٹھا تھا کوہ حرا جو چنداں بلند نہیں وقت انشقاق دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں معلوم ہوتا تھا اس وقت ملک ہند میں تو، رات قریب نصف کے آئی ہوگی اور ممالک مغرب میں اس وقت طلوع کی نوبت ہی نہ آئی ہوگی باینہمہ شب کا واقعہ تھوڑی دیر کا قصہ اور ممالک مشرقی میں سونے کا وقت اور جاڑے کا موسم فرض کیجئے تو ہر کوئی اپنے گھر کے کونے میں رضائی اور لحاف میں ہاتھ منہ لپیٹے ہوئے ایسا مست خواب کہ اپنی بھی خبر نہیں اور اگر کوئی کسی وجہ سے جاگتا بھی ہو تو آسمان اور چاند سے کیا مطلب جو خواہ مخواہ ادھر کو نظر لڑانے بیٹھے پھر گرد و غبار اور ابر و کہسار اور دخان و بخار کا بیچ میں ہونا اس سے علاوہ رہا۔ (قبلہ نما ص ۱۹، ۲۰)

<u>۲۶)　تاریخ فرشتہ میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:</u>

باینہمہ تاریخ فرشتہ (۱) میں راجا اودھے پور کا اس واقعہ کو مشاہدہ کرنا مرقوم ہے۔ رہا ممالک جنوبی و شمالی میں اس واقعہ کی اطلاع کا ہونا نہ ہونا اس کی یہ کیفیت کہ اگر جاڑے کے موسم اور گرد و غبار اور ابر و کہسار وغیرہ امور سے قطع نظر بھی کیجئے تو وہاں حالت انشقاق میں بھی قمر اتنا ہی نظر آیا ہوگا جتنا حالت اصلی میں یعنی جیسا اور شبوں میں بایں وجہ کہ کرہ ہمیشہ نصف سے کم نظر آیا کرتا ہے اس شب میں بھی نصف سے کم نظر آیا ہوگا ورنہ مخروط نگاہ کو نصف یا نصف سے زائد متصل مانا جائے تو یہ قاعدہ مسلمہ غلط ہو جائے گا کہ خط ضلع زاویہ مخروط کرہ کے نصف سے ورے مماس ہوا کرتا ہے اور جب یہ ٹھہری تو پھر اکثر ممالک جنوبی و شمالی میں ایک نصف دوسرے نصف کی آڑ میں آ گیا ہوگا اور اس وجہ سے ان لوگوں کو انشقاق قمری کی اطلاع نہ ہوئی ہوگی۔ رہا ملک عرب و دیگر ممالک قریبہ ان میں اول تو تاریخ نویسی کا اہتمام نہ تھا اور کسی کو خیال ہوتا بھی ہو تو عداوت مذہبی مانع تحریر تھی۔ علاوہ بریں ایک واقعہ کیلئے تو کوئی شخص تاریخ لکھا بھی نہیں کرتا موضوع تحریر اکثر معاملات سلاطین و دیگر اکابر ہوا کرتے ہیں اس کے ساتھ اس زمانہ کے وقائع عجیبہ بھی تبعاً مرقوم

---

(۱)　دیکھئے تاریخ فرشتہ طبع نول کشول لکھنو ج ۲ ص ۴۸۹

ہوجاتے ہیں مگر چونکہ مؤرخ اول اکثر خیر اندیش سلاطین واکابر زمانہ کا ہوا کرتا ہے اس لئے ایسے وقائع کی تحریر کی امید بجز موافقین ومعتقدین زیبا نہیں ۔ (قبلہ نما ص ۲۰)

۲۷) رسول اللہ ﷺ کی افضیلت کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس تحقیق کے بعد اہل فہم کو تو ان شاء اللہ مجال دم زدن باقی نہ رہے گی اور رسول اللہ ﷺ کی سروری وافضلیت (۱) میں کچھ تامل نہ رہے گا کیونکہ کوئی حجت عقلی ونقلی اس مقام میں پیش کرنے کے قابل نہیں ہاں ناحق کی حجتوں کا کچھ جواب نہیں موافق مصرعہ مشہور (جواب جاہلاں باشد خموشی) جاہلان کم فہم کے مقابلہ میں ہمیں چپ ہونا پڑے گا بالجملہ بشرط فہم رسول اللہ ﷺ کی رسالت واجب التسلیم اور اس لئے استقبال کعبہ جس کی نسبت اس قرآن میں حکم ہے جو ان کے واسطے سے خدا کی طرف سے آیا ہے قابل اعتراض نہیں اور بت پرستی جس کی نسبت کسی آسمانی کتاب میں حکم نہیں اس کے برابر بروئے عقل ہرگز نہیں ہوسکتی ہاں عقل ہی نہ ہو تو خدا پرستی اور بت پرستی دونوں برابر ہیں ۔ (قبلہ نما از ص ۲۰)

۲۸) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

القصہ اُس در دولت [خانہ کعبہ] تک سوائے حبیب رب العالمین خاتم النبیین ﷺ بالاصالت کسی اور کو اجازت نہ ہوئی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام جو بنی آدم میں سے بانی اول کعبہ ہیں اگر اول باریاب ہوئے تو وہ باریاب ہونا ایسا تھا کہ وقت تعمیر عشرت کدہ جو ملاقات یارانِ خاص وہمدمان بااختصاص کے لئے بنایا جاتا ہے یاران خاص سے پہلے معمار اور مہتممان تعمیر اس میں آتے جاتے ہیں اور سوا اُن کے اور کوئی آیا تو کیا ہو؟ کوچہ دلآرام عالم فریب میں کون نہیں آتا مگر بلایا وہی جاتا ہے جس کیلئے عشرت کدۂ خاص بنایا جاتا ہے (قبلہ نما ص ۷۲)

---

(۱) اس عبارت میں حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کی افضلیت کو ذکر کیا ہے اور اسی کو دوسری جگہ خاتمیت رتبی سے تعبیر کیا ہے اور اس سے خاتمیت زمانی پر استدلال کیا ہے]

۲۹) <u>پہلے دعویٰ کیا کہ خانہ کعبہ آخری نبی کے ساتھ خاص ہے اب اس کی دلیل دیتے ہیں؛</u>

اب رہی یہ بات کہ یہ کیونکر کہئے کہ یہ گھر بالاصالت <u>حضرت خاتم النبیین ﷺ</u> کی حاضری کیلئے ہی بنایا گیا ہے(۱) ان کی امت بمنزلہ خدام امراء اُن کے طفیل میں وہاں پہنچے اور اُن سے پہلے جو آیا سو اپنے شوق میں آیا حسب الطلب نہیں آیا اِس کا جواب یہ ہے کہ معبود کو عابد چاہئے مگر جتنا کمال اُدھر ہوگا اُتنا ہی اِدھر کا کمال مطلوب ہوگا مگر عبودیت کیلئے کمال علمی اور کمال عملی کی ایسی طرح ضرورت ہے جیسے طائر کو دونوں پروں کی ضرورت ہوتی ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے یعنی عبودیت خشوع وخضوع دلی کے ساتھ انقیاد ظاہر و باطن کا نام ہے سو اول تو اُس علم جلال وجمال ذوالجلال کی حاجت بے علم مذکور انقیاد مذکور محال، دوسرے مبادی انقیاد یعنی اخلاق حمیدہ کی ضرورت جو مبدأ اعمال اطاعت ہوتی ہیں ورنہ درصورت فقدان اخلاق حمیدہ انقیاد مذکور ایک خواب وخیال ہے کیونکہ اطاعت وانقیاد قوت عملی کا کام ہے اور اخلاق مذکورہ اس کی شاخیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو فعل اختیاری صادر ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی خُلق سے تعلق رکھتا ہے داد ودہش سخاوت سے متعلق ہے اور معرکہ آرائی شجاعت سے مربوط علی ھذا القیاس کسی عمل کو حیا کا ثمرہ کہئے کسی کو حلم کا نتیجہ، کہیں بخل وجبن کا ظہور ہے اور کہیں بے حیائی اور غضب کا اثر ہے۔

---

(۱) حضرت کی ان عبارت سے پتہ چلا کہ استقبال کعبہ بھی ختم نبوت کی ایک دلیل ہے اور یہ حقیقت ہے علماء تفسیر لکھتے ہیں کہ پہلی کتابوں میں تھا کہ آخری نبی دو قبلوں والے ہوں گے ان کا دوسرا قبلہ خانہ کعبہ ہوگا (تفسیر عثمانی ص ۲۹ ف ۱۰) اس لئے جو شخص حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتا وہ اہل قبلہ سے نہیں اور اس کو اس کعبہ کی طرف رخ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ نہ اس کا عبادت خانہ ہمارے کعبہ کی طرف ہو اور نہ اس کی قبر۔ بلکہ قبر میں اس کے رخ کو قبلہ کی جانب سے پھیر دیا جائے۔ مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے راقم کی کتابیں **شواھد ختم النبوۃ من سیرۃ صاحب النبوۃ** ص ۱۱، آیات ختم نبوت ص ۴۰ نیز ص ۹۹ تا ص ۱۱۲

بالجملہ کوئی عمل اختیاری بے توسط اخلاق صادر نہیں ہوتا اس لئے جیسے عبودیت کو علم مذکور کی ضرورت ہے ایسے ہی کمال اخلاق حمیدہ کی حاجت۔ سو علم تو اس سے زیادہ متصور نہیں (۱) کہ خاتم صفات حاکمہ سے مستفید ہو یعنی درگاہ علمی خداوندی کا تربیت یافتہ اور دست گرفتہ ہو سو اسی کو ہم خاتم النبین کہتے ہیں۔ (قبلہ نما ص ۲۷)

۳۰) اب خاتمیت کی عقلی وجہ بیان کرتے ہیں:

اور وجہ خاتمیت کی یہ ہے کہ وہ علم خداوندی سے بے واسطہ مستفید ہے اور علم پر صفات حاکمہ کا اختتام ہے اور کیوں نہ ہو ارادہ وقدرت کسی چیز کے ساتھ جب تک متعلق نہیں ہوسکتی جبتک علم اس سے متعلق نہ ہو چکے اور علم کے لئے کسی اور کے تعلق کی ضرورت نہیں علم سے اوپر کوئی ایسی صفت نہیں جس کو اپنے تعلق کیلئے سوائے موصوف کوئی اور یعنی مفعول درکار ہو اور اُس کے نیچے جس قدر صفات مثل محبت مشیت ارادہ قدرت ہیں وہ بسا اوقات کسی مفعول سے متعلق ہونے نہیں پاتے اور علم ان سے متعلق ہوتا ہے سو جو شخص بذات خود صفت علمی خداوندی سے مستفید ہو اور سوا اُس کے اور سب علم میں اُس کے سامنے ایسے ہوں جیسے آفتاب کے سامنے قمر وکواکب وآئینہ و ذرات جیسے یہ سب نور میں آفتاب سے مستفید ہیں گو مُنَوَّرَات سب کے جدا جدا ہوں ایسے ہی اور سب علم میں اس سے مستفید ہوں گو معلومات میں اس سے علاقہ نہ ہو (۲) وہ شخص خاتم النبیین

---

(۱) اس عبارت میں حضرت نے آپ کی افضلیت اور ختم نبوت کا واضح الفاظ میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ اللہ نے آپ کو ایسا علم دیا جس سے اوپر بندے کیلئے ممکن نہیں وہ یہ کہ بے واسطہ علم خداوندی سے مستفید ہو جیسا کہ اگلی عبارت میں تصریح ہے یاد رہے کہ تحذیر الناس میں بھی ایک مقام پر ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو لیا تو پھر سلسلہ علم وعمل کیا چلے؟ تحذیر الناس طبع گوجرانوالہ ص ۶۵) اس کے سمجھنے میں اس عبارت سے مدد ملتی ہے۔

(۲) تحذیر الناس میں ہے کہ عالم حقیقی رسول اللہ ﷺ ہیں اور انبیاء باقی (باقی اگلے صفحہ پر)

ہوگا اور سوا اس کے اور انبیاء اُس کے تابع اور رتبہ میں اُس سے کم۔ (قبلہ نما ص ۷۲،۷۳)

(۳۱) انبیاء کرام علیہم السلام کو نائب خداوند ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کیونکہ جیسے حاکم کا کام اجراء احکام ہوتا ہے بنی آدم کا کام تعلیم احکام خداوند ملک علام ۔اور ظاہر ہے کہ تعلیم بے علم متصور نہیں سو جیسے حاکم بالا دست مرتبہ حکومت میں اول ہوتا ہے گو اس کے حکم کی نوبت وقت مرافعہ آخر میں آئے ایسے ہی مبدأ علوم اور مصدر کمالات علمیہ رتبہ میں اور سب سے اول ہوگا گو وقت تعلیم اُس کے علوم دقیقہ کی نوبت بعد میں آئے پھر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ حکومت بے علم احکام متصور ہی نہیں اور اس لئے حکومت علماء ہی کا کام ہے تو انبیاء کو حکام اور نائب خداوند ملک علام کہنا پڑے گا (قبلہ نما ص ۷۳)

(۳۲) اعلیٰ نبی ﷺ کو آخر میں لانے کی وجہ یوں بتاتے ہیں:

چونکہ خدا تک بے واسطہ کسی کو رسائی نہیں جو نبی مرتبہ میں سب سے اول ہوگا اس کا دین یعنی احکام اعتبار زمانہ سب سے آخر ہیں گے کیونکہ ہنگام مرافعہ جو موقع نسخ حکم حاکم ماتحت ہوتا ہے حاکم بالا دست کے حکم کی نوبت آخر میں آتی ہے غرض اس وجہ سے مصدر علوم کے احکام اور علوم تک نوبت بعد میں آئے گی اور اس طور اس کے دین کا بہ نسبت اور ادیان ناسخ ہونا ظہور میں آئے گا (قبلہ نما ص ۷۳)

[اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کو ایک تو مرتبہ میں سب سے اول کہا دوسرے اول ہونے کی وجہ سے آپ کو سب سے آخری مانا تیسرے آپ کے دین کو پہلے ادیان کا ناسخ بتایا]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں (دیکھئے ص ۴۶ طبع گوجرانوالہ) قبلہ نما کی اس عبارت سے وضاحت ہوگئی کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دیگر انبیاء یا اولیاء یا علماء کو جو کچھ معلوم ہوگا رسول اللہ ﷺ کو ضرور معلوم ہوگا جس سے نبی ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ مانا جائے بلکہ علمی قابلیت اور صلاحیت کا فرق ہے۔ رہا علم غیب تو وہ صرف اللہ کی صفت ہے۔

[یادرکھیں اللہ کے حکموں کو جاننے کے لئے واسطوں کی ضرورت ہے صحابہ کرام کے لئے نبی کریم ﷺ واسطہ تھے تابعین کو نبی ﷺ کے بعد صحابہ کے واسطے کی بھی ضرورت پیش آئی ہمیں قرآن و حدیث کو جاننے کے لئے اپنے سے لے کر نبی ﷺ تک تمام واسطوں کی بھی ضرورت ہے اللہ سے مانگنے اوراس کی عبادت کرنے میں کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ جیسے انبیاء اولیاء کی دعائیں سنتا ہے گناہ گاروں کی بھی سنتا ہے ہاں نیک بندوں سے دعا کی درخواست جائز ہے مگر یہ عقیدہ ہرگز نہ ہو کہ ان کے بغیر اللہ تعالیٰ میری فریاد سنے گا ہی نہیں]

<u>۳۳) نسخ کے شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:</u>

باقی شبہ امتناع نسخ جو احکام خداوندی میں اس وجہ سے پیش آتا ہے کہ اس صورت میں خدا کی طرف غلط فہمی کا وہم ہوگا تو یہ شبہ مشاہدہ کیفیت اختلاف منضج و مسہل سے دفع ہوسکتا ہے۔ غرض اختلاف احکام سابقہ ولاحقہ کو یہی ضرور نہیں کہ اول حکم میں غلطی ہی ہو۔ بالجملہ جیسے تجلی گاہ محبوبیت رتبہ میں تجلی گاہ حکومت سے اول ہے ایسے ہی قبلہ اول کے استقبال [یعنی ادھر رخ کرنے] کے لئے بھی <u>اول ہی درجہ کا نبی</u> اور <u>اول ہی درجہ کی امت</u> چاہئے مگر ایسا نبی <u>سوائے خاتم النبیین</u> اور ایسی امت سوائے <u>امت خاتم النبیین</u> ﷺ اور کوئی نہیں (قبلہ نما ص ۴۳)

[دیکھئے اس عبارت میں حضرت نے کتنے واضح الفاظ میں نبی کریم ﷺ کو سب انبیاء سے افضل اور آخری نبی اور امت محمدیہ کو سب امت سے اعلیٰ اور آخری امت مانا ہے]

<u>۳۴) آپ کی خاتمیت کی ایک اور دلیلیں دیتے ہوئے فرماتے ہیں:</u>

وجہ اس کی یہ ہے کہ قافلہ انبیاء ایک قافلہ سفارت ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو پیغامبر اور رسول کہتے ہیں اور وجہ اس کہنے کی یہی ہوتی ہے کہ وہ پیغام خداوندی پہنچاتے ہیں اور احکام خداوندی ہی لاتے ہیں مگر جب قافلہ انبیاء کو قافلہ سفارت کہا تو لاجرم اُن میں سے ایک کوئی قافلہ سالار ہوگا اول تو ایسے قافلوں میں ایک کا قافلہ سالار ہونا ہی ظاہر ہے۔

دوسرے سفارت اور نبوت ایک وصف ہے اور اوصاف کی کل دو قسمیں ہیں ایک تو وہ

جومخلوق کے حق میں خانہ زاد ہو [یعنی اپنی ہو چنانچہ آگے وضاحت کرتے ہیں کہ] عطاء غیر نہ ہو دوسرے وہ جو موصوف کے حق میں عطاء غیر ہومگر ظاہر ہے کہ عطاء غیر کیلئے اول اس غیر کی ضرورت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ غیر اس وصف کا موصوف ہی ہوگا ورنہ تحقق اوصاف بے تحقق موصوف لازم آئے گا لیکن جب اُس کوموصوف مانا اور اس کا وصف اس کے حق میں عطاء غیر نہیں تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ غیر [جو ہے وہ] مصدرِ وصف ہے اور وہ وصف اِس سے صادر نہیں [اس غیر سے صادر ہوا ہے] چنانچہ مشاہدۂ کیفیت نور زمین سے جیسے یہ روشن ہے کہ اُس کا نور عطائے آفتاب ہے مشاہدۂ کیفیت آفتاب سے یہ ظاہر ہے کہ اُس کا نور اُسی کا خانہ زاد [یعنی اپنا ہے] اور اُسی [آفتاب] سے صادر ہوا ہے ورنہ بالبداہہ کسی اور ہی کا فیض کہنا پڑے گا مگر یہ تقسیم [ہے یعنی ایک وصف کسی میں بالذات ہوتا ہے کسی میں عطا غیر] تو پھر درصورت تعدد موصوفات ووصف واحد [یعنی ایک وصف کے ساتھ کئی موصوف ہوں جیسے روشنی ایک وصف ہے اس کے ساتھ سورج بھی موصوف ہے اور دن کے وقت زمین بھی] یہ تو ممکن نہیں کہ سب میں عطاءِ غیر ہو [یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کو اللہ نے اس وصف کو مصدر بنایا ہو] کیونکہ اس صورت میں عطاء غیر کا تحقق بے تحقق غیر لازم آئے گا [یعنی جب کوئی مخلوق اس کے ساتھ بالذات موصوف نہیں تو دوسروں میں یہ وصف کہاں سے آگیا] اور نہ یہ کہ ممکن ہے کہ سب میں یا چند افراد میں وہ وصف خانہ زاد ہو ورنہ باوجود تعدد موصوفات وحدت موصوف لازم آئے گی کیونکہ تعدد حقیقی یہ ہے کہ کسی بات میں اشتراک اور وحدت نہ ہو اس صورت میں وصف واحد سب سے صادر ہو تو کسی درجہ میں وحدت ہوگی اور وہی درجہ موصوف بالوصف ہوگا اس لئے درصورت تعدد موصوفات یہ ممکن نہیں کہ وصف واحد سب کے حق میں خانہ زاد ہو۔ لیکن جب دونوں احتمال باطل ہیں تو پھر یہی ہوگا کہ ایک موصوف مصدر وصف ہو اور باقی موصوفات اس کے دست نگر یعنی ان کا وصف اس کی عطا ہو اور اس وجہ سے وہ سب میں افضل بھی ہو اور سب کا سردار بھی ہو اور سب کا خاتم بھی ہو (قبلہ نما ص ۴۷)

[خاتم سے مراد یہاں بھی خاتم زمانی ہے کیونکہ افضلیت کا ذکر پہلے کر دیا ہے۔ یاد رہے عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دیگر انبیاء کو نبی کریم ﷺ نے نبی بنایا بلکہ اللہ نے آپ کو اس وصف میں اصل بنایا اور آپ کے واسطے سے اللہ ہی نے دوسرے انبیاء کو نبوت عطا فرمائی۔ آپ کے ارادے کو اس میں کوئی دخل نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس کا علم بھی نہ ہو کیونکہ بہت سے انبیاء کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم نہیں دیا۔ رہا یہ کہ اللہ نے آپ کو کیسے واسطہ بنایا تو اس کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے]

(۳۵) پہلی دلیلوں کو پورا کرتے ہوئے فرمایا:

کیونکہ جب اُس کو مصدرِ وصف مانا تو وصف مذکور اس میں اول اور بدرجہ اتم ہوگا چنانچہ مشاہدہ حال آفتاب وزمین وغیرہ فیض یافتگان آفتاب سے ظاہر ہے اور جب وصف کسی موصوف میں اول اور اتم ہوگا تو لاجرم اس وصف میں وہ موصوف افضل ہوگا اور چونکہ موصوفات میں وہ موصوف مؤثر ہے کیونکہ اوروں کا وصف اسی کا فیض اور اثر ہے تو لاجرم اس کو سردار بھی کہنا پڑے گا کیونکہ سردار اسی کو کہتے ہیں جو اپنے ماتحتوں پر حکومت کرے۔ اور سرداری ٹھہرے تو وہ وصف اگر از قسم احکام ہے یا احکام کیلئے شرط ہے جیسے علم احکام پر۔ تو پھر اسی کا حکم سب کے احکام سے آخر اور سب کے احکام کا ناسخ ہوگا مگر چونکہ نبوت اور سفارت از قسم اوصاف ہیں اور پھر وصف بھی کیسا منجملہ احکام کیونکہ خدا کی طرف سے سفارت اور رسالت ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں یا احکام ہوتے ہیں یا ثواب وعذاب کے پیام تو لاجرم دین خاتم الانبیاء ناسخ ادیان باقیہ اور خود خاتم الانبیاء سردار انبیاء اور افضل الانبیاء ہوگا (قبلہ نما ص ۴۷)

[دیکھئے اس عبارت میں جابجا نبی کریم ﷺ کی خاتمیت اور افضلیت کا اعلان ہے یاد رہے کہ یہاں بھی خاتم سے مراد خاتم زمانی ہے کیونکہ افضلیت کا ذکر پہلے کر دیا ہے]

(۳۶) آگے پھر خانہ کعبہ کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ خصوصیت بتاتے ہیں:

اور اس لئے اول نمبر کے دربار کی آمد وشد اس کے اور اس کے تابعین کے ساتھ مخصوص

ہوگی یوں کوئی اپنے آپ اس کوچہ میں جائے اور آئے تو محبوبوں کے کوچہ میں کون نہیں آتا جاتا مگر خواص کی آمد وشد کچھ اور ہی چیز ہے۔ محبوبوں کی انجمن تک سوائے محبوب محبوباں اور کوئی نہیں پہنچ سکتا سو مرتبہ محبوبیت درگاہ وجوب کا محبوب وہی ہوگا جو عالم امکان میں ایسی طرح مرجع و مآب ہو جیسے عالم وجوب میں یعنی تجلیات ربانی اور صفات یزدانی میں وہ تجلی اول جو مسمّی بجمیل اور مصدرِ وجود ہے یعنی جیسے وجود اور صفاتِ وجود اور تجلیات کی اصل اور مصدر وہ تجلی اول ہے چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہوں ایسے ہی عالم امکان میں عالم امکان کے کمالات کیلئے وہ اصل اور مصدر ہو سو ایسا بجز ذات جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات اور کون ہے؟

علم میں اس کا سب میں اول ہونا اور انبیاء کے علوم کا مرجع و مآب ہونا تو ابھی واضح ہو چکا اور باقی تمام صفات ماتحت کے حق میں علم کا مرجع و مآب ہونا پہلے آشکارا ہو چکا ہے اس لئے تمام کمالات انبیاء کا نشو ونما حضرت خاتم ﷺ کی ذات سے واجب التسلیم ہے (قبلہ نما ص۴۷) [خاتم سے مراد یہاں بھی خاتم زمانی ہے کیونکہ افضلیت کا ذکر الگ کر دیا ہے دیکھئے اتنی زیادہ واضح تصریحات کے باوجود لوگوں نے حضرت نانوتویؒ نے ختم نبوت کے انکار کا الزام لگا رکھا ہے۔ شاید ان لوگوں کی چال یہ ہو کہ اتنا جھوٹ بولو اتنا جھوٹ بولو کہ لوگ جھوٹ کو سچ سمجھنے لگیں]

۳۷) آگے اس مضمون کو پورا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور جب انبیاء کے کمالات کی یہ کیفیت ہے تو اوروں کے کمالات کس حساب میں ہیں اور اگر ہنوز اُن کی نسبت کچھ شک ہو تو وہی تقریر جس سے خاتم الانبیاء کا مصدر العلوم ہونا اور انبیاء باقی کا اس سے مستفید ہونا ثابت ہوا ہے اوروں کے علوم کے مقابلہ میں جاری ہو سکتی ہے (قبلہ نما ص۴۷) [دیکھیں یہاں بھی حضرت نے نبی کریم ﷺ کو خاتم الانبیاء کہہ کر اپنے عقیدے کا اظہار کیا ہے]

۳۸) ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

باقی علم معقولات میں اگر خاتم الانبیاء ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو بظاہر مداخلت

نہیں معلوم ہوتی تو اول معلوم نہ ہونے سے کسی شے کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا ہم بہت سی باتیں جانتے ہیں اور بہت سے علوم میں دخل رکھتے ہیں مگر غیر ضروری سمجھ کر اس میں نہیں بولتے اور اس لئے اوروں کو اطلاع نہیں ہوتی علاوہ بریں گفتگو علم میں [ہے] معلومات میں نہیں۔ دخل کا ہونا نہ ہونا، معلومات کا ہونا نہ ہونا علم کا ہونا نہ ہونا نہیں

۔ اگر کوئی شخص قوی البصر خانہ نشین ہو اور دوسرا شخص ضعیف البصر اور سیاح اور اسلئے اس کو بہ نسبت شخص اول زیادہ تر عجائب وغرائب کے مشاہدہ کا اتفاق ہوا ہو تو اس زیادتی معلومات سے اس کی بصارت قوی نہ ہو جائے گی اور کمال بصارت میں شخص اول سے نہ بڑھ جائے گا سو اگر کسی شخص کم فہم اور غبی کو بوجہ محنت وطلب کسی فن میں کچھ دخل حاصل بھی ہو تو کیا ہوا ان چند معلومات سے مرتبہ فہم میں اہل فہم سے نہ بڑھ جائے گا۔

علاوہ بریں جیسے سوئی دیکھو یا پھالی قوت باصرہ دونوں صورتوں میں ایک ہے۔ فرق ہے تو اتنا ہے کہ سوئی باریک ہے اور پھالی موٹی ایسے ہی ذات وصفات خداوندی اور اسرار احکام خداوندی کا علم ہو یا زمین و آسمان اور ادویہ اور خواص اجسام اور قضایا اور تصورات کا علم ہو قوت علمیہ یعنی ذہن اور فہم ایک ہے فرق ہے تو اتنا ہے کہ اول صورت میں معلومات دقیقہ اور خفیفہ ہیں اور دوسری صورت میں معلومات جلیہ واضحہ۔ سو جیسا بمقابلہ سوئی و ہلال بست وفہم کے دیکھنے کے پھالی اور سوا اس کے اور موٹی چیزوں کا دیکھنا کمال نہیں سمجھا جاتا ایسا ہی بمقابلہ علم ذات وصفات و اسرار واحکام خداوندی علم زمین و آسمان وادویہ وخواص اجسام وقضایا وتصورات منجملہ کمالات نہ شمار کیا جائے گا (۱)۔ ہاں شمار کرنے والا کم عقل ہو تو خیر۔

---

(۱) یاد رہے کہ حضرت نانوتویؒ نبی کریم ﷺ کیلئے علم شریعت میں فوقیت مانتے ہیں آپ کیلئے علم غیب کا عقیدہ ہرگز نہ رکھتے تھے۔ اگر آپ کیلئے علم غیب کے قائل ہوتے تو ان جوابات کی کوئی ضرورت نہ تھی صاف کہہ دیتے کہ آپ کو ہر ہر چیز کا علم قطعی حاصل ہے۔

بالجملہ بوجہ خیال معلوم کمال علمی سرورانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام میں متأمل ہونا اسی کا کام ہے جس کو سر اور دُم کی تمیز نہ ہو۔ بعد استماع فرق علم ومعلوم واطلاع مصدریت خاتم الانبیاء یہ خیالات اہل عقل کے نزدیک قابل التفات نہیں اور اس لئے بعد لحاظ امر کے کہ علم اور کمالات کے حق میں منشا اور اصل ہے علم اور نیز جملہ کمالات میں خاتم الانبیاء کو اصل اور مصدر ماننا لازم ہے جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عالم امکان کمالات علمی ہوں یا کمالات عملی دونوں میں خاتم الانبیاء ﷺ اصل اور مصدر ہے۔ اور سوا اس کے جو کچھ کمال رکھتا ہے وہ دریوزہ گر در خاتم الانبیاء ﷺ ہے اس سے زیادہ وضوح کی ہوس ہو تو تتمہ کا انتظار لازم ہے مگر جو شخص ان دونوں کمالوں میں اوروں سے کامل ہوگا وہ لاریب عبدیت وعبودیت میں بھی اوروں سے بڑھا ہوا ہوگا

وجہ اس کی یہ ہے کہ جیسے آگ اور پھونس کے اقتران کا نتیجہ احتراق ہوتا ہے اور آفتاب اور آئینہ کے تقابل کا ثمرہ آئینہ کی استنارت ہوتی ہے ایسے ہی کمال علمی اور کمال عملی کے اقتران کا نتیجہ بھی عبودیت اور عبدیت ہے (۱) وجہ اس کی یہ ہے کہ کمال علمی کو یہ لازم ہے کہ اعلیٰ درجہ کی معلومات تک ذہن پہنچے سو جو شخص تمام افراد بشری سے اس کمال میں ممتاز ہوگا لاجرم عمدہ سے عمدہ معلومات تک اس کا ذہن پہنچے گا اور وہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ذات وصفات وتجلیات واسرار احکام خداوندی ہیں اور کمال عملی کو یہ لازم ہے کہ علم سے معاً متاثر ہو اور موافق ہدایت علمی اس سے اعمال سنجیدہ صادر ہوں۔ یہ اس لئے عرض کرتا ہوں کہ علم کو بشرط صحت طبیعت عملی عمل لازم ہے ورنہ نقصان طبیعت مذکور ہو تو علم رکھا رہا۔ کرد خاک بھی نہیں ہوتا [یعنی اگر طبیعت کا نقصان ہو تو علم کے باوجود عمل خاک نہ ہوگا یعنی عمل سے محروم رہے گا۔ کرد کا معنی یہاں عمل ہے۔ واللہ اعلم راقم]

---

(۱) حضرت کی اس تحقیق سے پتہ چلا کہ علم وہی معتبر ہے جو بندے میں عبدیت پیدا کرے محض انگریزی دان یا سائنس کی کسی شعبے کی مہارت حاصل کرنے والے اور بجائے دیندار بننے کے دین سے بیزار رہنے والے کو ہرگزہ وہ علم حاصل نہیں جو شرعی طور پر مطلوب ہے۔

بخیل کو کتنے بھی فضائل سخاوت کیوں نہ معلوم ہوں ہاتھ سے کوڑی نہیں چھوٹ سکتی مگر یہ فرق کہ علم ہواور عمل نہ ہو قابل ہی کی جانب متصور ہے فاعل یعنی اصل اور مصدر کمال علمی و عملی کی جانب متصور نہیں۔ وجہ عقلی تو یہی ہے کہ مصدر کے حق میں تو وصف صادر خانہ زاد ہوتا ہے سو جو شخص مصدر کمال علمی ہواور پھر بایں وجہ کہ کمال علمی کمال عملی کے لئے اصل اور منشأ ہے وہ شخص مصدر کمال عملی بھی ہو تو لاجرم موافق اُس قاعدہ ممہدہ مذکورہ کے کہ اصل اور مصدر وصف اُس وصف میں اکمل اور افضل ہوا کرتا ہے مصدر مذکور یعنی خاتم کا دونوں کمالوں میں کامل ہونا بلکہ اکمل اور افضل اور اعلیٰ اور اشرف ہونا واجب التسلیم ہوگا۔ (قبلہ نما ص ۷۵،۷۶)

[اس عبارت میں آپ دیکھیں کہیں ختم نبوت کا ذکر ہے تو کہیں آپ کے اعلیٰ ہونے آسانی کیلئے ایسے الفاظ پر خط لگا دیئے ہیں]

جا بجا ختم نبوت کا ذکر ہے

۳۹) آگے اس مضمون کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہاں قابل کی جانب کئی احتمال ہیں دونوں کا قبول بدرجہ کمال ہو یا دونوں کے قبول میں نقصان ہو یا ایک قبول اچھا ہواور دوسرے کمال کے قبول میں نقصان ہو مگر ہر چہ بادا باد قابل مصدر کے برابر نہیں ہوسکتا چنانچہ اوپر عرض کر چکا ہوں اور تمثیل مطلوب ہو تو لیجئے آفتاب مصدر نور بھی ہے اور مصدر حرارت بھی ہے اس کا دونوں کمالوں میں کامل ہونا تو مثل آفتاب نیمروز روشن ہے رہی قابلات ان میں آتشیں شیشہ تو دونوں کے حق میں بدرجہ اتم قابل ہے مگر قبول کتنا ہی کیوں نہ ہو مصدر کی برابری ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ باوجود کمال قبول آتشیں شیشہ آفتاب کا ہم سنگ تو کیا پاسنگ بھی نہیں اور آئینوں میں قبول نور تو بدرجہ اتم ہے پر قبول حرارت نہیں اور پتھر لوہے وغیرہ میں قبول حرارت زیادہ ہے پر قبول نور نہیں۔ بالجملہ خاتم میں چونکہ دونوں کمال بدرجہ کمال ہوتے ہیں اور وجہ اس کی یہی ہے کہ مصدر ہوتا ہے تو بالضرور بمقتضائے کمال علمی اول خدا کے جمال و جلال سے بدرجہ کمال اس کو واقفیت ہو یہاں تک کہ اور کوئی ہمسنگ تو کیا اس کے پاسنگ بھی نہ ہوسکے

اور پھر بمقتضائے کمال عملی علم جمال وجلال سے بدرجہ کمال ہی متاثر ہو اس کے بعد بمقتضائے کمال علمی اسرار احکام خداوندی سے آگاہ ہو اور پھر بمقتضائے کمال علمی اس کے موافق بجالائے۔ مگر علم جمال کی تاثیر محبت اور علم جلال کا اثر خوف ہے اور ظاہر ہے کہ یہی دو سامان تذلل ہیں۔ لیکن جب کمال تاثیر علمی اور کمال تاثیر عملی ہے تو پھر کمال ہی درجہ کی محبت اور کمال ہی درجہ کا خوف بھی ہوگا اس لئے کمال ہی درجہ کا عجز و نیاز اور تذلل خدا کے حضور میں پید ہوگا سو یہی کمال عبدیت ہے اور اس کے بعد بوجہ کمال علم اسرار احکام وکمال انقیاد کمال ہی درجہ کی اطاعت ہوگی سو یہی کمال عبودیت ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ کمال مقابل کمال معبودیت ہے مگر کمال معبودیت محبوبیت میں ہے چنانچہ پہلے معروض ہو چکا ہے وہاں اگر جمال ہے تو یہاں محبت ہے وہاں اگر استغناء ہے تو یہاں خوف ہے باقی رہی حکومت اگر چہ وہ بھی ایک قسم معبودیت ہے وہاں بھی یہی دو صورتیں ہیں ایک محبت، پر محبت احسانی دوسرے خوف، پر خوف قہر لیکن محبوبیت میں جو بات ہے وہ حکومت میں کہاں اس لئے محبت جمالی میں جو بات ہوگی محبت احسانی میں کہاں وہ بات ہوگی؟ اور خوف استغناء میں جو بات ہے وہ خوف قہر میں کہاں؟ (قبلہ نما ص ۷۶۔۷۷)

[اس عبارت میں بھی نبی کریم ﷺ کیلئے خاتم کا لفظ استعمال کیا ہے ہاں اتنی بات ہے کہ حضرت نے نبی ﷺ کی عظمت کو یوں بیان کیا ہے کہ آپ کے دل میں اللہ کی محبت بھی سب سے زیادہ اور اس کا خوف بھی سب سے بڑھ کر۔ یہ نہیں کہ کائنات کے اختیار بھی آپ کو دے دیئے گئے نہیں بلکہ اللہ کی بندگی میں آپ سب سے بڑھ ہوئے تھے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اولیاء تیرے محتاج اے رب کل تیرے بندے ہیں سب انبیاء اور رسل

ان کی عزت کا باعث ہے نسبت تیری ان کی پہچان تیرے سوا کون ہے؟]

۴۰) <u>چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔</u>

معبود میں علم وقدرت و جمال وکمال تو سب کچھ ہونا چاہئے پر منت سماجت خوشامد و درآمد حاجت و بیقراری اور ذلت اور خواری نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ مطلوب وہی چیز ہوتی ہے

جواپنے پاس نہیں ہوتی اس لئے محبوبیت کومحبت اور معبودیت کوعبدیت اورعزت کوذلت مطلوب ہوگی اوراس وجہ سے خدا کے یہاں سے بالاصالت اور بالذات اگر مطلوب ہوں گی تو یہی باتیں ہوں گی یہی اس کے خزانہ میں نہیں اور سب کچھ ہے مگر مطلوب وہی چیز ہوتی ہے جومحبوب ہوتی ہے اس لئے یہ ضرور ہے کہ حضرت خاتم ﷺ مرتبہ محبوبیت کے مطلوب ہوں اوراس لئے ضرور ہے کہ مرتبہ محبوبیت کے محبوب ہوں اوراس لئے یہ ضرور ہے کہ دربار خاص اُن کے لئے مخصوص ہوسووہ دربار تو خانہ کعبہ ہے اور وہ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔(قبلہ نما ص ۷۷)

[دیکھئے اس عبارت میں بار بار نبی کریم ﷺ کی محبوبیت اورآپ کی خاتمیت کا ذکر ہے ضمنی طور پر خانہ کعبہ سے بھی ختم نبوت پر استدلال موجود ہے وللہ الحمد علیٰ ذلک]

۴۱) نبی کریم ﷺ کے کمال علمی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کمال علمی پر تو اُن کا اعجاز قرآنی کافی ہے اگر چہ ماہرانِ احادیث کو اور بھی یقین بڑھ جاتا ہے القصہ کمال علمی کو یہ ضرور ہے کہ معلومات کاملہ تک بوجہ احسن پہنچے اوران کا نشان عرض کر چکا ہوں کہ وہ کیا چیز ہیں؟ اوراب یہ عرض کرتا ہوں کہ قرآن اس باب میں لاجواب ہے اگر کوئی نہ مانے تو کوئی کتاب اس سے بہتر یا اس کے مثل دکھائے تو جانیں یہ تو علم حقائق کا حال تھا

اب علم وقائع کی سنئے علم وقائع میں سب سے بڑھ کر علم مبدأ ومعاد ہے اورعلم زمانہ گذشتہ اور زمانہ آئندہ ہے علم واقعات زمانہ گذشتہ میں تو اس سے بڑھ کر کوئی واقعہ نہیں کہ اچھوں اور بروں کے افعال اور احوال معلوم ہوں جس سے عبرت ہواور ثمرۂ شجرۂ زندگانی سے شیریں کام ہواورعلم واقعات مستقبلہ میں وہ پیشگویاں ہیں جن سے اچھوں اور بُروں کی آمد اوراُن کے افعال واحوال کی برآمد کی خبر ہواوراُس سے امید اور اندیشہ دل میں پیدا ہواور متاع عمر عزیز بیکار نہ جائے سوان دونوں میں بھی جس کسی کا دل چاہے قرآن وحدیث سے مقابلہ کرلے۔(قبلہ نما ص ۷۷)

[اس عبارت میں پیشگوئیوں میں بھی نبی کریم ﷺ کی سب پر فوقیت بتائی گئی ہے اس مضمون کی مزید وضاحت کیلئے دیکھیں آیات ختم نبوت ص ۷۸۷،۷۸۹]

۴۲) کمالات عملی میں آپ کی فوقیت ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رہے کمالات عملی اُن پر اول تو اہل عقل کیلئے سوانح عمری محمدی ﷺ دلالت کرنے کو کافی ہے۔اور بزرگوں کی سوانح عمری کو آپ ﷺ کی سوانح عمری سے ملا کر دیکھئے جیسے دیدۂ اہل نظر بے اس کے کہ پہلے سے کوئی پیمانہ دیا جائے جمال یوسفی کو اوروں کے جمال سے دیکھتے ہی بتلائے گا ایسے ہی دیدۂ اہل بصیرت آئینہ جہاں نما سوانح عمری کو دیکھتے ہی کمال عملی محمدی کو اوروں کے کمالات عملی سے ان شاء اللہ بڑھ کر بتلائے گا دوسرے کمال علمی کی بہت سی شاخیں ہیں پر جیسے درخت کی چوٹی ایک ہی ہوتی ہے ایسے ہی یہاں بھی اوپر کی شاخ ایک ہی ہے وہ شاخیں تو یہ اخلاق حمیدہ ہیں اور وہ اوپر کی شاخ محبت ہے اوروں کا شاخ کمال علمی ہونا اس سے ظاہر ہے کہ تمام اخلاق مبادی اعمال متنوعہ ہیں سخاوت سے کچھ اور کام ہوتے ہیں اور شجاعت سے کچھ اور افعال۔اور محبت کی شاخ عالی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تمام اخلاق اس کے خدمتگار اور تابعدار ہیں جس سے محبت ہوتی ہے اسی طرف سخاوت وشجاعت وعلم وحیا وغضب وفا وغیرہ کا میلان ہوتا ہے۔ یہ معنی کہ محبوب کے لئے نہ مال سے درگذر نہ جان سے دریغ اس کی میٹھی کڑوی سب سہی جاتی ہیں اور اس کی قدر ومنزلت کے آگے اپنی جان و مال کو حقیر سمجھ کر بوجہ حیا اس کے سامنے آنکھ نہیں کی جاتی اس کا دشمن نظر آئے تو آنکھوں میں خون اتر آئے اور اس کا عہد و پیان یاد آئے تو جان پر کھیل جائے غرض جدھر کو محبت کا رخ ہوتا ہے اُدھر ہی کو تمام اخلاق کی توجہ ہوتی ہے اور کمال محبت کی نشانی یہ ہے کہ اپنے محبوب کی بات ہلکی ہوتی نظر آئی تو مال واسباب پر پشت پا مار، زن وفرزند خویش واقرباء گھر بار چھوڑ کر مقابل میں ایک ہو یا ہزار سر بکف تنہا میدان کارزار میں دشمنان محبوب سے دست وگریباں اور دوچار ہوئے۔

اس کے بعد حضرت رسول عربی ﷺ کے زمانہ کے شرک و بدعت اور ابناء روزگار کی شوکت اور ثروت اور پھر اس پر آپ کی تنہائی اور افلاس اور پھر جوش اور اخلاص کو دیکھئے تو یوں یقین ہو جاتا ہے کہ ایسی جان نثاری اور وفاداری کسی سے نہیں بن پڑی اُس زمانے کے کفر وشرک کی یہ

کیفیت تھی کہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک توحید او ر اصل دین کا پتہ نہ تھا ہندوستان میں تو قدیم سے شرک رہا ہے اور کیوں نہ ہو خود اُن کے اُن بیدوں میں جو اُن کے اعتقاد کے موافق صحیفہ آسمانی اور قانون یزدانی ہے شرک کی تعلیم موجود ہے ۔

علی ھذ االقیاس چین کی بھی یہی کیفیت تھی ادھر ترکستان کا یہی حال تھا ان مما لک میں ایک ہی قسم کے خیالات اعتقادی اور عبادات اجتہادی تھے رہا ایران وہاں آتش پرستی کی گرما گرمی ۔عرب میں خود بت پرستی تھی یورپ میں علاوہ تحریف دین جس پر ان کی کتب کی کیفیت اور ان کے علماء کا اقرار شاہد ہے اور جس کے باعث بجائے دین خداوندی ایجاد بندہ یعنی بدعت رائج ہوگئی تھی بوجہ غلبہ تثلیث وصلیب پرستی توحید کا پتہ نہ تھا مصر وحبش کی یہی کیفیت تھی ۔غرض تمام مما لک میں بجائے توحید شرک اور بجائے دین خداوندی ایجاد بندہ یعنی بدعت کا رواج تھا اُس زمانہ میں جو شخص توحید کا نام لے اور تجدید دین کا کام کرے یوں کہو سارے زمانے کو اس نے اپنا دشمن بنالیا یہ بھی امید نہیں کہ یہاں سے بھاگے تو وہاں پناہ مل جائے گی بلکہ موافق مصرعہ

بہر کجا کہ رسیدیم آسمان پیداست

اُس زمانہ میں عرب وعجم برابر نظر آتا تھا (قبلہ نما ص ۷۷، ۷۸)

۴۳) نبی کریم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت میں ڈوب کر لکھتے ہیں:

آفرین ہمت محمدی ﷺ کو کہ سارا زمانہ ایک طرف تھا اور وہ تنہا ایک طرف تھے بوجہ تعصب مذہبی جس کے باعث اپنے بیگانے سب خون کے پیاسے بن جاتے ہیں جو جو جفائیں اُن پر اُن کی قوم نے کیں اُن کو کون نہیں جانتا مگر جب اہل وطن سے اُمید رو براہی نہ رہی تو گھر بار زن وفرزند خویش واقرباء کو چھوڑ کر بحالت تنہائی وہ اور ان کے یار غار ابوبکر صدیق ؓ سر بکف ہو کر مدینہ میں آئے اور اپنے چند خستہ حال رفیقوں سے اس بیکسی اور فقر وفاقہ میں مخالفان خدا سے اس استقلال سے مقابل ہوئے کہ اُس کی نظیر صفحہ ہستی میں صورت پذیر نہ ہوئی مگر نقل مشہور ہے ہمت کا حامی خدا ہے اُن کے استقلال اور اُن کی صدق نیت اور حسن احوال اور اُن کی اس راست بازی

اور صدق مقالی اور ان کی حقانیت اور کمال کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو مقابل ہوا اسی نے منہ کی کھائی اور جس نے سر ابھارا وہی سر کے بل گرا۔ ہجرت اوروں نے بھی کی پر یہ جان نثاری کہاں؟ محبت کیش [شاید اس کا معنی یہ ہو کہ محبت کے دعویدار اور بھی تھے یا کوئی لفظ ہو واللہ اعلم۔ راقم] اور بھی تھے پر یہ وفاداری کہاں؟ اگر کسی نے راہ خدا میں داد شجاعت دی بھی تو نہ ایسا خوفناک زمانہ تھا نہ پھر ایسا نتیجہ اس پر متفرع ہوا۔ وہ کون ہے جس کی ہمت کی بدولت توحید کا بول بالا ہوا اور شرق سے غرب تک ایک خدا کی پرستش کا شور پڑ گیا ہو۔ یہ کرشمہ محبت خداوندی اور اعجاز کمال عملی نہ تھا تو اور کیا تھا؟ اگر آپ مسند آرائے حکومت یا کارفرمائے مال و دولت ہوتے تو یہ بھی احتمال تھا کہ خوف شوکت یا طمع دولت میں ایک لشکر ظفر پیکر ساتھ ہو گیا ہو مگر اس بیکسی اور افلاس پر کارنمایاں جس کی نظیر تواریخ سلاطین میں بھی نہیں اور وہ بھی اس کیفیت کے ساتھ کہ اپنے لئے کچھ نہیں اِدھر ہر بات میں خدا کی عظمت اور توحید پر نظر ہے اسی اخلاص اور محبت کا ثمرہ ہو سکتا تھا یا تسخیر اخلاق کا نتیجہ۔ سو ایسا اخلاص اور محبت اور ایسے اخلاق اور الفت کوئی کسی میں دکھلائے تو سہی شری رامچند ر اور شری کرشن نے یہ کام کئے تھے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ بات بن پڑی تھی (قبلہ نما ص ۷۷، ۷۸، ۷۹)

[حضرت نے نبی کریم ﷺ کی عظمت یوں بیان کی کہ آپ نے انتہائی مشکلات کے باوجود ہر طرف توحید کا اعلان کر دیا اب جو لوگ غیر اللہ ہی سے ہر قسم کی امیدیں لگاتے ہیں ان کو ہر مشکل میں پکارنے کے عادی ہوں ان کو حضرت کی ان باتوں سے خدا جانے اتفاق بھی ہو گا یا نہیں]

۴۴) <u>اس کے بعد فتح مکہ سے نبی کریم ﷺ کی عظمت ثابت کرتے ہیں:</u>

اور یہ تو ظاہر بینوں کے انداز فہم کے موافق گفتگو تھی کاملان فہم کے لئے تو اور بھی ترقی محبت اور اعتقاد محمدی کی گنجائش ہے۔ غرض یہ ہے کہ ایک قسم کے دو کاموں میں تفاوت دو طرح ہوتا ہے ایک تو یہ کہ ایک ہی قسم کا نتیجہ دونوں پر متفرع ہو پر ایک پر زیادہ اور ایک پر کم دوسرا یہ ہے کہ

باہم دونوں کے نتیجے میں فرق نوعی ہو۔ دو سپہ سالار اگر حفاظت حدود ملک میں جانبازی کریں پر ایک زیادہ کامیاب ہو تو یہ پہلی صورت ہے اور اگر ایک سردار فقط سرحد کی حفاظت میں دادِ شجاعت دے اور ایک بادشاہ کے خانماں کو بچائے یا دار الخلافت سے غنیم کے لشکر کو نکال دے تو گو بظاہر باعتبار شجاعت دونوں برابر ہیں پر اول تو واقفان حقیقت کے نزدیک اِس شجاعت اور اُس شجاعت میں بھی فرق ہے کیونکہ جس قدر غنیم کو بادشاہ کی گرفتاری میں اہتمام ہوتا ہے اُتنا اوروں کی گرفتاری میں نہیں ہوتا اور جس قدر دار الخلافت کے تسلط کے وقت خیال استحکام ہوتا ہے اس قدر اور مواقع میں نہیں ہوتا اور اس لئے ایسے وقت میں ایسے ویسے شجاعوں سے کام نہیں چلتا۔ دوسرے یہ امداد ایسی ہے جیسے شکار کے پیچھے دوا دو [اس کا معنی ہر طرف دوڑنا۔ سراج اللغات ص۱۷۶] کے باعث کوئی بادشاہ لشکر سے علیحدہ شدت تشنگی سے جان بلب تھا اور اس لئے ایک پیالہ پانی کا آدھی سلطنت کے بدلے خرید لیا تھا اور حدود پر جان نثاری ایسی ہے جیسے حالت امن و اطمینان میں روزمرہ معمولی تنخواہوں پر بہشتی پانی بھرا کرتے ہیں جیسے بوجہ ضرورت اسی پانی کے دام کہاں سے کہاں پہنچے؟ ایسے ہی بوجہ ضرورت فتح مکہ کے ثواب کو بھی اوروں کی جان نثاری کی نسبت اتنے ہی تفاوت پر سمجھئے کیونکہ حاصل فتح مذکور یہ ہوا کہ تجلی گاہ محبوبیت یعنی خانہ کعبہ کو دشمنانِ خدا کے پنجے سے نکالا اور پھر ان میں سے بتوں کو نکال باہر کیا اور یہ بعینہ ایسا ہے جیسا کوئی دار الخلافت سے غنیم کو باہر نکال دے ایسا سردار بے شک اس کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کے اگلے پچھلے قصوروں سے اس کو بری کر دیں (۱) اور عمدہ سے عمدہ عہدہ اور عمدہ سے عمدہ انعام اسکو عطا کریں اور ہمیشہ تفقد

---

(۱) اس سے یہ ہرگز نہ سمجھ لیا جائے کہ حضرت نانوتوی نبی کریم ﷺ کو معصوم نہ مانتے تھے آپ نے مباحثوں کے اندر بھی انبیاء کرام کی عصمت کا اعلان کیا ہے قاسم العلوم میں اس موضوع پر مستقل مکتوب موجود ہے۔ دراصل حضرت نانوتویؒ سورۃ الفتح کی ابتدائی آیات سمجھانا چاہتے ہیں۔

تنبیہ: یاد رکھیں کہ مغفرت کا اظہار ہمیشہ کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ (باقی اگلے صفحہ پر)

مربیانہ اس کے ساتھ کرتے رہیں یعنی علاوہ خبر گیری ضروری اس کے برے بھلے سے آگاہ کرتے رہیں اور کوئی شخص اس سے برسر پیکار ہو تو خود اس کی مدد کریں اور حاصل ان سب باتوں کا اور خلاصہ ان سب عنایتوں کا وہی محبوبیت ہے۔

یہ بات تو عقلی تھی پھر اُدھر خدا کے کلام کو دیکھا تو آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا میں ان چاروں باتوں کا وعدہ پایا اور اس لئے اُس کلام کی حقانیت کا اور اپنے خیال کی راستی کا اور بھی یقین ہوگیا۔ باقی رہی فضیلت غزوۂ بدر وہ بایں نظر ہے کہ اس قلت اور ذلت کے وقت ایسی جان نثاری دشوار اور بہت دشوار تھی ورنہ باعتبار نتیجہ اس کو فتح مکہ سے کیا نسبت؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کبھی محض محبت کا تقاضا ہوتا ہے جیسے کسی شاگرد نے اپنے استاد کی دعوت کی اپنی ہمت کے مطابق اچھے کھانے تیار کئے لیکن آخر میں کہتا ہے کہ ہم سے جو کوتاہی ہوگئی معاف کردیں۔ اگر استاد کہے کوئی کوتاہی نہیں تو شاگرد کی تسلی نہیں ہوتی اور اگر استاد کہہ دے کہ جو کمی کوتاہی تجھ سے ہوگئی میں نے اسے معاف کردیا اب شاگرد کو خوشی ہوگی۔

پہلے انبیاء کرام قیامت کے دن اپنی کچھ باتوں کو یاد کر کے شفاعت کیلئے آگے نہ بڑھیں گے ہمارے نبی ﷺ سے کہا جائے گا کہ اللہ نے آپ کی بخشش کا اعلان کیا ہوا ہے اس لئے آپ شفاعت کریں تو آپ شفاعت کیلئے آگے بڑھیں گے چنانچہ: بخاری شریف میں ہے ﴿فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ﴾ (بخاری ج۲ص ۶۸۵) مسلم شریف میں ہے عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے ﴿نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَأْتُوْنِيْ فَيَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ﴾ (مسلم طبع بیروت ج۱ص ۱۸۵) جناب احمد رضا خان نے سورۃ الفتح کی آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کیا ہے ''تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے'' بتائیں کہ بخاری مسلم کی ان احادیث کا ترجمہ کیا کرے گا۔

القصہ کمال عملی کمال محمدی ایسا لا ثانی ہے کہ بجز اہل تعصب اور سوائے جاہلان کم فہم اور کوئی اس کا منکر نہیں ہوسکتا جب کمال علمی اور کمال عملی دونوں میں آپ یکتا نکلے تو پھر آپ خاتم نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ نہ کسی اور کے لئے یہ خطاب آیا اور نہ کسی اور نے یہ دعوی کیا مگر جب خاتمیت ہے تو جیسے خاتم مراتب معبودیت مرتبہ محبوبیت ہے ایسے ہی اس کے لئے عبد بھی خاتم مراتب عبدیت وعبودیت چاہئے اس لئے تجلی گاہ محبوبیت آپ ہی کے لئے مخصوص رہا اور آپ ہی کو اس کے استقبال کا حکم ہوا تا کہ یہ تاخر استقبال دونوں کی خاتمیت پر دلالت کرے۔ (قبلہ نما ص ۷۹،۸۰)

[دیکھئے فتح مکہ کے واقعہ کے ضمن میں بھی حضرت نانوتویؒ نبی کریم ﷺ کے یکتا ہونے کو اور آپ کے خاتم ہونے ہی کو ثابت کیا ہے۔ لگتا ہے کہ آپ کو اس عقیدہ سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا بہانے بہانے سے اس کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین اسلام پر کامل شرح صدر عطا کرے۔ آمین]

۴۵) اس کے بعد فرماتے ہیں:

بالجملہ تجلی گاہ محبوبیت کے یہ چند خواص ہیں اول تو وہ وجود اور تعمیر میں اول ہو دوسرے ویرانی اور بربادی عالم کا اس سے ابتداء ہو تیسرے یہ کہ ارکان حج اس کے ساتھ متعلق ہوں چوتھے یہ کہ خاتم الانبیاء ﷺ کے لئے مخصوص رہے سو بحمد اللہ یہ چاروں باتیں خانہ کعبہ میں موجود ہیں اور وجہ اصلی ان سب کی انعکاس اور رونق افروزی تجلی مذکور ہے وہی مسجود اور معبود ہے اور دیوار کعبہ فقط مسجود الیہ اور مثل تخت شاہی اور درِ دولت شاہی جہت اور سمت اور قبلہ آداب و نیاز ہے مثل بتان ھندو چین وعرب و آتش ایران خود معبود اور مسجود نہیں یہی وجہ ہے کہ اُس طرف کو رکوع وسجود کرتے ہیں تو اُس کو استقبال کعبہ کہتے ہیں مثل بت پرستی کعبہ پرستی نہیں کہتے اور یہی وجہ ہے کہ وقت استقبال عظمت کعبہ کا خیال تک بھی شرط نہیں چہ جائیکہ مثل بت پرستی نیت پرستش کعبہ ہو اگر کسی کو دھیان بھی نہ آئے تو عبادت میں قصور تو کیا ہوتا اور کمال سمجھئے کہ غیر خدا کا خیال بھی نہ آیا اور یہی

وجہ ہے کہ اول سے آخر تک نماز اور حج میں کوئی کلمہ مشعر تعظیم کعبہ نہیں آتا۔ جو ہوتا ہے وہ خدا ہی کی تعظیم کا کلمہ ہوتا ہے جیسے بت پرستی میں من اولہ الی آخرہ غیر خدا کی تعظیم ہوتی ہے استقبال کعبہ میں ایک لفظ بھی کعبہ کی تعظیم کا نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ اداءِ نماز و حج کے لئے دیواروں کا ہونا شرط نہیں اگر ان عبادتوں میں کعبہ پرستی ہوتی تو جیسے وقت بت پرستی بتوں کا سامنے ہونا ضرور ہے دیوار کعبہ کا سامنے ہونا بھی ضرور ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں خود اللہ یا شریک اللہ نہیں سمجھتے جو مثل بت پرستی وقت عبادت اہل اسلام کعبہ پرستی کا احتمال ہو اور یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام کعبہ کو اپنے حق میں مختار نفع وضرر نہیں سمجھتے بلکہ حضرت محمد ﷺ کو جو اُدھر کو عبادت کرتے تھے اُس سے افضل سمجھتے ہیں اگر اہل اسلام خانہ کعبہ کو اپنا معبود سمجھتے تو لاجرم جیسے بت پرست اپنے معبودوں کو مختار نفع وضرر اور عابدوں سے افضل سمجھتے ہیں وہ بھی خانہ کعبہ کو مختار نفع وضرر اور رسول اللہ ﷺ سے افضل سمجھتے اور یہی وجہ ہے کہ خانہ کعبہ کے استقبال میں اول خدا کے حکم کا انتظار رہا اگر اہل اسلام خانہ کعبہ کو مثل بتان ہند و عرب مستحق عبادت سمجھتے تو جیسے خدا کی عبادت میں ان کو اور بتوں کی عبادت میں آرزوؤں کو [یعنی بت پرستوں کو جو صرف آرزو یا امید کی بنا پر بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کو۔ راقم] کسی کے حکم کا انتظار نہیں ایسے ہی خانہ کعبہ کے استقبال میں بھی ان کو خدا کے حکم کا انتظار نہ ہوتا (قبلہ نما ص ۸۰، ۸۱)

[دیانند سرتی نے جو اعتراض کیا تھا کہ مسلمان کعبہ کی عبادت کرتے ہیں اس کا جواب یہ بھی تھا کہ ہمیں اس گھر کی عبادت کا نہیں اس کے رب کی عبادت کا حکم ہے سورۃ قریش میں فرمایا فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ترجمہ "وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں"۔ حضرت نانوتویؒ نے متعدد جوابات دیئے مگر حیرت یہ ہے کہ سائل نے نہ نبوت کی بابت سوال کیا تھا نہ ختم نبوت کا پوچھا تھا مگر حضرت نانوتویؒ یہاں بھی ختم نبوت کو مبرہن کر گئے۔ عقیدۂ ختم نبوت پر کام تو بہت سوں نے کیا مگر کم از کم اس عاجز کے ناقص مطالعہ میں ختم نبوت کا اس قسم کا کوئی مبلغ نہیں گزرا اگر کسی اور کے علم میں ہو تو باحوالہ اطلاع دے کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائے]

۴۶) حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں:

موافق اعتقاد اہل اسلام حقیقت محمدی حقیقت کعبہ سے افضل ہے (قبلہ نماص ۸۱)

۴۷) ایک جگہ حضرت لکھتے ہیں:

حسب روایت قرآنی حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ اور یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں اور ماں باپ کے مسجود مگر موافق اعتقاد اہل اسلام اور بمقتضائے دعویٰ خاتمیت حضرت محمد ﷺ ان دونوں سے افضل (قبلہ نماص ۸۱)

۴۸) ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

اب باوجود افضلیت رسول اللہ ﷺ بہ نسبت خانہ کعبہ اس کی طرف اُن کے سجدہ کی وجہ بھی بیان کر ہی دیتا ہوں سنئے وزیر اعظم سے بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں ہوتا۔ بعد رتبہ شاہی اگر اس کے رتبہ کو کہئے تو بجا ہے مگر بایں ہمہ اس کی آستانہ بوسی سے کوئی یوں نہیں سمجھتا کہ بعد رتبہ شاہی رتبہ آستانہ ہے رتبہ وزیر اس سے کم ہے سو جو بات آستانہ بوسی وزیر میں ہوتی ہے وہی بات سجدۂ محمدی میں ہے۔ حضرت محمد عربی ﷺ بمنزلہ وزیر اعظم ہیں اور خانہ کعبہ بمنزلہ آستانہ شاہی اور کیوں نہ ہوں یہ بیت اللہ ہے تو وہ حبیب اللہ اور حبیب اللہ اور بیت اللہ میں جسقدر فرق ہونا چاہئے وہ خود ظاہر ہے بلکہ بعد غور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مَا بِهِ الْاِفْتِخَار کعبہ جس کو اپنی اصطلاح میں حقیقت کعبہ کہیے مَا بِهِ الْاِفْتِخَار محمدی کا ظل اور پرتو ہے الخ (قبلہ نماص ۹۰)

[یہ عبارتیں بھی نبی ﷺ کے افضل واعلیٰ اور آخری نبی ہونے کے عقیدہ میں صریح ہیں کوئی ابہام نہیں ہے حقیقت کعبہ اور حقیقت محمدی کا مزید بیان قبلہ نماص ۹۱ میں حضرت نے ذکر کیا ہے]

۴۹) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

مصداق عبد کامل پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ ذات حمیدہ صفات حضرت خاتم النبیین ﷺ ہے اور اس لئے اس بات کا تسلیم کرنا لابدی [ضروری] ہے کہ حقیقت کعبہ پرتو حقیقت محمدی ہے اور اس وجہ سے اعتقاد افضلیت حقیقت محمدی ﷺ بہ نسبت حقیقت کعبہ ضروری ہے (قبلہ نما

ص۹۱ سطر آخر و ص۹۲)

[یہ عبارتیں بھی نبی ﷺ کے افضل واعلی ہونے میں صریح ہیں کوئی ابہام نہیں ہے]

۵۰) ایک جگہ فرمایا:

اب یہ بات باقی رہی کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ باوجودیکہ سب کے علوم کے منبع اور خطاب علمك ما لم تكن تعلم و كان فضل الله عليك عظيما کے مخاطب ہیں مسجود کیوں نہ ہوئے جیسے تحقیق متعلق خاتمیت سے یہ معلوم ہوا تھا کہ علم میں کوئی ہم پایہ خاتم نہیں ایسے ہی آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس دولت میں کوئی شخص آپ کا ہم پلہ نہیں الخ (قبلہ نما ص۱۰۰)

[حضرت آدم مسجود ملائکہ بنے نبی کریم ﷺ مسجود نہ بنے اس کا جواب تو آپ قبلہ نما میں دیکھیں اس عبارت میں بھی حضرت نانوتویؒ نے رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور خاتمیت کا اعلان کیا ہے]

۵۱) ایک جگہ فرمایا:

حضرت محمد عربی ﷺ اور سوا اُن کے اور اکابر میں اگر فرق ہے تو ایسا ہے جیسے محبوب شاہی اور خدام بادشاہی میں ہوا کرتا ہے یہاں جیسے خدام کو خیال ہمسری محبوب نہیں ہوا کرتا ایسے ہی بمقابلہ رسول اللہ ﷺ اگر انبیاء گذشتہ بھی ہوتے تو ان کو ہوس مساوات نہ ہوتی چہ جائیکہ مطیعان اتباع مطیعان کم مرتبہ۔ اور ہو تو کیونکر ہو قمر و کواکب کو بھی کہیں خیال ہمسری آفتاب عالمتاب ہوسکتا ہے؟ سوائے حضرت خاتم جو کوئی ہے ملائکہ ہو یا جنات یا بنی آدم ہو یا سوا ان کے اور مخلوقات سب کے سب کمالات علمی وعملی میں دریوزہ گر در دولت احمدی ﷺ ہیں چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ (قبلہ نما ص۱۰۱)

۵۲) ایک جگہ فرمایا:

تجلی اول منبع جملہ صفات کمال اور مبدأ مبادی جمال وجلال ہے اور حضرت خاتم علیہ السلام اس تجلی کے حق میں بمنزلہ قالب سراپا مطابق ہیں۔۔۔۔ اس لئے ملائکہ ہوں یا جنات، بنی

آدم ہوں یا حیوانات کمال علمی و عملی میں ایسی طرح حضرت خاتم ﷺ کے دست نگر ہوں گے (۱) جیسے قمر و کواکب دست نگر آفتاب۔ اور اس لئے قمر و کواکب میں بوجہ اشتراک دست نگری اگر باہم نزاع و خلاف ہو تو ہو مگر آفتاب کے ساتھ کسی کو خیال مجال ہمسری نہیں مگر یہ ہے تو پھر ایسے ہی سوائے خاتم اوروں میں اگر بوجہ خیال خواجہ تاشی (۲) نزاع و خلاف ہو تو ہو مگر حضرت خاتم ﷺ کے ساتھ کسی کو مجال ہمسری نہیں ہوسکتا اور اس لئے نہ کسی کو زیر کرنے کی حاجت جو ارشاد سجدہ کی نوبت آئے اور نہ وہم خفائی جو اظہار و اعلان کیلئے امر اداء آداب خلافت کی ضرورت ہو۔ الغرض اُدھر تو ایجاب آداب خلافت کی ضرورت نہ تھی اور اِدھر کمال عبودیت کی وجہ سے یہ تشابہ ظاہری عبد و معبود حضرت خاتم علیہ السلام کو پسند نہ آیا اس لئے نہ ادھر سے امت کے نام پروانہ اداء سجدہ خلافت آیا اور نہ ادھر سے آپ نے سجدۂ خلافت کو پسند فرمایا (قبلہ نما ص ۱۰۱، ۱۰۲)

[واقعی آپ کو سجدۂ خلافت کی ضرورت نہیں آپ کی رسالت کا اعلان اذان کے ذریعے ہی دیکھ لیں پوری دنیا میں ہر وقت ہو رہا ہے کوئی شخص اپنے لئے اذان نہ لا سکا۔ اگر مرزائی صرف اذان پر ہی غور کر لیں تو کبھی مرزا قادیانی کو نبی نہ کہیں۔ غرض ان دونوں عبارتوں میں بھی رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کا اعلان موجود ہے]

---

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اللہ کی عبادت کیلئے پیدا کیا اور عبادت کا طریقہ حضرات انبیاء کرام نے بتایا اور نبی کریم ﷺ نبی الانبیاء ہیں اگر آپ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو دیگر انبیاء بھی پیدا نہ کئے جاتے انبیاء نہ ہوتے تو انسان کو پیدا کرنا بیفائدہ تھا۔ باقی کائنات کو اللہ نے انسان کیلئے پیدا کیا۔ حاصل یہ کہ اگر نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو نہ انسانوں کو پیدا کیا جاتا نہ دیگر مخلوقات کو۔ تو مخلوقات اس معنی میں نبی کریم ﷺ کی محتاج ہیں۔ ورنہ ان کا خالق مالک رازق حاجت روا مشکل کشا فریاد رس اللہ ہی ہے۔

(۲) [خواجہ تاش کا معنی: ایک مالک کے کئی غلام۔ سراج اللغات ص ۱۵۸۔ تو خواجہ تاشی کا معنی ہوا۔ ایک دوسرے سے سبقت کرنا]

۵۳)　ایک جگہ فرماتے ہیں:

جہاں کہیں اس قسم کے سجدہ کی نوبت آئی وہ فقط اِسی بناء پر تھا کہ سجدۂ خلافت سجدۂ عبادت نہیں جو شرک حقیقی ہو اور اُدھر اتنی دور اندیشی نہ تھی جتنی نصیب حضرت خاتم ﷺ ہوئی اور نہ وہ کمال عبودیت تھا جو حضرت خاتم ﷺ میں تھا (قبلہ نما ص ۱۰۲)

[اس عبارت میں بھی حضرت نانوتویؒ نے برملا عقیدۂ ختم نبوت کا اظہار کیا ہے]

۵۴)　قبلہ نما کے آخر میں فرماتے ہیں:

اب میں شکر خداوندی دل و جان سے ادا کرتا ہوں کہ مجھ سے روسیاہ سراپا گناہ نا ہنجار بداطوار پر خداوند عالم نے یہ فضل فرمایا کہ میری عقل نارسا ان مضامین بلند تک پہنچی یہ طفیل حضرت خاتم النبیین ﷺ ہے ورنہ میں کہاں اور یہ باتیں کہاں؟ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَآلِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ (قبلہ نما ص ۱۰۴)

[یہ عبارتیں بھی نبی ﷺ کے افضل و اعلیٰ اور آخری نبی ہونے میں صریح ہیں کوئی ابہام نہیں ہے۔ اس عبارت میں حضرت یہ فرما رہے ہیں کہ ان عالیشان مضامین کا سبب عقیدۂ ختم نبوت ہی ہے ۔کیونکہ اگر بعد میں کسی نئے نبی کے آنے کا عقیدہ ہوتا تو اس کا توسل مناسب تھا جیسا کہ یہودی نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے آپ کے توسل سے دعا کیا کرتے تھے (دیکھئے سورۃ البقرۃ آیت ۸۹ کے تحت تفسیر الجلالین ص ۱۹، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۷) الغرض توسل میں آپ ﷺ کا ذکر اس کی دلیل ہے حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی کے قائل نہ تھے]

☆☆☆☆☆

﴿قبلہ نما کے متروکہ اوراق سے حوالہ جات﴾

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی لکھتے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ حضرت مولانا نانوتویؒ نے آب حیات کے کچھ اوراق نکلوا دیئے تھے جو کبھی شائع نہیں کئے گئے.......... مگر راقم سطور کا خیال یہ ہے کہ یہ روایت وشہرت درست نہیں دراصل قبلہ نما کے اوراق نکلوائے گئے تھے.......... پھلاودہ میں جو نسخہ محفوظ تھا وہ آب حیات کے زائد اوراق کا نہیں بلکہ قبلہ نما کے اوراق کا ہے اس کے پہلے صفحہ پر تحریر ہے:

''اوراق زائد قبلہ نما مصنفہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب کہ از رسالہ مذکورہ جدا فرمودہ اند''

اور اس رسالہ میں جو بحث ہے وہ بیت اللہ کے قبلہ ہونے اور متعلقہ موضوع پر ہے جس کو ان صفحات میں درج الفاظ بھی پوری طرح واضح کر رہے ہیں لکھا ہے کہ:

''سجدہ کے مقابل میں ایک تو مسجود لہ ہوتا ہے اور ایک مسجود الیہ۔ مسجود لہ تو سوائے خداوند عالم اور کوئی نہیں اور مسجود الیہ سوائے فضائے خانہ کعبہ اور دیوار کعبہ بالفعل اور کوئی چیز نہیں البتہ قبل ظہور خاتم ﷺ بیت المقدس بھی مسجود الیہ سجدہ عبادت تھا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ تَمَّتْ بِالْخَيْرِ (قاسم العلوم ص ۶۲۴، ۶۲۵)

[اس عبارت میں دو جگہ نبی کریم ﷺ کو خاتم لکھا ہے خط کشیدہ عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ خاتم سے مراد آخری نبی ہی ہے دیکھئے حضرات کے خطوط میں، بیانات میں کتب ورسائل میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہی نہیں جو تحریرات متروکہ میں ان میں بھی نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ذکر جس قدر صراحت سے پایا پایا جاتا ہے شاید ہی کسی اور عالم کی تحریروں میں اس طرح ہو۔]

☆☆☆☆☆

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ رسالہ مؤلفہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب

مرحوم نانوتوی مزیل التباس در موضع اثر ابن عباس

مسمیٰ بہ

تحذیر الناس

۱۳۴۴

باہتمام

مولوی محمد طیب و مولوی محمد طاہر صاحبان مالکان

قاسمی پریس دیوبند میں طبع ہوا

﴿تحذیر الناس کا سبب تالیف﴾

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ

﴿سورۃ الطلاق آیت نمبر۱۲﴾ ترجمہ: اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمینیں بھی اتنی ہی، ان میں حکم نازل ہوا کرتا ہے ‏؀ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر یوں مروی ہے: سَبْعَ اَرَضِیْنَ فِیْ کُلِّ اَرْضٍ اٰدَمُ کَاٰدَمِکُمْ وَنُوْحٌ کَنُوْحِکُمْ وَاِبْرَاهِیْمُ کَاِبْرَاهِیْمِکُمْ وَعِیْسٰی کَعِیْسٰی وَنَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ (فتح الباری ج۶ص۲۹۳)

ترجمہ: اللہ نے سات زمینیں پیدا کیں ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح، دم، تمہارے نوح کی طرح نوح تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم اور عیسی کی طرح عیسی اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ اس حدیث کا مفہوم ظاہری نظر میں عقیدۂ ختم نبوت کے معارض ہے جبکہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہے (فتح الباری ج۶ص۲۹۳)

اب اگر اس حدیث کو لیا جائے تو ختم نبوت کا انکار نظر آتا ہے اور اگر اس روایت کا انکار کیا جائے تو اس زمانے میں جو منکرین حدیث پیدا ہوئے تھے ان کو تقویت ملتی ہے وہ کہیں گے نہ احادیث کا اعتبار ہے نہ محدثین کی تصحیح وتضعیف کا۔ اس روایت کے بارے میں حضرت نانوتویؒ سے پوچھا گیا حضرت نے ایسا جواب دیا کہ محدثین پر بھی اعتماد بحال رہے اور عقیدۂ ختم نبوت کے بھی معارض نہ ہو۔ حضرت کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتمیت کی تین قسمیں ہیں رتبی، زمانی اور مکانی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تین طرح کی خاتمیت عطا فرمائی۔ خاتمیت رتبی تو اس طرح کہ آپ کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے نہ کوئی آپ سے اعلیٰ ہے اور نہ کوئی آپ کے برابر۔ خاتمیت زمانی اس طرح کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے بعد ہے آپ کے بعد تو کجا آپ کے زمانے میں بھی کوئی اور نبی نہیں۔ اور مکانی اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کو جس زمین پر بھیجا گیا

وہ زمین باقی زمینوں سے اعلیٰ ہے۔

مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے اس اثر کے مطابق دوسری زمینوں میں اگر انبیاء ہوں اور ہر زمین میں ان کا کوئی خاتم ہو تو نہ وہ ہمارے نبی ﷺ کے مرتبہ کو پا سکیں اور نہ آپ کے ہمعصر یا آپ کے بعد ہوئے۔ انبیاء کرام کے خاتم مطلق ہمارے نبی ﷺ ہی ہیں حضرتؒ کی اس تحقیق کے مطابق سورۃ الطلاق کی یہ آیت کریمہ بھی ختم نبوت کی دلیل بنتی ہے۔ اس آیت کی مزید بحث ان شاء اللہ کتاب ''نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ﷺ'' میں کی جائے گی۔

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ تحذیر الناس کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ مختصر سا رسالہ حضرت نانوتویؒ کا ایک معرکۃ الآراء اور علمی رسالہ ہے ایک استفتاء کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے رسالہ اپنے استدلال اور علمی نکات کی دقت کی وجہ سے مشکل ہے بعض لوگوں نے کم فہمی یا اپنی شقاوت کی وجہ سے عبارتوں میں قطع و برید و تقدیم و تاخیر کر کے کچھ کا کچھ بنا کر حضرت نانوتویؒ پر تکفیر بازی بھی کی ہے دراصل رسالہ میں حضرت نے آیت ختم نبوت (خاتم النبیین) کی ایسی عالی تحقیق فرمائی ہے جس کی مثال علمی لٹریچر میں نہیں مل سکتی ختم نبوت زمانی ، مکانی اور رتبی ہر طرح حضور نبی کریم ﷺ پر ختم ہے آخر میں استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الحی لکھنویؒ اور دیگر علماء کرام کی تصویب و تصدیق بھی شامل ہے۔ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۶)

﴿تحذیر الناس پر کچھ اور ابحاث﴾

راقم الحروف نے آیات ختم نبوت میں تحذیر الناس کی عبارات پر بھی لکھا ہے ذیل میں اس کتاب سے ضروری باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق

اعتراض:

مرزائی کہتے ہیں کہ بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نبی ﷺ کے

بعد نئے نبی کے آنے کا جائز مانتے تھے مولانا نے تحذیر الناس ص ۲۸ میں لکھا ہے۔

''بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا '' (بحوالہ احمدیت پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۰)

جواب: حضرت نانوتویؒ کی عقیدۂ ختم نبوت کے بارے میں خدمات آپ کے سامنے ہیں ان حقائق کے ہوتے ہوئے حضرت کو منکر ختم نبوت کہنا کیا کسی عاقل کا کام ہو سکتا ہے؟

مرزائیوں نے نامکمل عبارت کو پیش کر دیا ہے مکمل عبارت اس لئے پیش نہ کی کہ اس میں مرزائیوں کا رد پایا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے بھی تحذیر الناس کو غور سے پڑھا انہیں مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ حضرت نانوتویؒ نبی علیہ السلام کو آخری نبی مانتے ہیں اور جو آپ ﷺ کو آخری نبی نہ مانے اس کو کافر کہتے ہیں چنانچہ بریلوی مکتب فکر کے ممتاز عالم دین مولانا احمد سعید کاظمی لکھ گئے کہ

ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کیلئے تاخر زمانی کو تسلیم نہیں کیا یا یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعی نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا۔ (مقالات کاظمی ج ۲ ص ۲۵۱)

اس لئے جس نے حضرت نانوتویؒ کو منکر ختم نبوت کہا یا تو عدم تحقیق کی بنا پر اس نے یہ بات کہہ دی اور یا عوام کو دھوکہ دینے کیلئے یا ان سے مالی مفادات حاصل کرنے کیلئے ایسا کیا۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے تحذیر الناس میں بھی نبی کریم ﷺ کو آخری نبی ہی لکھا ہے۔

جواب: جب تحذیر الناس کی بابت سوالات ہوئے تو ایک موقع پر حضرت نے فرمایا:

قضیہ (مراد جملہ) '' مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ '' میں میرے نزدیک بھی خاتم کا مفہوم تو وہی ہے جو اوروں کے نزدیک ہے [کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ راقم] پر بناء خاتمیت موصوفیہ بالذات پر [یعنی اصل نبی ہونے پر۔ راقم] ہے جس کا مصداق ذات محمدی ﷺ (مناظرہ عجیبہ ص ۱۳۴)

معلوم ہوا کہ مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کا معنی حضرت نانوتویؒ بھی یہی بتاتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں ہاں انہوں نے اس کی علت بیان کردی کہ آپ کو آخر میں اس لئے بھیجا گیا کہ آپ سب سے اعلیٰ نبی ہیں۔ تو عام لوگ ختم نبوت سے صرف یہ سمجھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں جبکہ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ ختم نبوت سے نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کا اعلیٰ وافضل نبی ہونا بھی سمجھ آتا ہے۔

علاوہ ازیں تحذیر الناس سے حضرت نانوتویؒ کی ایک عبارت ''آیات ختم نبوت'' صفحہ ۸۸ تا ۹۰ میں سورۃ البقرۃ کی دلیل نمبر ۲۱ کے تحت ہم ذکر کر چکے ہیں جس میں حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کو عقلی ونقلی دلائل سے مدلل کیا ہے آپ فرماتے ہیں۔

اگر رسول اللہ ﷺ کو اول یا اوسط میں رکھئے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا۔ حالانکہ خود فرماتے ہیں ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا﴾ اور کیوں نہ ہو؟ یوں نہ ہو تو اعطاء دین منجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہو جاوے ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علوم سے کم تر ہیں اور اَدْوَن ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مرتبہ ہونا مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔

اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی؟ سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾ کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہیے اور بشہادت آیہ ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی؟ اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہونا غلط ہو جاتا۔ بالجملہ ایسے نبی جامع العلوم کو ایسی ہی کتاب جامع چاہئے تھی تاکہ علو مراتب نبوت جو لاجرم علو مراتب علمی ہے چنانچہ معروض ہو چکا میسر آئے ورنہ یہ علو مراتب نبوت

بے شک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے (تحذیر الناس طبع جدید ص ۵۲ تا ۵۳ سطر ۳)

خط کشیدہ عبارت میں ختم نبوت بمعنی معروض کا مطلب ہے وہ ختم نبوت جو میں نے عرض کی اس سے مراد خاتمیت رتبی ہے جس کو حضرت نانوتویؒ نے پچھلی عبارت میں ذکر کیا ہے حضرتؒ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے جو سب سے اعلیٰ نبی ہوگا عقلی طور پر بھی اس کو سب انبیاء کے بعد ہی آنا ہوگا۔ عقلی دلیل وہی جو مذکورہ بالا عبارت میں ذکر کی ہے اور یہ دلیل جیسا کہ آپ نے دیکھا محض عقلی نہیں بلکہ قرآن پاک کی نصوص قطعیہ سے ماخوذ ہے۔ حضرت نانوتویؒ کے اس استدلال کی آسان لفظوں میں وضاحت "آیات ختم نبوت" ص ۸۸ میں ملاحظہ کریں اس جگہ آپ اب حضرت کے استدلال کو جدول میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: یہ بات تو سمجھ آگئی کہ حضرت نانوتویؒ کے نہ اسلام میں شبہ اور نہ اس میں کہ وہ حضرت نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانتے تھے تو پھر مرزائی مبلغ نے جو عبارت پیش کی وہ مکمل عبارت کیسے ہے؟

جواب: تحذیرالناس ص ۲۸ کی عبارت یوں ہے۔

''ہاں اگر خاتمیت بہ معنی اتصاف ذاتی بوصفِ نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افرادِ خارجی ہی پر آپ کی افضیلت ثابت نہ ہوگی افرادِ مقدرہ پر آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے (تحذیر الناس ص ۲۸) مولانا کی ایک ایسی عبارت ص ۱۴ میں اس طرح ہے۔

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے (تحذیر الناس ص ۱۴)۔

مرزائی گوریلے کی کاروائی دیکھیں کہ اس نے صرف خط کشیدہ الفاظ کو پیش کر کے مولانا کو ختم نبوت کا منکر کہہ دیا۔

سوال: اس میں کیا حرج ہے آخر جو الفاظ دیئے ہیں وہ بھی تو مولانا ہی کے ہیں؟

جواب: بسا اوقات صرف ایک لفظ کے کم کرنے سے سچی بات جھوٹی ہو جاتی ہے اور ان عبارتوں میں نصف سے کہیں زائد الفاظ گرائے ہوئے ہیں۔ اس لئے معنی بالکل بدل گیا۔

مثال: اس مرزائی گوریلے نے نامکمل عبارت پیش کر کے دھوکہ دیا ہے یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی پڑھے ''وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اور '' لَاعِبِيْنَ'' کو چھوڑ دے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں زمین آسمان کا خالق نہیں ہوں (سورۃ الدخان آیت نمبر ۲۷) جبکہ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے

''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو ان کے درمیان ہے کھیل کیلئے پیدا نہیں کیا''

دیکھا آپ نے ایک لفظ کے حذف کرنے سے دونوں عبارتوں میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔

پوری عبارت صدق اور نامکمل کذب۔

پوری عبارت عین ایمان اور نامکمل عین کفر

ایسے ہی مولانا کی پوری عبارت عین صدق وایمان ہے جبکہ یہ نامکمل عبارت خالص کذب وکفر ہے۔مولانا کی عبارتوں پر غور کریں۔

تحذیرالناس ص ۲۸ کی عبارت کے کئی حصے ہیں

۱) "ہاں اگر خاتمیت بہ معنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا۔

۲) تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے۔

۳) بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔

۴) بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے (تحذیرالناس ص ۲۸)

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا حصہ جزا ہے تیسرے اور چوتھے حصہ جزا پر معطوف ہے۔

مرزائی نے ص ۲۸ کی عبارت سے شرط بھی غائب کر دی اور جزا بھی بلکہ اس کے بعد ایک معطوف کو بھی غائب کر دیا اور صرف دوسرے معطوف کے کچھ حصے کو ذکر کرکے شور کر دیا کہ مولانا ختم نبوت کے قائل نہیں۔

تحذیرالناس ص ۱۴ کی عبارت کے درج ذیل حصے ہیں۔

۱) غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا۔

۲) تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا۔

۳) بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا حصہ جزا ہے تیسرا حصہ جزا پر معطوف ہے۔اس عبارت سے شرط و جزا کو غائب کر کے صرف معطوف کو ذکر کر کے مولانا کی طرف نسبت کردیتے ہیں کہ آپ نبی ﷺ کے بعد کسی اور نبی کے آنے کے قائل ہیں حالانکہ جملہ شرطیہ سے شرط یا جزا کو حذف کردیں تو باقی الفاظ جملہ نہیں بنا کرتے (قطبی ص ۶۸ شرح ابن عقیل ج ا ص ۱۶، التصریح علی التوضیح ج ا ص ۲۶) جس عبارت سے جملہ ہی نہیں بنے اس کو کسی کا عقیدہ کیسے کہا جائے؟ ایسی عبارت کی وجہ سے کسی پر کیا فتویٰ لگاؤ گے؟

سوال: انبیاء کے افرادِ خارجی اور افرادِ مقدرہ سے کیا مراد ہے؟

جواب؛ افراد خارجی سے مراد وہ حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف نبوت عطا فرمایا جن کو نبی ماننا ہم پر ضروری ہے اور افراد مقدرہ سے مراد وہ جن کو نبی فرض کیا جائے جیسے ایک روایت میں ہے "لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ""' اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب نبی ہوتے'' حضرت ملا علی قاریؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں" لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِیًّا لَكَانَ مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ" (موضوعات کبیر ص ۵۸) ''اگر حضرت عمر نبی ہوتے تو نبی کریم ﷺ کے پیروکاروں سے ہوتے''۔ دیکھئے حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی فرض کر کے نبی کریم ﷺ کے پیروکاروں میں سے مانا اور یہی کچھ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

مولانا کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کو نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء مانا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اگر بالفرض نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے تو وہ آپ کے مرتبے کو نہ پا سکے

گا۔مولانا کی پوری عبارت کے صحیح ہونے کی ایک دلیل تو یہی کافی ہے کہ مرزائی نے اس کو پورا پیش نہ کیا کوئی تو وجہ ہے کہ مرزائی نے شرط کو ذکر نہ کیا اسے پتہ تھا کہ اگر میں پوری عبارت لکھ دوں تو میرا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ صفحہ ۲۸ کی عبارت کے تیسرے جز میں دو مرتبہ افضیلت کا لفظ موجود ہے اور جو حصہ یہ مرزائی ذکر کرتے ہیں اس میں خاتمیت سے یہی افضلیت یعنی سب سے اعلیٰ ہونا ہی مراد ہے۔

عبارت کا تیسرا جز درج ذیل ہے

بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افرادِ خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افرادِ مقدرہ پر آپ کی افضلیت ثابت ہوجائے گی۔

سوال: جب مرزائی اس عبارت کو پیش کریں تو ہم ان کو کیسے پکڑیں؟

جواب: اگر مرزائی اس عبارت کو پیش کریں تو اس سے یہ سوالات کرو۔

ا۔کیا تو نے تحذیر الناس کو دیکھا ہے؟

۲۔کیا تو نے اس کو پورا پڑھا ہے؟

۳۔کیا تحذیر الناس پر مصنف کی زندگی میں یہ اعتراض ہوا اگر ہوا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

۴۔مصنفؒ نے اس کتاب کے اندر نیز اس کتاب سے پہلے یا بعد اپنی تقریروں، تحریروں میں نبی ﷺ کو آخری نبی کہا یا آپ کے بعد کسی اور کو نبی مانا۔

۵،مولانا نے یا ان کے شاگردوں نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا دعوی کیا یا نبوت کے کسی دعویدار کی تصدیق کی؟

۶۔جس عبارت کو تو پیش کر رہا ہے وہ پوری ہے یا نامکمل؟

۷۔مولانا نے جو معنی ذکر کیا وہ کیا ہے؟ نیز اس سے نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

۸۔مولانا کی صفحہ ۲۸ کی عبارت میں دو جگہ افضلیت کا لفظ ہے اور ایک جگہ اگر خاتمیت سے افضلیت مراد لی جائے تو تجھے کیا اعتراض ہے؟

۹۔ خاتمیت سے افضلیت مراد لے کر صفحہ ۲۸ کی عبارت درست ہو جاتی ہے تو یہی معنی صفحہ ۱۴ کی عبارت میں لینے سے کونسی چیز مانع ہے؟

۱۰۔کیا مولانا کے ذکر کردہ معنی سے افرادِ مقدرہ پر افضلیت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کیا افرادِ مقدرہ پر فضیلت مان لینا کفر ہے؟ اگر ہے تو کس دلیل ہے؟

۱۱۔اگر معنی درست ہے اور افرادِ مقدرہ پر افضلیت ثابت ہوتی ہے اور حضرت کے نزدیک قادیانی اپنے دعویٰ نبوت کی وجہ سے کافر ہی ٹھہرتا ہے تو اعتراض کس پر؟

﴿شانِ رسالت پر مشتمل تحذیر الناس کی مختصر اور جامع عبارت﴾

نبی کریم ﷺ کی فضیلت کو بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے: ''غرض جیسے آپ ﷺ نبی الامۃ ہیں ایسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں''۔ (تحذیر الناس ص ۴ مطبع قاسمی دیوبند)۔حضرت نانوتویؒ نے اس مضمون کو اسی کتاب میں یوں بھی ادا کیا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت سورج کی طرح اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت چاند ستاروں کی طرح ہے۔

اور حضرت نانوتویؒ کا یہ جملہ

﴿جیسے آپ نبی الامۃ ہیں ویسے نبی الانبیاء بھی ہیں﴾

پوری تحذیر الناس کا خلاصہ اور مرکزی نکتہ ہے ساری تحذیر الناس اسی جملے کے گرد گھومتی ہے کتاب کو غور سے پڑھیں تو ہماری اس بات کی تائید ہو جائے گی کتاب ''نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ ﷺ'' میں اس کو مزید مبرہن کیا جائے گا تو جو شخص تحذیر الناس پر اعتراض کرتا ہے وہ اس مرکزی نکتے سے اختلاف رکھتا ہے اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ سُوْءِ الِاعْتِقَادِ۔

حضرت نانوتویؒ کی اس عبارت کی وضاحت

حضرتؒ کی اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں

۱) دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے نبی تھے مگر نبی ﷺ کی نسبت امتی جبکہ نبی ﷺ اپنی امت کے بھی نبی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے بھی نبی تھے۔

۲) دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے مطاع مگر نبی ﷺ کے مطیع جبکہ آپ ﷺ امت کے لئے بھی مطاع اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی مطاع تھے چنانچہ نبی کریم ﷺ جیسے امت کو نمازیں پڑھاتے تھے معراج کی رات سب انبیاء علیہم السلام کو آپ ﷺ نے نماز پڑھائی چونکہ مقتدی کو امام کی اطاعت کرنی ہوتی ہے اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام نے اس رات آپ کی اطاعت کر کے امتی ہونے کا اظہار کر دیا۔

۳) دیگر انبیاء کرام علیہم السلام ایک وقت میں ایک سے زیادہ بھی ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حضرت ہارون علیہ السلام تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام تھے مگر نبی کریم ﷺ تنہا نبی تھے آپ کے ہوتے ہوئے تو کیا بعد میں بھی کوئی اور نبی نہ ہوا۔

۴) اگر بالفرض آپ ﷺ پہلے انبیاء کے زمانے میں ہوتے تو وہ آپ کی اطاعت کرتے کیونکہ آپ ان کے نبی ہوتے اور نبی کی اطاعت ضروری ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ النساء:۶۴) ''اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

۵) یہ کہ اگر بالفرض آپ ﷺ کے زمانے میں کوئی اور نبی آتا تو اس کو آپ ﷺ کی فرمانبرداری کرنا پڑتی وہ آپ کی اتباع کرتا آپ کا امتی ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ اگر تمہاری موجودگی میں محمد ﷺ

تشریف لائیں تو تم کو ان کی پیروی کرنی ہوگی (تفسیر درمنثور ج۳ ص۲۵۲ تا ۲۵۴)۔تائید میں حضرت نانوتویؒ کا کلام بھی ملاحظہ فرماتے جایئے آپ فرماتے ہیں۔

غرض جیسے آپ ﷺ نبی الامۃ ہیں ویسے نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہ ہی وجہ ہوئی کہ بشہات وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ الخ اورانبیاء کرام علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے (تحذیر الناس طبع قدیم ص۴ طبع جدید ص۴۴)

غور کیا آپ نے حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام ہی کی آمد کا ذکر کیا جو انبیاء سابقین میں سے ہیں۔اب ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو اپنی دنیا چمکانے کیلئے مسلمانوں کے اتنے عظیم رہنما پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگائے جاتے ہیں۔ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہی ہوگا فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى ۔حضرت ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہیں چنانچہ آیۃ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ الخ اس پر اول دلیل ہے (آب حیات ص۱۵۱سطر۱۷)

سوال: کیا کسی اور عالمِ دین نے بھی نبی کریم ﷺ کو نبی الانبیاء کہا ہے؟

جواب: جی ہاں! اور بھی بہت سے اہل علم نے نبی کریم ﷺ کو نبی الانبیاء لکھا ہے علامہ سیوطیؒ نے نبی ﷺ کی نبوۃ کی فوقیت کو یوں بیان کیا ہے۔

فَالنَّبِيُّ ﷺ هُوَ نَبِيُّ الْاَنْبِيَاءِ......... فَنُبُوَّتُهٗ وَ رِسَالَتُهٗ اَعَمُّ وَ اَعْظَمُ وَ اَشْمَلُ (الحاوی للفتاوی ج۲ ص۳۲۵) ”تو نبی کریم ﷺ وہ نبی الانبیاء ہیں۔آپ کی نبوت و

رسالت زیادہ عام ہے اور زیادہ عظیم اور زیادہ وسیع ہے''۔

علامہ سیوطیؒ نے الخصائص الکبری ج ۱ ص ۵ سطر نمبر ۲۱ میں بھی علامہ سبکی کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کا ذکر ہے۔ مزید تفصیل کیلئے الحاوی ج ۲ ص ۳۱۶ تا ص ۳۵۵ کا مطالعہ کریں۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: '' وَاَنَّ النَّبِیَّ الْمُصَدِّقَ لِمَا مَعَ الْاَنْبِیَاءِ ھُوَ نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ'' (عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام ص ۴) ''اور وہ نبی جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس ہے ہو نبی الانبیاء ہے''۔

کتاب التصریح بما تواتر فی نزول المسیح علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک اہم علمی کتاب ہے جس کے مرتب مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور اس کے محقق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں اس کتاب میں ایک مقام پر ہے ''وَسَائِرُ الْاَنْبِیَاءِ کَالْاُمَّۃِ لَدَیْہِ '' التصریح ص ۳۵ ''سب انبیاء نبی کریم ﷺ کی امت کی طرح ہیں'' دوسرے مقام پر ہے ''وَاَرْاَفُ الْاَنْبِیَاءِ بِالْاُمَمِ نَبِیُّنَا الْاَکْرَمُ نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ ﷺ'' التصریح ص ۶۵ '' انبیاء میں سب سے زیادہ مہربان امتوں کے ساتھ ہمارے نبی اکرم ﷺ ہیں جو نبی الانبیاء ہیں ﷺ''۔

امام اہل سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں ''اس لحاظ سے آپ نبی الانبیاء ہیں (عَلَیْہِ وَعَلٰی جَمِیْعِھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) کہ اُن تمام سے اور اُن کی وساطت سے اُن کی امتوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد و میثاق لیا ہے کہ تم سب کے بعد ایک نبی دنیا میں تشریف لانے والے ہیں اُن کے پاس آتشین شریعت ہوگی تم اُن پر ایمان لانے کے پابند ہو اور اُن کی تصدیق کا اقرار کرو سو یہ اقرار سب نے کیا اور قرآن کریم کے تیسرے پارے کے آخری رکوع ''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ'' الآیۃ میں اسی کا تذکرہ ہے (تفریح الخواطر صفحہ ۲۹۹)

مولانا احمد علی سہارنپوریؒ بخاری شریف کے حاشیہ میں لمعات کے حوالہ سے لکھتے ہیں اور لمعات مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب ہے:

قَالَ فِی اللَّمْعَاتِ اِعْلَمْ اَنَّ الشَّفَاعَاتِ الْاُخْرَوِیَّۃَ اَنْوَاعٌ وَکُلُّھَا ثَابِتَۃٌ لِسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ﷺ بَعْضُھَا عَلَی الْخُصُوْصِ وَبَعْضُھَا بِالْمُشَارَکَۃِ وَیَکُوْنُ ھُوَ الْمُتَقَدِّمُ فِیْھَا وَھُوَ الَّذِیْ یَفْتَحُ بَابَ الشَّفَاعَۃِ اَوَّلًا ﷺ فَالشَّفَاعَاتُ کُلُّھَا رَاجِعَۃٌ اِلٰی شَفَاعَتِہٖ وَھُوَ صَاحِبُ الشَّفَاعَاتِ بِالْاِطْلَاقِ (بخاری ج ا ص ۷۰ ۴ حاشیہ ۱۱)

ترجمہ: [مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ] نے لمعات میں کہا جان لے کہ آخرت کی شفاعت کئی قسم پر ہیں اور یہ سب کی سب پیغمبروں کے سردار حضرت محمد ﷺ کیلئے ثابت ہیں کچھ قسمیں آپ کے ساتھ خاص ہیں اور کچھ اقسام میں آپ کے ساتھ اور بھی شریک ہیں اور آپ ہی ان میں پہل کریں گے اور شفاعت کا دروازہ پہلے آپ ہی کھولیں گے تو شفاعتیں سب کی سب آپ کی شفاعت کی طرف لوٹتی ہیں اور آپ شفیع مطلق ہیں۔

[شفاعت میں پہل آپ کریں گے کیونکہ نبوت میں آپ پہلے ہیں۔آپ کی شفاعت باقی انبیاء کی شفاعتوں کی اصل ہوگی اس لئے کہ آپ کی نبوت باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت کی اصل ہے]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وَاَمَّا ھُوَ ﷺ فَخُوْطِبَ بِیَا اَیُّھَا النَّبِیُّ وَیَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ لِکَوْنِہٖ مَوْصُوْفًا بِجَمِیْعِ اَوْصَافِ الْمُرْسَلِیْنَ وَفِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی: وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اِیْمَاءٌ اِلٰی مَا وَرَدَ فِیْ بَعْضِ اَحَادِیْثِ الْاِسْرَاءِ جَعَلْتُکَ اَوَّلَ النَّبِیّٖنَ خَلْقًا وَاٰخِرَھُمْ بَعْثًا رَوَاہُ الْبَزَّارُ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ۔

قَالَ الْاِمَامُ فَخْرُ الدِّیْنِ الرَّازِیُّ بِالْحَقِّ اِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَبْلَ الرِّسَالَۃِ مَا کَانَ عَلٰی شَرْعِ نَبِیٍّ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَھُوَ الْمُخْتَارُ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ مِنَ الْحَنَفِیَّۃِ لِاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ اُمَّۃَ نَبِیٍّ قَطُّ لٰکِنَّہٗ کَانَ فِیْ مَقَامِ النُّبُوَّۃِ قَبْلَ الرِّسَالَۃِ وَکَانَ یَعْمَلُ بِمَا ھُوَ الْحَقُّ

الَّذِیْ ظَهَرَ عَلَیْهِ فِیْ مَقَامِ نُبُوَّتِهٖ بِالْوَحْیِ الْخَفِیِّ وَالْكُشُوْفِ الصَّادِقَةِ مِنْ شَرِیْعَةِ اِبْرَاهِیْمَ وَغَیْرِهَا كَذَا نَقَلَهُ الْقُوْنَوِیُّ فِیْ شَرْحِ عُمْدَةِ النَّسَفِیِّ

وَفِیْهِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ نُبُوَّتَهٗ لَمْ تَكُنْ مُنْحَصِرَةً فِیْمَا بَعْدَ الْاَرْبَعِیْنَ كَمَا قَالَ جَمَاعَةٌ بَلْ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّهٗ مِنْ یَوْمِ وِلَادَتِهٖ مُتَّصِفٌ بِنَعْتِ نُبُوَّتِهٖ بَلْ یَدُلُّ حَدِیْثُ كُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ عَلٰی اَنَّهٗ مَوْصُوْفٌ بِوَصْفِ النُّبُوَّةِ فِیْ عَالَمِ الْاَرْوَاحِ قَبْلَ خَلْقِ الْاَشْبَاحِ وَهٰذَا وَصْفٌ خَاصٌّ لَهٗ ، لَا اَنَّهٗ مَحْمُوْلٌ عَلٰی خَلْقِهٖ لِلنُّبُوَّةِ وَاسْتِعْدَادِهٖ لِلرِّسَالَةِ كَمَا یُفْهَمُ مِنْ كَلَامِ الْاِمَامِ حُجَّةِ الْاِسْلَامِ فَاِنَّهٗ حِیْنَئِذٍ لَا یَتَمَیَّزُ عَنْ غَیْرِهٖ حَتّٰی یَصْلُحُ اَنْ یَكُوْنَ مُمَدَّحًا بِهٰذَا النَّعْتِ بَیْنَ الْاَنَامِ۔(شرح الفقه الاکبر ص ۷۲ طبع کراچی)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کو خطاب کیا گیا یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ اور یَآ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ کے ساتھ کیونکہ آپ تمام پیغمبروں کے اوصاف کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ کے قول: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں اشارہ ہے اس کی طرف جو وارد ہوا معراج کی بعض احادیث میں کہ [اللہ نے فرمایا] میں نے تجھے پیدا کرنے میں سب انبیاء سے اول اور بھیجنے میں سب سے آخری بنایا روایت کیا اس کو بزار نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے۔

کہا امام فخر الدینؒ نے کہ آنحضرت ﷺ رسالت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے محققین حنفیہ کے نزدیک بھی یہ مختار ہے کیونکہ آپ کسی نبی کی امت نہ تھے لیکن آپ رسالت سے پہلے نبوت کے مقام پر تھے [یعنی نبی تو تھے مگر دوسروں کو تبلیغ کرنے کا حکم نہ ہوا تھا] اور عمل کرتے تھے اس حق پر جو آپ کو ظاہر ہوتا تھا اپنے مقام نبوت میں وحی خفی اور کشوف صادقہ کے ساتھ ۔ابراہیم علیہ السلام یا ان کے علاوہ کی شریعت سے۔اسی طرح قونویؒ نے شرح عمدہ میں نقل کیا۔

اور یہ اس کی دلیل ہے اِس بات کی کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں منحصر نہیں جیسا کہ ایک جماعت نے کہا ہے بلکہ اشارہ ہے اس طرف کہ آپ اپنی پیدائش کے دن سے ہی

نبوت کے ساتھ موصوف ہیں، بلکہ حدیث: کُنْتُ نَبِیًّا وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ عالم ارواح میں صورتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نبوت کے ساتھ موصوف تھے اور یہ وصف آپ کے ساتھ خاص ہے۔ (حدیث پاک کا) یہ معنی نہیں کہ آپ کو نبوت کیلئے پیدا کیا گیا تھا یا آپ کو رسالۃ کیلئے تیار کیا ہوا تھا جیسا کہ سمجھا گیا ہے امام حجۃ الاسلام کے کلام سے۔ اس لئے کہ اس وقت آپ دوسروں سے ممتاز نہ ہوں گے حتی کہ درست ہو کہ مخلوق کے درمیان اس وصف کے ساتھ آپ ہی کی تعریف کی جائے۔

[اس عبارت میں ایک تو یہ بتایا کہ آنحضرت ﷺ میں تمام انبیاء اور رسولوں کے کمالات پائے جاتے ہیں دوسرا یہ کہ سورۃ الاحزاب کی اس آیت سے سمجھ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا پہلے کیا اور بھیجا بعد میں۔ اس آیت سے یہ مضمون کیسے سمجھ آیا یہ اس لئے سمجھ آیا کہ آپ کی نبوت اصل ہے اور اصل کو پہلے ہونا چاہئے معلوم ہوا کہ حضرت ملا علی قاری اس بارے میں حضرت نانوتویؒ کے ساتھ متفق ہیں۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ نبی کریم ﷺ رسالت سے پہلے بھی کسی نبی کی امت سے نہ تھے، اور یہ بھی فرمایا کہ اجسام کے پیدا ہونے سے قبل عالم ارواح میں بھی آپ نبوت کے ساتھ موصوف تھے اور یہی کچھ حضرت نانوتویؒ کہتے رہے]

﴿بریلوی مکتب فکر کے علماء کی تائیدات﴾

اس مقام پر بریلوی مکتب فکر کے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتاب تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، اور مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی کی کتاب شان حبیب الرحمٰن ﷺ من آیات القرآن سے کچھ عبارتیں تائیداً پیش کی جائیں گی یہ دونوں حضرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے متاخر ہیں حضرت نانوتویؒ کی وفات ۱۲۹۷ھ کو ہوئی اور احمد رضا خان کی ۱۳۴۰ھ کو مفتی احمد یار خان تو بہت دیر بعد ہوئے۔ احمد رضا خان صاحب نے یہ کتاب "تَجَلِّی الْیَقِیْنِ بِاَنَّ نَبِیَّنَا ﷺ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ" ۱۳۰۵ھ میں تصنیف کی (دیکھیے تجلی الیقین ص ۲) اور مفتی صاحب موصوف اپنی اس کتاب کی تصنیف سے محرم ۱۳۶۵ھ میں فارغ ہوئے۔ پھر مفتی احمد یار خان صاحب نے تو اس کتاب کے صفحہ ۱۶ پھر صفحہ ۲۹ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور تحذیر الناس کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس لئے کچھ بعید نہیں کہ تحذیر الناس کے ایسے مضامین کو انہوں نے اپنے الفاظ میں لکھ کر کتاب کی زینت بنایا ہو۔ واللہ اعلم۔ تحذیر الناس کا مرکزی نکتہ یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ جس طرح نبی الامۃ ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں اس مضمون کو ان دونوں حضرات نے مان کر اصولی طور پر تحذیر الناس کی تصدیق کر دی ہے وللہ الحمد علیٰ ذلک۔

﴿عبارات جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی﴾

حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ مُوْسٰی کَانَ حَیًّا الْیَوْمَ مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسیٰ دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی...... الی ان قال...... اور یہ باعث ہے کہ جب آخر الزمان میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت و رسالت پر ہوں گے حضور پر نور سید المرسلین ﷺ کے امتی بن کر رہیں گے حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے حضور کے ایک امتی و نائب یعنی امام مہدی کے پیچھے نماز

پڑھیں گے.........امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ التعظیم والمنۃ فی لتؤمنن بہ ولتنصرنہ لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء ومرسلین اوران کی امتیں سب حضور ﷺ کے امتی۔ حضور کی نبوت ورسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام شامل ہے اور حضور کا ارشاد وَكُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ اپنے معنی حقیقی پر ہے اگر ہمارے حضور حضرت آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا اور حضور کے نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسراء تمام انبیاء ومرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پورا ظہور روز نشور ہوگا جب حضور کے زیر لواء آدم وَمَنْ سِوَاهُ کافہ رسل وانبیاء ہوں گے صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل جسے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبری اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف منیعہ میں نقل کیا اور اسے نعمت عظمی ومواہب کبری سمجھا من شاء التفصیل فلیرجع الی کلماتھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیۃ کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے صاف صریح ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد ﷺ اصل الاصول ہیں محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں امتیوں کو جو نسبت انبیاء ورسل سے ہے وہ نسبت انبیاء ورسل کو اس سید الکل سے ہے امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ اور رسولوں سے عہد وپیان لیتے ہیں محمد ﷺ سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں باقی تم سب تابع وطفیلی۔

ع مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل (تجلی الیقین ص ۷ تا ۹)

ایک جگہ یہ لکھتے ہیں۔

جب انبیاء اوران کی امتیں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنیں گی سب بول اٹھیں گے کہ ہم بھی اس پر گواہی دیتے ہیں سبحان اللہ جب تمام مخلوق الہی اولین وآخرین یکجا ہوں گے اُس وقت بھی ہمارے آقا نامدار والا سرکار کے نام پاک کی دہائی پھرے گی الحمدللہ اُس وقت کھل جائے کہ ہمارے حضور نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ ہیں (تجلی الیقین ص ۵۴)

اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ ہونے کی صراحت ہے۔

﴿عبارات مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی بدایونی﴾

ایک جگہ کہتے ہیں۔

یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں تمام پیغمبروں کے دین کیوں منسوخ کردیئے گئے؟ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس اصل میں گم کردیتی ہے رات بھر ستارے جگمگاتے ہیں مگر جہاں سورج چمکا سب چھپ گئے کیونکہ سب تاروں میں سورج ہی کا تو نور تھا تمام دریا سمندر کی طرف بھاگے جاتے ہیں کیونکہ ہر دریا سمندر سے بنا ہے سمندر سے بادل آیا پہاڑوں پر بارش بن کر یا برف بن کر گرا اس سے دریا بنا دریا اپنی اصل کی طرف بھاگا ایسا بھاگا کہ جس پل نے، درخت، کسی عمارت نے اس کو روکنا چاہا اس کو بھی گرادیا مگر جہاں سمندر کے قریب پہنچا شور بھی جاتا رہا، روانی میں کمی ہوگئی اور جب سمندر سے ملا تو اس طرح فنا اور گم ہوگیا کہ گویا تھا ہی نہیں اور زبان حال سے کہا کہ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اسی طرح تمام انبیاء کرام تارے ہیں حضور آفتاب حضور کو قرآن میں فرمایا گیا سِرَاجًا مُّنِیْرًا یا تمام انبیاء کرام دریا ہیں حضور علیہ السلام ان دریاؤں کے سمندر تمام نبوتیں ادھر ہی چلی آرہی ہیں فرعونی ہامانی نمرودی ہزارہا طاقتیں سامنے آئیں ان کو پاش پاش کردیا مگر سمندر

نبوت کو پا کر سب نے اپنے آپ کو اس میں گم کر دیا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

یہ انبیاء ومرسلین تارے ہیں تم مہر مبیں سب جگمگائے رات بھر، چمکے جو تم کوئی نہیں

(شان حبیب الرحمٰن ص ۳۲،۳۳)

غور سے دیکھیں تحذیر الناس کے مضمون کو ہی مفتی صاحب نے آسان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کو بالذات کہا یہاں اصل کے لفظ سے تعبیر کیا۔ پھر حضرت نانوتویؒ نے سورج کی مثال دی سمندر کی مثال نہ دی کیونکہ سمندر سے پانی نکالا جائے تو کچھ نہ کچھ کمی آتی ہے جو پانی سمندر سے لیا جائے وہ سمندر میں نہ رہے گا لیکن زمین پر جو دھوپ ہوتی وہ سورج کی روشنی سے ہے مگر اس وقت سورج میں کوئی کمی نہیں بلکہ زمین کی یہ روشنی اس وقت بھی سورج کے ساتھ ہے سورج کے غروب ہونے سے یہ دھوپ ختم ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتویؒ کا ذہن جہاں تک گیا مفتی احمد یار خان کے ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔ مفتی صاحب ہی لکھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ سارے پیغمبر علیہم السلام حضور علیہ السلام کے امتی ہیں اور حضور علیہ السلام نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء (شان حبیب الرحمٰن ص ۳۳)

قارئین کرام حضرت نانوتویؒ اگر لفظ خاتم النبیین سے آخری نبی کا معنی لینے کے ساتھ ساتھ نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء کا مفہوم اخذ کریں تو ان کی تعریف کیوں نہ کی جائے، ان کو برا کس لئے کہا جائے؟ رہا یہ کہ ان کی عبارات کے ظاہر سے مرزائیوں کی تائید ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ علمی عبارات ہیں ان کا سیاق وسباق سے مطلب، بیان کرنا چاہئے نہ کہ ان پر فتویٰ کفر لگا دیا جائے۔ کیا مرزائی اجراء نبوت پر آیات پیش نہیں کرتے کیا حضرت عائشہؓ کا قول پیش نہیں کرتے؟ کیا حضرت ملا علی قاریؒ اور شاہ ولی اللہؒ اور شیخ اکبرؒ کی عبارات پیش نہیں کرتے اگر ان کا صحیح معنی بیان کر کے جواب دیا جاتا ہے؟ تو حضرت نانوتویؒ کے ساتھ ایسا کیوں معاملہ کیوں نہیں کیا جاتا جبکہ انہوں نے اس مسئلہ پر اتنا لکھا اور اتنا کام کیا کہ شاید ہی امت میں کسی عالم نے اس

مسئلہ پر اتنا کام نہ کیا کیا ایسے مجاھد ختم نبوت کو منکر ختم نبوت کہنا عقیدہ ختم نبوت کی خدمت ہے؟
وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔
ایک جگہ لکھا ہے:

سورج سے سب روشن ہوتے ہیں وہ کسی سے روشن نہیں تو آپ بھی آسمان ہدایت کے سورج ہیں کہ سورج سے سب روشن ہوتے ہیں وہ کسی سے روشن نہیں اسی طرح حضور علیہ السلام سے سے منور مگر حضور کسی سے مُسْتَنِیْر نہیں ﷺ (شان حبیب الرحمٰن ص ۱۵۶)

مفتی صاحب نے اس مقام پر حضرت نانوتویؒ کی موافقت کی ہے حضرت نانوتویؒ نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی کا فیض نہیں (تحذیر الناس ص ۴)

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا — غواص کو مطلب ہے صَدف سے کہ گوہر سے

﴿ آنحضرت ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کے دلائل ﴾

سوال: نبی کریم ﷺ کے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونے کے کچھ دلائل درج ذیل ہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، ابرہیم، موسیٰ، داود، عیسیٰ، زکریا اور یحییٰ علی نبینا وعلیہم السلام کو نام کے ساتھ خطاب کیا فرمایا یَـا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْـتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (سورۃ البقرۃ:۳۵) یَـانُوْحُ اھْبِـطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا (سورۃ ھود:۴۸) یَـا اِبْـرَاھِیْـمُ قَـدْ صَـدَّقْتَ الرُّؤْیَا (سورۃ الصافات :۱۰۴،۱۰۵) وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یَا مُوسیٰ (سورۃ طٰہٰ:۱۷) یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (سورۃ ص:۲۶) یَـا زَکَـرِیَّـا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهٗ یَحْیٰی (سورۃ مریم :۷) یَـا یَـحْـیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّةٍ (سورۃ مریم : ۱۲) یَـا عِیْسَـی بْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (سورۃ المائدۃ : ۱۰۶)

جبکہ حضرت نبی کریم ﷺ کو یَـااَیُّهَـا الرَّسُوْلُ (سورۃ المائدۃ: ۶۷) یَـا اَیُّهَـا

النَّبِيّ (سورۃ التحریم:۱) سے خطاب کیا اور معراج کی رات اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيّ کے ساتھ خطاب کیا (دیکھئے مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۳۳۱، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۴، رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰، اعانة الطالبين ج ۱ ص ۱۶۹)

اور نام لے کر بھی خطاب کرنا ثابت ہے احادیث شفاعت میں ہے يَا مُحَمَّدُ ! اِرْفَعْ رَاسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ، واشْفَعْ تُشَفَّعْ ﴾ (اے محمد اپنا سر اٹھایئے اور آپ کہیں آپ کی بات کو سنا جائے گا اور آپ سوال کریں آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی) (مسلم ج ۱ ص ۱۸۳ طبع بیروت مسلم ج ۱ ص ۱۱۰ طبع ہند) صرف آپ ہی کو وصف رسالت یا وصف نبوت کے ساتھ خطاب کرنا کیا اس کی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ ہی اصل نبی ہیں نَبِيُّ الْاَنْبِيَاء ہیں۔

۲) اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا تھا کہ میرے نبی آئیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا معراج کی رات انبیاء کو آپ سے ملاقات کا شرف ملا تو اس وقت انہوں نے اس عہد کو پورا کیا اور آپ پر ایمان لے آئے۔ تحذیر الناس ص ۴، اور آب حیات ص ۱۵۱ کے حوالے سے حضرت نانوتویؒ کے کلام سے اور کے حوالے سے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے کلام سے بھی یہ دلیل گزری ہے۔

۳) پہلے انبیاء کو اذان اقامت نہ ملی جب اصل نبی تشریف لائے تو ان کی نبوت کا اعلان منفرد طریقے سے کیا گیا۔ اور ان کے کلمہ پر مشتمل نماز دی گئی۔ پھر ہم مقدمہ میں بتا چکے ہیں کہ قادیانی کے پاس اپنے نام کی نہ اذان نہ نماز خالی دعوی نبوت سے کیا حاصل؟

اشکال: باقی انبیاء کے نام کی بھی اذان و اقامت نہ تھی وہ کیسے نبی تھے؟

جواب: ان کی تعلیمات کا ہمیں علم نہیں ہے کیونکہ وہ ہمیں قطعی ذرائع سے نہیں پہنچیں دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اذان و اقامت ان کے بعد ملی ہے۔ جب آپ کی نبوت کا اعلان ہر طرف ہوا اس کے بعد بتلاؤ کونسا نبی ہوا۔ پہلے انبیاء کو تو نبی ﷺ کے کہنے سے مان لیا بعد والے کا

تو آپ نے نہ بتایا اس کو کیسے مان لیں۔؟

۴)	مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی صحابہ کرام کو ظہر اور عصر کی کچھ قراءت بھی سنا دیا کرتے تھے (دیکھئے مسلم تحقیق فؤاد عبد الباقی ج ۱ ص ۳۳۳ حدیث نمبر ۴۵۱) اور یہ سنانا تعلیم کیلئے ہوتا تھا اسی طرح عین ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات تعلیم کے لئے ساری نماز بلند آواز سے پڑھائی ہو آپ نے نماز میں پڑھا ﴿أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾ حضرات انبیاء کرام نے بھی ایسے ہی پڑھا ہوگا کیونکہ امام کے خلاف نہیں کرنا جائز نہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ﴾ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۰ و اللفظ لہ، شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۲۱) "امام کو اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اس لئے اس پر اختلاف نہ کرو"۔

اس لئے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ انہوں نے اس کلمہ کی جگہ کوئی اور کلمہ پڑھا ہو۔ لامحالہ انہوں نے اس کلمہ کو پڑھ کر آپ کی رسالت کی گواہی دے دی جب انبیاء علیہم السلام نے آپ کی نبوت کی گواہی دے دی آپ پر ایمان لائے اور آپ کی اطاعت کر لی تو آپ ﷺ کے نَبِيُّ الْأَنْبِيَاء ہونے میں کیا شک رہا صلی اللہ علیہ وسلم۔

۵)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ﴾ (مسند ابی یعلی موصلی ج ۳ ص ۳۷۹) "انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں"۔ معراج کی رات جو نماز انبیاء نے آپ سے سیکھی اپنی قبور مبارکہ میں وہ اسی کو پڑھتے ہوں گے اور اس کلمہ کو پڑھ کر نبی ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہوں گے۔ جب سب انبیاء کرام آپ کی رسالت کی شہادت دینے والے ہوئے تو آپ کا نَبِيُّ الْأَنْبِيَاء ہونا ثابت ہو گیا۔

۶)	حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز ادا

کریں گے (مسلم ج اص ۱۳۶، ۱۳۷) (ا) اور ابھی گزرا ہے کہ امام کے خلاف نہیں کرنا چاہئے اس سے ثابت ہو کہ جب مسلمانوں کا امام نماز میں کہے گا ﴿أَشْهَدُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ تو عیسی علیہ السلام بھی اسی طرح کہیں گے وہ اس کے خلاف نہ کریں گے پھر جب وہ خود نماز پڑھائیں گے تو بھی اسی طرح پڑھیں گے یہ تو نہیں کہ بعد میں ان کی نماز تبدیل ہو جائے گی۔ عیسی علیہ السلام کا نبی ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا اس کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نَبِيُّ الْاَنْبِيَاء ہیں۔

۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام شفاعت سے عذر کریں گے اور فرمائیں گے اَرَاَيْتُمْ لَوْ كَانَ مَتَاعٌ فِيْ وِعَاءٍ مَخْتُوْمٍ اَكَانَ يُقْدَرُ عَلٰى مَافِيْهِ حَتّٰى يُفَضَّ الْخَاتَمُ ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : لَا، فَيَقُوْلُ فَاِنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَقَدْ حَضَرَ (مسند ابی یعلی موصلی ج ۳ ص ۶، مسند احمد ج ا

(ا) علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں فائدہ : أخرج مسلم فی نزول عیسی علیه السلام عن جابر یقول سمعت النبی ﷺ یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الیٰ یوم القیامة قال فینزل عیسی علیه السلام فیقول امیرهم تعال ، صل لنا فیقول لا ، ان بعضكم علی بعض أمراء تكرمة الله هذه الأمة ۔ المراد أنه لایؤم فی تلك الصلوة حتی لا یتوهم أن الأمة المحمدیة سلبت الولایة فبعد تقریر ذلك فی أول مرة یكون الامام هو عیسیٰ علیه السلام لكونه أفضل من المهدی فالجواب الأصلی لامیر المؤمنین هو قوله لا ، فانها لك أقیمت كما عند ابن ماجه و غیره عن ابی امامة وبعد أن كانت أقیمت له لو تقدم عیسی علیه السلام أوهم عزل الأمیر بخلاف ما بعد ذلك وهذا كاشارة نبینا ﷺ لأبی بكر رضی الله عنه بعد ما شرع فی الصلوة أن لا یتاخر یعنی الاأؤم فی هذه الصلوة لأنها لك أقیمت الخ (عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام ص ۲۹)۔

ص ۲۸۱، ۲۹۵ کتاب الایمان لابن مندہ ص ۸۳۷، ۸۳۸ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۷۲ کنز العمال ج ۱۴ ص ۶۳۴) " کیا رائے ہے تمہاری اگر کسی مہر شدہ برتن میں کھانا ہو کیا برتن کے اندر پڑے ہوئے کھانے کو حاصل کرنا بغیر مہر کھولے ممکن ہے؟ لوگ کہیں گے نہیں ۔ تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تو محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اور وہ تشریف فرما ہیں"

اس حدیث پر غور کریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے اور شفاعت اور شہادت کی احادیث متواترہ سے حضرت نانوتویؒ کی اس تحقیق کی تائید ملتی ہے کہ نبی ﷺ کی نبوت مثل سورج کے نور کے اور دیگر انبیاء کی نبوت مثل چاند کی روشنی کے ہے (از تحذیر الناس ص ۳،۴) کہ جیسے سورج کی روشنی کے بغیر چاند روشنی نہیں دیتا اسی طرح دیگر انبیاء علیہم کی شفاعت اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ نبی کریم ﷺ شفاعت نہ کریں گے۔ جیسے نبی کریم ﷺ کی شفاعت دوسرے حضرات کی شفاعت کا دروازہ کھولے گی اسی طرح عالم ارواح میں نبی علیہ السلام کو نبوت پہلے ملی اللہ تعالیٰ نے اس نبوت کو دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت کیلئے واسطہ بنا دیا مگر اس واسطہ بنانے کی کیفیت ہم نہیں جانتے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی کریم ﷺ کو اس کا علم اور اختیار بھی تھا دیگر انبیاء کو نبوت دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔

۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

وَشَفَاعَتَهٗ ﷺ اُمُّ الشَّفَاعَاتِ وَمِنَ الْمُتَحَقِّقِ لَدَيَّ اَنَّهٗ وَاِنْ كَانَ هٰذَا الْعَالَمُ اَيْضًا مِنْ بَرَكَاتِ سُبُوْغِهٖ ﷺ لٰكِنْ فِيْ ذٰلِكَ الْعَالَمِ سَيَظْهَرُ هٰذِهِ الْكَرَامَاتُ لَهٗ ﷺ ظُهُوْرًا لَيْسَ هٰذَا الظُّهُوْرُ عُشْرَ عَشِيْرِهٖ كَمَا قَالَ ﷺ اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِيْ وَلَا فَخْرَ (الخیر الکثیر مترجم ص ۲۰۱)

ترجمہ: اور آنحضرت ﷺ کی شفاعت ام الشفاعات ہے اور میرے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ اگرچہ اس عالم مادی میں بھی آپ کے سبوغ کی برکتیں کچھ کم ظہور میں نہیں آئیں لیکن عالم آخرت میں آنحضرت ﷺ کی یہ کرامت ایسی ظاہر ہوگی کہ دنیاوی کرامتیں اس کا عشر

عشیر بھی نہ ہوں گی اسی واسطے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام وغیرہ سب میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔

نیز فرماتے ہیں۔

وَاَرٰی اَنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوْضًا غَیْرَ اَنَّ حَوْضَ النَّبِیِّ ﷺ اُمُّ الْحِیَاضِ (الخیر الکثیر مترجم ص۲۰۲) ترجمہ: اور میرے نزدیک ہر نبی کیلئے حوض ہوگا مگر حوض رسول اکرم ﷺ کا اُمُّ الْحِیَاض یعنی سب سے مرکزی حوض ہوگا۔

انبیاء کرام کو جو حوض ملیں گے وہ ان کی نبوت کی وجہ سے ملیں گے مگر وہ سب حوض نبی کریم ﷺ کے حوض سے نکلے ہوں گے تبھی تو اس کو اُمُّ الْحِیَاض کہا۔ اس طرح انبیاء کرام کو شفاعت کا شرف ان کی نبوت کی وجہ سے ہوگا مگر نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے بعد ہی ان کو اجازت ہوگی اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت باقی انبیاء کرام کی نبوتوں کی اصل ہے (اگر چہ ہم اس کی کیفیت نہیں سمجھتے) اور آپ نبی الانبیاء ہیں صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم۔

۹) شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں محشر میں شفاعت کبریٰ کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا حضور ﷺ کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ (تفسیر عثمانی ص۷۸) (مزید دیکھئے آیات ختم نبوت ص۱۶۰ سورۃ آل عمران کی دلیل نمبر۱۴)

﴿تحذیر الناس کی ایک اور اہم عبارت﴾

تحذیر الناس صفحہ۳ کی ایک نامکمل عبارت پر بھی اعتراض کی جاتا ہے پہلے تحذیر الناس صفحہ۳،۴ کی مکمل وہ عبارت اور اس سے متعلقہ کچھ جملے صفحہ۷ اور صفحہ۱۰ سے دیئے جائیں گے اس کے بعد اس عبارت کی شرح دی جائے گی۔ قارئین سے التماس ہے کہ ان عبارات کو مکمل پڑھیں

کوئی اشکال ہوتو اس کیلئے شرح کو دیکھ لیں اور زائغین کی طرح صرف خط کشیدہ عبارت کو پڑھ کر بدگمانی کا شکار نہ ہوں۔ایک درخواست ہے کہ کتاب کی اہمیت سمجھنے کیلئے ایک مثال پڑھ لیں۔

تحذیرالناس کی مثال:

کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ کا ایک باز تھا بادشاہ اس کے ساتھ شکار کرتا تھا اور اس کو بہت کھلاتا پلاتا تھا ایک مرتبہ وہ باز اڑ کر کہیں گیا ایک جاہل بڑھیا نے اس کو پکڑ لیا اس کے پنجوں کو دیکھا تو ناخن ٹیڑھے اور بڑے بڑے بڑھیا کہنے لگی اس کا کسی نے خیال نہیں کیا اس کے قینچی لے کر اس کے سب ناخن کاٹ دیئے ان ناخنوں کے ساتھ ہی تو وہ شکار کرتا تھا ناخنوں کے کٹنے سے وہ باز بیکار ہوگیا۔تحذیرالناس اسی طرح بڑی زبردست کتاب ہے اس میں منکرین ختم نبوت کو لاجواب کرنے کیلئے باز کے تیز ناخنوں کی طرح بڑے مضبوط دلائل ہیں اس کو لکھا گیا تھا بڑے ذی استعداد علم والوں کیلئے ہمیں علماء سے شکوہ ہے کہ وہ تو اس کو پڑھتے نہیں تحریک ختم نبوت میں کام کرنے والے بھی عموماً اس کتاب سے استفادہ نہیں کرتے ناواقف لوگ کیا کرتے ہیں جیسے اس بڑھیا نے باز کے ناخنوں کو کاٹ کر باز کو بیکار کر دیا تھا یہ لوگ اس کتاب کی عبارات سے اہم اجزا کو کاٹ کر بیکار کر دیتے ہیں۔اور جیسے ناخنوں کے کٹنے کے بعد باز قابل قدر نہ رہا اسی طرح عبارتوں میں کانٹ چھانٹ کے بعد اس کتاب کو بھی عوام کی نظر میں بے قدر بنا دیتے ہیں۔اے کاش ہمارے مفتی حضرات ہی اس کتاب سے استفادہ کرتے ،کاش تحریک ختم نبوت والے کسی شخص کو اس وقت تک مبلغ نہ بناتے جب تک کہ اس میں تحذیرالناس کا درس دینے کی اہلیت نہ ہو۔

﴿حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا متن﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بعد حمد وصلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے

خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سدِ بابِ اتباعِ مدعیانِ نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حدِ ذاتہ قابلِ لحاظ ہے پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سدِ بابِ مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بناءِ خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدِ بابِ مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہو تو لیجئے زمین و کہسار اور درو دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض

وصفِ ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی باایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور کسی کا فیض نہ ہوگا الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالاتِ وجود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا علی الدوام وجود اور کمالاتِ وجود ذات ممکنات کو لازم ملازم رہتے سو اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔

غرض جیسے آپ نَبِیُّ الْاُمَّۃ ہیں ویسے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء بھی ہیں

اور یہ ہی وجہ ہوئی کہ بہ شہادت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ اور انبیاءِ کرام علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو وہ میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اس بات پر مبنی ہے (تحذیر الناس ص ۳،۴)

اور (انبیاء کرام علیہم السلام سے) عہد کا لینا جس سے آپ کا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونا ثابت ہوتا ہے پہلے ہی معروض ہو چکا (تحذیر الناس ص ۷) <u>ایک اور جگہ فرماتے ہیں:</u>

<u>رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہیں</u> چنانچہ آیۃ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ الخ

اس پراول دلیل ہے (آب حیات ص ۱۵۱ سطر ۱۷)

اب دیکھئے کہ عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ (تحذیر الناس ص ۱۰)

حاصل مطلب آیۃ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوۃ معروفہ تو رسول اللہ ﷺ کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ (تحذیر الناس ص ۱۰)

﴿اس عبارت کی شرح﴾

اس عبارت کے حصے مع عنوانات و شرح درج ذیل ہیں۔

۱) خطبہ:

" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ " (تحذیر ص ۲)

حضرت پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگانے والے کچھ تو سوچیں حضرت نے تو خطبے میں بھی ختم نبوت کا ذکر کر دیا۔

۲) تمہید:

" بعد حمد و صلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو" (تحذیر ص ۳)

۳) ختم نبوت کی وجہ عند الجمہور:

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ

انبیاءِ سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں" (تحذیر ص ۳)

ہم بتا چکے ہیں کہ راجح یہ کہ معنی سے مراد یہاں وجہ اور سبب لیا جائے مطلب یہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کے خاتم ہونے کا سبب عندالجمہور آپ کا سب انبیاء کے بعد مبعوث ہونا ہے اور اگر معنی سے مراد مقصد و مفہوم مراد ہو تب بھی درست ہے۔ پھر فرق یہ ہوگا کہ حضرت کے نزدیک خاتم ہونے میں افضل و آخر دونوں مراد ہوں گے۔ یاد رہے کہ عوام سے مراد یا تو جمہور یعنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی اکثریت مراد ہے۔ عوام سے مراد جہلاء کی جماعت نہیں جس کے بارے میں کہہ دیتے ہیں عوام کالانعام ۔

۴) اس وجہ پر تنقید:

" مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟" (تحذیر الناس ص ۳)

حضرت کا منشا یہ ہے کہ صرف بعد میں آنا کسی کے افضل ہونے کا سبب نہیں ہاں اعلیٰ ہونے کی وجہ سے بعد میں آنا فضیلت کا باعث ہے، اس لئے صرف آخر میں آنے کا معنی بغیر افضلیت کے آیت کریمہ میں نہ لیا جائے۔

۵) اس تنقید پر پہلا اعتراض:

"ہاں اگر اس وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے"۔ (تحذیر الناس ص ۳)

مولاناؒ نے اوپر فرمایا تھا کہ چونکہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات فضیلت نہیں اس لئے محض آخر میں آنے کو خاتمیت کی علت نہ بنایا جائے اس پر ایک اعتراض کرتے ہیں کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات فضیلت نہ سہی لیکن ہم اس کو مقام مدح نہیں مانتے جو فضیلت کی ضرورت ہو بلکہ اس حقیقت کی اطلاع مقصد ہے کہ آپ کی بعثت سب انبیاء کے بعد ہوئی ہے۔

۶) اس اعتراض کا جواب:

"مگر میں جانتا ہوں کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت وشکل و رنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے" (تحذیر الناس ص ۳)

مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس کو مقام مدح ہی مانیں گے اس لئے کہ مقام مدح نہ ماننے کی صورت میں ایک اشکال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف آخر میں آنے کو ذکر کیوں کیا قد وقامت وغیرہ کو ذکر کیوں نہ کیا دوسرے یہ کہ نبی کریم ﷺ کے مرتبے کی کمی کا احتمال جیسا کہ حضرت نے واضح فرمایا تو جب یہ مقام مدح ہی ہے تو پھر خاتم النبیین کا ایسا معنی ہی لینا چاہئے جس میں بالذات فضیلت ہو

۷) اس جواب پر اعتراض :

"باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سدِ بابِ اتباعِ مدعیانِ نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کرکے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حدِ ذاتہ قابلِ لحاظ ہے"۔ (تحذیر الناس ص ۳)

اگر کوئی کہے کہ ٹھیک ہے تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں لیکن اللہ نے خاص اس وصف کو اس لئے ذکر کیا کہ دین اسلام آخری دین ہے اللہ نے اس کا اعلان کردیا تاکہ مستقبل میں آنے والے جھوٹے مدعیان نبوت کی اتباع سے لوگ ہوشیار رہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہاں یہ قابل لحاظ ہے یعنی اس کی ضرورت ہے۔ اگر حضرت معاذ اللہ کسی نئے نبی کے آنے کو جائز مانتے تو اسلام کے آخری دین ہونے کو یا تو ذکر ہی نہ کرتے یا اس کی تردید کردیتے۔

۸) اعتراض کارد:

" پر جملہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِجَالِکُمْ اور جملہ وَلٰکِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سدِ باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے"۔ (تحذیر الناس ص۳)

حضرت نے یہ نہ فرمایا کہ یہ دین آخری دین نہیں ہے اور نہ یہ فرمایا کہ اعلان کی ضرورت نہیں بلکہ اس کو آخری دین مانا اور ختم نبوت کے اعلان کی ضرورت کا اقرار اوپر ان الفاظ سے کیا "البتہ فی حدِ ذاتہ قابلِ لحاظ ہے" یہاں بتاتے ہیں کہ ایک اور وجہ سے محض تاخر زمانی کا معنی لینا بہتر نہیں وہ یہ کہ اس مقام پر مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِجَالِکُمْ معطوف علیہ اور وَلٰکِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ معطوف ہے پھر لٰکِنْ استدراک کیلئے ہوتا ہے یعنی پہلے کلام سے کوئی شبہ پیش آئے اس کو زائل کرنے کیلئے ہوتا ہے اور یہاں اگر محض آخر میں آنا مراد لیا جائے تو دونوں جزوں میں ایسی مناسبت نظر نہیں آتی۔

۹) خاتمیت رتبی اور اس کی وجوہ ترجیح:

"بلکہ بناءِ خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدِ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے"۔ (تحذیر الناس ص۳)

بناءِ خاتمیت سے خاتم ہونے کا سبب مراد ہے حضرت فرماتے ہیں کہ خاتمیت کی بنیاد یا اس کا سبب ایک ایسا وصف ہے جس سے یہ تینوں مسائل حل ہوتے ہیں وہ ہے نبی کریم ﷺ کا سب سے اعلیٰ نبی ہونا اور یہ بات بارہا گزری ہے کہ اعلیٰ ہونے کی وجہ سے آپ سب سے آخر میں تشریف لائے اس طرح جو نہی تاخر زمانی کا اعلان ہوا جھوٹے مدعیان نبوت کی اتباع کا دروازہ بند ہوا۔ اعلیٰ ہونا

بذات خود فضیلت ہے لہذا بالذات فضیلت نہ ہونے کا جو اعتراض تھا وہ بھی جاتا رہے۔ والحمد للہ

۱۰) خاتمیت رتبی کی تحقیق:

" تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظِ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہو تو لیجئے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصفِ ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی باایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو وہی موصوف بالذات ہو گا اور اس کا نور ذاتی ہو گا کسی اور سے مکتسب اور کسی کا فیض نہ ہو گا۔

الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالاتِ وجود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا علی الدوام وجود اور کمالاتِ وجود ذات ممکنات کو لازم ملازم رہتے"۔ (تحذیر الناس ص ۳،۴)

اس عبارت میں حضرت نے ایک تو یہ بیان کیا کہ کسی صفت کے ساتھ موصوف ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک اتصاف بالذات دوسرے اتصاف بالعرض پھر جو صفات موصوف کو بالذات حاصل ہوں وہ صفاتِ ذاتیہ کہلاتی ہیں اور جو صفات بالعرض حاصل ہوں وہ صفات عرضیہ کہلاتی ہیں دوسرے اس کو بیان کیا کہ موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب یعنی حاصل شدہ ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف ذاتی کہلاتا ہے وہ اس کا اپنا ہوتا ہے کسی غیر سے حاصل

کردہ نہیں ہوتا۔

دلیل: دن کے وقت سورج بھی روشن ہوتا ہے اور در و دیوار بھی۔ در و دیوار کی روشنی سورج سے حاصل شدہ ہے جبکہ سورج کی روشنی کسی اور سے حاصل شدہ نہیں وہ اس کی ذاتی ہے سورج روشنی سے موصوف بالذات ہے اور در و دیوار موصوف بالعرض ان کی روشنی عرضی ہے۔

حضرت نے یہ بات جو ارشاد فرمائی کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ موصوف بالذات ہمیشہ آخر میں آتا ہے بلکہ جب ہم موصوف بالعرض کے بارے میں سوچیں کہ یہ وصف کہاں سے آیا تو ہماری سوچ کی وہاں انتہا ہو جاتی ہے۔

مثالیں: حدیث شریف میں **اصحاب الاخدود** کا واقعہ آتا ہے کہ بادشاہ کا ایک ہمنشین اس بچے کے پاس ایمان لے آیا اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی بادشاہ نے کہا یہ کس نے لوٹائی کہنے لگا میرے رب نے بادشاہ نے کہا کیا تیرا کوئی اور رب ہے اس نے کہا میرا اور تیرا رب اللہ ہے بادشاہ نے اس کو پکڑوایا اس نے بتا دیا کہ مجھے یہ تعلیم فلاں بچے سے ملی بادشاہ نے اس بچے کو بھی گرفتار کیا اس سے پوچھا اس نے بالآخر اس راہب کا نام لیا جس سے یہ تعلیم ملی تھی۔ اب بادشاہ کی تفتیش مکمل ہوگئی بادشاہ نے ان کو سزا دینی شروع کی (مسلم ج ۸ طبع ص ۲۳۰ بیروت) کسی بھی سازش کو ختم کرنے کیلئے اصل کردار کو پکڑنا ضروری ہوتا ہے اگر اصل کردار باقی رہے تو اس کی طرف سے کسی نہ کسی طرح سازش ہوتی رہے گی۔ وہ اصل کردار سازش کے وصف سے موصوف بالذات ہوتا ہے جن لوگوں کو پیسے وغیرہ دے کر وہ کام لیتا ہے وہ موصوف بالعرض ہیں۔

دوسری مثال:

ایک شخص نے اپنی زمین بیچنے کیلئے کسی کو وکیل بنایا وکیل کا اختیار مالک کا دیا ہوا ہے وکیل مالک کی اجازت کے بغیر قیمت کم نہیں کرسکتا لیکن اگر مشتری اصل مالک کے پاس آجائے تو وہ جیسے چاہے کمی کر دے یا یوں سمجھو کہ اصل آجائے تو وکالت ختم۔

تیسری مثال:

نکاح میں جب دولہا موجود ہو تو وکیل کو کون پوچھتا ہے؟ عقد نکاح میں خاوند موصوف بالذات اور وکیل موصوف بالعرض کی طرح ہے۔

چوتھی مثال:

کائنات موجود ہے کائنات میں بہت سی صفات وجود پائی جاتی ہیں مثلاً انسان سنتا ہے دیکھتا ہے مگر یہ صفات اس کی فانی ہیں اس لئے کبھی پائی جاتی ہیں کبھی نہیں انسان کی قوت سماعت ختم بھی ہو جاتی ہے بلکہ خود انسان بھی فانی ہے۔ جب یہ فانی ہے تو اس کا وجود اپنا نہیں ذاتی نہیں بلکہ عرضی ہے کائنات وجود کے ساتھ موصوف بالعرض ہے۔ اس کا وجود کسی ایسی ہستی سے آیا ہے جس کا وجود اپنا ہے اور وہ اللہ ہے۔ چونکہ اس کو وجود اپنا ہے اس لئے یہ سوچنا بالکل بیکار ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ اس کو حضرت نے یوں تعبیر کیا:

''موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے''۔ (تحذیر الناس ص ۳)

۱۱) نبی کریم ﷺ خاتمیت رتبی کو بیان کرنے کا پہلا انداز:

'' سو اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض (تحذیر الناس ص ۴)

حضرت نے خاتمیت رتبی کو ایک تو یوں سمجھایا کہ جیسے سورج روشنی سے موصوف بالذات ہے اور در و دیوار موصوف بالعرض اسی طرح نبی کریم ﷺ نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں۔ آپ ہر وقت ہر جگہ نبی ہیں سب کے مطاع ہیں۔ دیگر انبیاء کرام اپنی امتوں کے لئے مطاع مگر آپ کے مطیع معراج کی رات آپ کے مقتدی۔ مگر آپ امت کے بھی امام ، انبیاء کے بھی امام۔

۱۲) نبی کریم ﷺ خاتمیت رتبی کو بیان کرنے کا دوسرا انداز:

اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ (تحذیر الناس ص ۴)

ہم گذشتہ ابحاث میں شاہ ولی اللہؒ کے حوالے سے لکھ آئے ہیں کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کو بھی حوض ملیں گے مگر نبی ﷺ کا حوض کوثر ام الحیاض ہوگا۔ دیگر انبیاء کرام بھی شفاعت کریں گے مگر نبی ﷺ کی شفاعت ام الشفاعات ہوگی۔ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ عالم ارواح میں دیگر انبیاء کی نبوت نبی ﷺ کی نبوت کا فیض تھی۔

۱۳) نبی کریم ﷺ خاتمیت رتبی کو بیان کرنے کا تیسرا انداز:

غرض جیسے آپ نَبِیُّ الْاُمَّۃ ہیں ویسے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء بھی ہیں (تحذیر الناس ص ۴)

اور عہد کا لینا جس سے آپ کا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونا ثابت ہوتا ہے پہلے ہی معروض ہو چکا ہے (تحذیر الناس ص ۷)

ان دونوں عبارتوں میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کو نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء فرمایا گذشتہ صفحات میں اس کی وضاحت مع دلائل کے ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔ ضرورت ہو تو مراجعہ کرلیں۔ ذیل میں حضرت نانوتویؒ کے ذکر کردہ کچھ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴) نبی کریم ﷺ کے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونے کے کچھ دلائل:

اور یہی وجہ ہوئی کہ یہ شہادت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ اور انبیاء علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو وہ میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اس بات پر مبنی ہے۔ (تحذیر الناس ص ۴)

اس عبارت میں حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کے نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہونے، بالفاظ دیگر آپ کے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونے کے تین دلائل ذکر کئے ہیں۔

دلیل نمبرا: اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے عہد لیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ تشریف لائیں تو ان پر

ایمان لانا ہوگا اور ان کی اتباع واقتدا کرنی ہوگی۔ آگے چل کر انبیاء کرام سے لئے ہوئے اس عہد کے بارے میں حضرتؒ فرماتے ہیں

اور عہد کا لینا جس سے آپ کا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونا ثابت ہوتا ہے پہلے ہی معروض ہو چکا۔

(تحذیر الناس ص ۷) ایک جگہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہیں چنانچہ آیۃ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ الخ اس پر اول دلیل ہے (آب حیات ص ۱۵۱ سطر ۱۷)

دلیل نمبر ۲: ارشاد نبوی ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ میری ہی اتباع کرتے یہ حدیث سنن دارمی ص ۱۱۵، ۱۱۶، مشکوۃ المصابیح ص ۳۲ میں موجود ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام قبر مبارک میں زندہ نہیں اس لئے کہ حیاۃ النبی کی حدیث کا صحیح ہونا پہلے گزر چکا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اس زمین پر زندہ ہوتے (دیکھئے تفسیر عثمانی ص ۵۶۳)

دلیل نمبر ۳: نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے۔

غور کریں اگر حضرت نانوتویؒ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد کے قائل ہوتے تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی آمد کا ذکر نہ کرتے؟

۱۵) خاتمیت رتبی کو ماننے سے آیت کریمہ کا مفہوم:

حاصل مطلب آیۃ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوۃ معروفہ تو رسول اللہ ﷺ کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ (تحذیر الناس ص ۱۰)

اس عبارت میں تین دعوے ہیں ایک ’’ ابوۃ معروفہ تو رسول اللہ ﷺ کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں‘‘ یہ مفہوم ہے ’’مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ ‘‘ دوسرا دعویٰ ’’ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے‘‘ یہ مفہوم ہے ’’ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ‘‘ کا تیسرا دعویٰ ’’ابوۃ معنوی انبیاء

کی نسبت بھی ہے۔" یہ مفہوم ہے "وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ" کا ، اوراس کوتاخر زمانی لازم ہے۔

۱۲) خاتمیت رتبی کو ماننے کے فوائد:

اب دیکھئے کہ عطف بین الجملتین اوراستدراک اوراستثناء مذکوربھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ (تحذیرالناس ص۱۰)

حضرت نانوتویؒ نے ان عبارتوں میں نبی کریم ﷺ کو نَبِيُّ الْأَنْبِيَاء ماننے یا وصف نبوت سے موصوف بالذات ماننے کا گویا نتیجہ یا فائدہ حسب ذیل امور کو بتایا ہے۔

۱) اس معنی کو لینے سے عطف درست ہوگیا کیونکہ واؤ کے ساتھ عطف کرنے کیلئے کچھ مناسبت دونوں جزوں میں ضروری ہے(مختصر المعانی بحث الفصل والوصل عقود الجمان للسیوطی مع الشرح ج۱ص۲۱۳)اوروہ پائی گئی۔اس طرح کہ ایک طرف ابوۃ معروفہ کاذکر ہے دوسری طرف ابوۃ معنویہ کا دونوں جگہ ابوۃ مذکور ہوئی۔

۲) لٰکِنْ کے ساتھ استدراک کا معنی چاہئے وہ بھی پایا گیا۔وہ اس طرح کہ جب ابوۃ معروفہ کی نفی کی تو ابوۃ معنویہ کی نفی کا وہم ہوا لٰکِن کے ساتھ اس وہم کا ازالہ کیا۔

۳) استثناء کا معنی بھی پایا گیا استثناء سے مراد استثناء منقطع ہے استثناء منقطع میں اِلَّا، لٰکِنْ کے معنی دیتا ہے(اس لئے جس قیاس میں لٰکِنْ آئے منطقی اس کو قیاس استثنائی کہتے ہیں)لٰکِنْ کا معنی پورے طور پر پایا گیا تو گویا استثناء کا معنی بھی پایا گیا۔

۴) خاتمیت بوجہ احسن پائی گئی اس طرح کہ نبی ﷺ وصف نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں آپ نَبِيُّ الْأَنْبِيَاء ہیں۔

۵) خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہ چھوٹی اور یہ بات بار بار ہو چکی ہے کہ نبی ﷺ کو اعلیٰ نبی ہونے کی وجہ سے سب سے آخر میں بھیجا گیا۔خاتمیت رتبی خاتمیت زمانی کو لازم ہے۔

﴿اس عبارت پر گفتگو کرنے کا طریقہ﴾

پہلے آپ تحذیر الناس کی ان عبارتوں کو اچھی طرح سمجھ لیں پھر دوسروں کو سمجھائیں اور اگر کوئی ضدی ان عبارات پر الجھانے کی کوشش کرے تو ایسے شخص پر درج ذیل سوالات ڈالیں۔ اول تو جواب نہ دے گا اگر دے گا تو اس کتاب میں دی ہوئی تشریحات کے مطابق اس کی اصلاح کریں ان شاء اللہ یا تو سمجھ جائے گا یا پھر پیچھا چھوڑ جائے گا۔ سوالات یہ ہیں:

۱) اس عبارت میں لفظ معنی سے کیا مراد ہے؟ نیز جمہور کے نزدیک ختم نبوت کا مفہوم کیا بنا اور حضرت کے نزدیک کیا؟ حضرت نے جمہور کی موافقت کی یا مخالفت اور کس طرح؟۔

۲) عوام سے کون مراد ہیں؟

۳) "بالذات فضیلت نہیں" کا کیا مطلب ہے؟ نیز کیا فضیلت کی کوئی اور قسم بھی ہے؟

۴) نبی ﷺ کا آخری نبی ہونا باعث فضیلت ہے یا نہیں؟ نیز یہ فضیلت بالذات ہے یا بالعرض اور کیوں؟

۵) حضرت کی اس عبارت سے مطلقاً فضیلت کی نفی ہوتی ہے یا کسی خاص قسم کی اور کیسے؟

۶) خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ میں اگر تاخر زمانی بدوں افضلیت کے لی جائے تو اس میں کیا اشکالات ہیں ہیں؟

۷) حضرت کی اس عبارت کا مطلب لکھیں۔

"اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے...... دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال"۔

۸) عبارت کا مطلب تحریر کریں اور یہ بتائیں کہ اس میں حضرت نے رسول اللہ ﷺ کیلئے تاخر زمانی کو مانا ہے یا نہیں۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سدِ بابِ اتباعِ مدعیانِ نبوت کیا

ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حدِ ذاتہ قابلِ لحاظ

ہے۔ (تحذیر الناس ص ۳)

۹) آیت کریمہ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ جملہ کیسے بنتا ہے؟ نیز اس کے دو جملوں میں بے ربطی

کب متصور ہے اور کیوں؟

۱۰) اس کے مقام مدح ہونے کی کیا دلیل ہے؟

۱۱) حضرت فرماتے ہیں

بلکہ بناءِ خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخرِ زمانی اور سدِ بابِ مذکور خود بخود لازم

آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔

اس عبارت میں بناء خاتمیت کا کیا مطلب ہے؟ سد باب مذکور سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے جو

بات ارشاد فرمائی اس سے فضیلت نبوی دوبالا کسی طرح ہوتی ہے؟

۱۲) حضرت نے بناء خاتمیت کسی چیز کو قرار دیا اور اس کو کس کس انداز میں بیان کیا؟

۱۳) مولانا نے آنحضرت ﷺ کے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونے کے بارے میں کون کونسے دلائل

ذکر کیے ہیں؟

☆☆☆☆☆☆☆

مناظرہ عجیبہ
حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ
مکتبہ قاسم العلوم بے ون ۱۴۰ کورنگی کراچی ۳۱

﴿تعارف کتاب مناظرہ عجیبہ﴾

مولانا حسین احمد نجیب رفیق دار التصنیف دار العلوم کراچی فرماتے ہیں:

حجۃ الاسلام مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں علم وعمل کا وہ بحر ناپیدا کنار جس کی نظیر ان آخری دو صدیوں میں ملنا مشکل ہے آپ کی تصنیفات بظاہر مختصر رسالوں کی صورت میں ہیں مگر ان صفحات میں جو علوم و معارف سموئے ہیں اگر کوئی آدمی ان کو صحیح معنی میں پڑھ لے تو بلا تردید اسے بحر العلوم کا غواص عالم قرار دیا جاسکتا ہے۔

''مناظرہ عجیبہ'' اگرچہ ''تحذیر الناس'' کی بعض عبارتوں پر علمی اعتراضات کے جواب اور اسی سلسلہ کے چند مکاتیب پر مشتمل ہے مگر چونکہ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز کے سامنے یہ اعتراضات واشکالات پیش کرنے والے حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ صاحب علم شخصیت تھے اس لئے اس سوال وجواب کے نتیجے میں تحذیر الناس کی ایک لاجواب شرح وجود میں آگئی............تحذیر الناس کی مناظرہ عجیبہ کے نام سے یہ شرح حقیقۃً تحذیر الناس کو سمجھنے کے لئے ایک لازمی حیثیت رکھتی ہے اس کی افادیت کا اندازہ تو مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہوگا

(مناظرہ عجیبہ ۶، ۷)

﴿عبارات کتاب مناظرہ عجیبہ﴾

۱) مناظرہ عجیبہ کے بالکل شروع میں پہلے اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں:

مولانا حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے (مناظرہ عجیبہ ص ۹)

[اس عبارت میں خاتمیت زمانی کو اجماعی عقیدہ قرار دیا ہے۔ سب کے لفظ میں حضرت خود بھی تو شامل ہیں اس کا مطلب یہ ہے جیسے اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے حضرت کا بھی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس عقیدہ پر پختگی نصیب فرمائے آمین]

۲) ایک جگہ فرماتے ہیں۔

وجود روحانی میں تو حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقوف علیہ اور ارواح جملہ انبیاء باقیہ علیہم السلام موقوف اور وجود جسمانی میں حضرت آدم حضرت ادریس حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل علیہم السلام آباء کرام محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقوف علیہ اور جسم اطہر حضرت ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقوف (مناظرہ عجیبہ ص ۱۱)

[اس عبارت سے پتہ چلا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے آپ ﷺ سے فیض لینے کا تعلق عالم ارواح سے ہے دنیا میں تشریف لانے سے نہیں ہے رہی اس کی کیفیت تو وہ اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ ہی وہ فیض پہنچانے والا ہے]

۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

جیسے بشریت میں انبیاء علیہم السلام مماثل امت ہوتے ہیں ایسے ہی مرتبہ حقیقت روحانی میں نوع علیحدہ ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ آیا ہے ایسے ہی قَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا بھی آیا ہے جس سے بشرط ذوق سلیم یہ بات عیاں ہے کہ کفار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اور انبیاء علیہم السلام کو مثل اپنی سمجھنا بھی غلط

ہے (مناظرہ عجیبہ ص ۱۶)

[یہ عبارت بھی انبیاء کرام کی فضیلت میں صریح ہے]

۴) ایک جگہ فرماتے ہیں:

الغرض انبیاء علیہم السلام کو اپنا سا تصور نہ فرمایئے (مناظرہ عجیبہ ص ۱۶)

[دیکھا آپ نے حضرت نانوتویؒ انبیاء علیہم السلام کو بشر ماننے کے باوجود ان کو اپنے جیسا نہیں مانتے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت تمام نصوص پر ایمان رکھتے تھے، عقیدۂ توحید کی طرح شان رسالت کا بھی ادب کرتے تھے۔

عقیدۂ بشریت کی مختصر تحقیق یہ ہے کہ بشریت کئی قسم کی ہے (۱) بشریت محضہ (۲) بشریت + کفر۔ ابوجہل ایسا ہی بشر تھا اس میں بشریت کے ساتھ کفر بھی پایا جاتا تھا (۳) بشریت + ایمان۔ سب مسلمان بشر ہونے کے ساتھ ساتھ مؤمن ہوتے ہیں۔ (۴) بشریت + ایمان + نبوت۔ مؤمن اور کافر کے درمیان جو بشریت مشترک ہے وہ پہلی قسم یعنی بشریت محضہ ہے جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے یوں فرمایا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

انبیاء کرام محض بشر ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کی بشریت اس چوتھی قسم کی ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے ساتھ ہی يُوْحٰٓى اِلَيَّ بھی موجود ہے۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے آیات ختم نبوت حاشیہ صفحہ ۲۳۲ تا ۲۳۴]

۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

اے حضرت! منکرین اثر اور مقرین اثر دونوں اثر مذکور سے مساوات کلی سمجھ بیٹھے جو لوگ مساوات کلی شش امثال کے مدعی ہوئے وہ بھی اس بھروسے مدعی ہوئے اور سید الخلق وغیرہ الفاظ منصوصہ جو افضلیت کلی محمدی ﷺ پر دلالت کرتے ہیں خیال نہ فرمایا اور جو لوگ منکر ہوئے وہ

لوگ بھی اسی بناء پر منکر ہوئے اور تغلیط ائمہ حدیث اور تکذیب عبداللہ بن عباس بلکہ تکذیب سید الناس ﷺ کا خوف نہ کیا (مناظرہ عجیبہ ص ۲۸)

تحذیر الناس کے سبب تالیف میں گزرا کہ حضرت ابن عباس کے ایک قول میں ہے کہ ہر زمین میں نبی کریم ﷺ کی طرح نبی موجود ہے اور قولِ صحابی سند کے اعتبار سے صحیح ہے اب کچھ لوگوں نے اس کو مان کر کہا کہ باقی زمینوں میں بھی نبی کریم ﷺ جیسے نبی ہیں اور کچھ لوگوں نے اس قول کا انکار کر دیا کیونکہ یہ بظاہر عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ہے۔ان دونوں کا منفی پہلو یہ ہے کہ اس اثر کے ماننے والوں نے نبی ﷺ کی عظمت کا لحاظ نہ کیا حالانکہ آپ ساری کائنات سے افضل ہیں اور انکار کرنے والوں کے قول سے منکرین حدیث کو تقویت ملی حضرت نے ایسی توجیہ پیش کی جس سے اثر کو بھی مانا گیا اور نبی کریم ﷺ کو سب سے افضل اور آخری نبی بھی۔حضرت اس چیز کو یہاں بیان کر رہے ہیں چنانچہ تصفیۃ العقائد سے پتہ چلتا ہے کہ انکار حدیث کے فتنہ سے بچانے کے لئے بھی یہ توجیہ کی ہے۔مرزائیوں کو اس تعارض کے رفع کرنے سے کیا غرض وہ تو صریح آیات کی تکذیب کر دیتے ہیں]

۶) <u>ایک جگہ فرمایا:</u>

جہاں جہاں مادہ ایمانی ہے۔۔وہاں وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ہے (مناظرہ عجیبہ ص ۳۰)

[لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کے علم یا ارادے سے ایمان ملتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا ذریعہ بنا دیا جیسے آدم علیہ السلام کو تمام انسانوں کے پھیلاؤ کا ذریعہ بنا دیا]

۷) مولانا عبد العزیز صاحب محذور سادس میں لکھتے ہیں کہ اثر ابن عباس اگر مولانا [نانوتوی۔راقم] کے نزدیک صحیح ہے مگر منقطع بانقطاع معنوی بھی ضرور ہے بسبب مخالفت آیت خاتم النبیین سے۔پس لازم کہ اگر حنفی ہوں تو اس پر عمل نہ فرمائیں جیسے حدیث لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ پر باوجود صحیح ہونے کے بوجہ مخالفت عموم فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کے

حنفی عمل نہیں کرتے اور منقطع بانقطاع معنوی سمجھتے ہیں (مناظرہ عجیبہ ص ۳۹)

اس کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں:

مولانا! میں کیا چیز؟ اور میرا نزدیک کیا؟ دربارۂ مرتبہ شناسی حدیث محدثان والا مقام کا نام لینے میں آپ کو کیا دشواری ہے؟ ہم لوگ تو دربارۂ مرتبہ شناسی حدیث محدثان والا مقام کے اس سے زیادہ مقلد ہیں کہ دربارۂ مسائل فقہیہ ائمہ مجتہدین کے (مناظرہ عجیبہ ص ۳۹)

[غور کیا آپ نے حضرت کے نزدیک محدثین کا جو حدیث نبوی کے خدام ہیں کتنا مقام ہے؟ جب ان خدام کی اتنی عزت کرتے ہیں تو اصل مخدوم جناب نبی کریم ﷺ کا حضرت کے دل میں کتنا مقام ہوگا]

۸) ایک جگہ فرماتے ہیں:

سو جس طریق کی تصحیح و تحسین بیہقی اور حاکم اور ذہبی اور ابن جریر اور ابن حجر فرماتے ہیں ہم کو ایسا ہی سمجھنا چاہئے (مناظرہ عجیبہ ص ۴۰)

[معلوم ہوا کہ حضرت نے اثر ابن عباسؓ کی تصحیح میں ان کبار محدثین پر اعتماد کر کے توجیہات کی ہیں اس کے بارے میں کچھ حوالہ جات آپ کو آیات ختم نبوت ص ۶۰۷، ۶۱۷ میں مل جائیں گے]

۹) ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور آپ جو یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر حنفی ہوں تو اس حدیث پر عمل نہ فرماویں جیسے حدیث لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ، باوجود صحیح ہونے کے باوجود مخالفت فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ حنفی عمل نہیں کرتے فقط۔ قطع نظر اس سے کہ یہاں عمل کی کوئی بات نہیں فقط اس وجہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ کے نزدیک دونوں جا کلام اللہ اور حدیث صحیح مخالف یکدیگر مگر کمترین کو نہ اثر معلوم مخالف خاتم النبیین معلوم ہوتا ہے خواہ خاتمیت زمانی ہو چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہوگا خواہ مرتبی۔ اور نہ حدیث لَا صَلٰوةَ مخالف فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ اور حدیث مذکور مخالف وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (مناظرہ عجیبہ ص ۴۰)

[بہت سی نصوص جن کو عام علماء متعارض مانتے تھے حضرت نانوتوی اللہ کے فضل سے ان کو متعارض نہیں سمجھتے بلکہ ان میں تطبیق دے کر سب پر عمل کرتے تھے اور یہ نشانی ہے اس بات کی آپ کے دل میں اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی شدید محبت تھی ان کے ہر ہر فرمان کو عمل میں لانے کی فکر کرتے تھے۔

مذکورہ بالا نصوص میں تطبیق یوں ہوتی ہے کہ حدیث لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) منفرد اور امام کے لئے ہے اور آیت کریمہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو) مقتدی کے حق میں ہے اس لئے امام اور منفرد نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قراءۃ کریں گے جبکہ مقتدی خاموش رہے گا اس طرح دونوں نصوص پر عمل ہو جائے گا۔

پھر آیت کریمہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ (قرآن سے جو آسان ہو پڑھ لو) سے فرضیت ثابت ہوتی ہے اور حدیث پاک لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) وجوب کیلئے ہے اس طرح تمام نصوص پر عمل ہو جاتا ہے اس لئے قرآن پاک سے کچھ نہ کچھ پڑھنا تو نماز میں فرض ہوگا بالکل قرآن نہ پڑھے تو نماز دوبارہ پڑھے اور خاص سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اگر سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا بھول گیا تو سجدۂ سہو کرے]

۱۰) سائل نے کہا تھا اگر آپ حنفی ہوں تو اس پر عمل نہ کریں مولانا نانوتویؒ نے فرمایا اس کے جواب کے آخر میں فرمایا: عام اہل اسلام کے ایمان میں بھی کچھ تردد نہیں ہوتا جو یوں کہوں کہ آپ اگر مومن ہوں تو ضرور ہے کہ اس اثر کو تسلیم فرمائیں آپ نے اگر یہ کہہ لیا کہ اگر حنفی ہوں الخ تو بلا سے۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۱۴۱ سطر ۱ تا ۷)

[اس سے پتہ چلا کہ حضرت نانوتویؒ مقلد تو بے شک تھے مگر تقلید میں اعتدال رکھتے تھے غلو نہ کرتے تھے اور اعتدال ہی صراط مستقیم ہے جس طرح تقلید نہ کرنے سے انسان گمراہ ہوتا ہے اس طرح تقلید میں غلو کرنے والا بھی راہِ راست پر نہیں رہتا۔ تقلید غیر منصوص مسائل میں ہوتی

ہے عقائد قطعیہ میں تقلید نہیں۔ حضرت نانوتویؒ کو زیادہ فکر اسلام کے دفاع اور مسلمانوں کے بچانے کی ہوتی تھی اس لئے آپ کی کتابوں سے اور آپ کے بیانات سے یہ بات عیاں ہے فقہاء کے مابین اختلافی مسائل پر آپ نے بہت کم لکھا اور بہت احتیاط سے لکھا چنانچہ اپنی کتاب توثیق الکلام میں ترک قراء ۃ خلف الامام کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس پر بھی امام ابوحنیفہ پر طعن کئے جائیں اور تارکان قراءۃ پر عدم جواز صلوۃ کا الزام ہوا کرے تو کیا کیجئے زبان قلم کے آگے کوئی آڑ نہیں دیوار نہیں پہاڑ نہیں ہم کو دیکھئے باوجود توجیہات مذکورہ اور استماع تشنیعات معلومہ فاتحہ پڑھنے والوں سے دست گریبان نہیں ہوتے بلکہ یوں سمجھ کر کہ ہم تو کس حساب میں ہیں امام اعظم بھی باوجود عظمت شان امکان خطاء سے منزہ نہیں کیا ہی عجب ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ ہی صحیح فرماتے ہوں اور ہم ہنوز ان کے قول کی وجہ کو نہ سمجھے ہوں اس امر میں زیادہ تعصب کو پسند نہیں کرتے پر جس وقت امام علیہ الرحمۃ کی توہین سنی جاتی ہے دل جل کر خاک ہو جاتا ہے اور یوں جی میں آتا ہے کہ ان زبان درازیوں کے مقابلہ میں لن ترانیوں پر آجائیں اور دو چار ہم بھی سنائیں پر حدیث(۱) وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اور حدیث منع نزاع مانع ہے(توثیق الکلام ص ۱۶)

سرسید احمد خان کے نام ایک خط کے اندر لکھتے ہیں: بہرحال نہ اپنے خیال کا وہ اعتبار ہے نہ کسی تاریخ کا وہ اعتبار ہے جس قدر حدیث ضعیف کا اعتبار ہونا چاہئے اور اگر کسی امام نے قیاس کو حدیث ضعیف سے بڑھ کر بھی سمجھا ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ قیاس ماخوذ حدیث صحیح یا متواترات سے ہوتا ہے اس صورت میں حدیث ضعیف سے قیاس بڑھ کر نہ رہا وہ حدیث صحیح یا متواترات اس سے بڑھ کر رہے (تصفیۃ العقائد ص ۴۱، ۴۲)

---

(۱) کاتب کی غلطی سے آیت کی جگہ حدیث لکھا گیا یا اس لئے کہ لفظ حدیث بسا اوقات آیت پر بول دیا جاتا ہے ارشاد باری ہے فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (المرسلات: ۵۰)

واضح رہے کہ ہم تمام ائمہ مجتہدین کا احترام کرتے ہیں غیر مقلدین نہ مجتہد ہیں نہ ائمہ مجتہدین کا احترام کرتے ہیں پھر اختلافی مسائل کی وجہ سے بڑے بڑے ائمہ پر تنقید کر دیتے ہیں۔ اگر یہ لوگ بھی کسی امام کی مان کر چلتے اور دوسرے ائمہ کی توہین نہ کرتے تو ہمیں ان کے خلاف لکھنے کی حاجت نہ تھی۔

پھر انہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھ کر دوسروں کو انکار حدیث کا طعنہ دے کر بدنام کیا۔ اس لئے ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ اگر یہ لوگ اہل حدیث ہیں تو ہم اللہ کے فضل سے اہل قرآن وحدیث ہیں۔ الحمدللہ ہم پورے مسلمان ہیں آدھے مسلمان نہیں ہیں۔ یہ جن مسائل میں اختلاف کرتے ہیں ان کی تحقیق لکھتے وقت ہمیں یہ نہ کہنا چاہئے کہ اس میں فلاں فلاں امام کا اختلاف ہے بلکہ قرآن وحدیث کے دلائل دے کر اپنے مفتی بہ قول کو ثابت کریں۔ ایمانی انداز اختیار کریں ان شاء اللہ کامیابی ہوگی]

۱۱) <u>حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

اگر مخالفت جمہور اس کا نام ہے کہ مسلمات جمہور باطل اور غلط اور غیر صحیح اور خلاف [یعنی خلاف حق۔ راقم] سمجھے جائیں تو آپ ہی فرمائیں تاخر زمانی اور خاتمیت عصر نبوۃ کو میں نے کب باطل کہا اور کہاں باطل کیا۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۵۲)

[اس سے ایک تو یہ پتہ چلا کہ تحذیر الناس کے شروع میں جو عوام کا لفظ آیا اس سے مراد جمہور ہیں اور یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت نے ہرگز جمہور کی مخالفت نہیں کی بلکہ تائید ہی کی ہے]

۱۲) <u>ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

مولانا خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ اور تائید کی ہے تغلیط نہیں کی مگر آپ گوشہ عنایت اور توجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں؟ **اخبار بالعلة مكذب اخبار بالمعلول** نہیں ہوتا بلکہ اس کا مؤید اور مصدق ہوتا ہے اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی کو ذکر کیا (مناظرہ عجیبہ ص ۵۳)

[مریض ڈاکٹر کے پاس جا کر اپنی تکلیف بتاتا ہے ماہر ڈاکٹر اس کی وجہ بتا دیتا ہے اس کی وجہ بتانے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اس نے مریض کی بات کا انکار کر دیا۔ اس طرح حضرت نانوتوی نے خاتمیت زمانی کو ماننے کے ساتھ ساتھ خاتمیت رتبی یعنی آپ کے سب اعلیٰ ہونے یا دوسرے لفظوں میں آپ کے نبی الانبیاء ہونے کو اس کی علت بتایا ہے آپ نے جمہور کی تصدیق وتائید ہی کی انکار و تکذیب تو نہیں اور یہی بات حضرت یہاں سمجھا رہے ہیں]

۱۳) حضرت ایک مقام پر جگہ فرماتے ہیں:

مولانا! خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں (مناظرہ عجیبہ ص ۵۶)

[حضرت کی زندگی میں تحذیر الناس سے جس نے ختم زمانی کا انکار سمجھا حضرت نے اپنی زندگی میں اس کو یہ جواب دیا مخالفین کو اس سے اوپر اور کیا صراحت چاہئے]

۱۴) ایک جگہ فرماتے ہیں:

غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دین محمدی ﷺ بعد ظہور منسوخ نہ ہو علوم نبوت اپنی انتہاء کو پہنچ جائیں کسی اور نبی کے دین یا علم کی طرف پھر بنی آدم کو یہ احتیاج باقی نہ رہے (مناظرہ عجیبہ ص ۵۸)

[اور مولانا نے اپنی تصنیفات اور اپنی تقریروں میں اس غرض کو بڑی تفصیلات کیساتھ کھولا ہے۔ مخالفین اگر اس مضمون نہیں مانتے تو ان کی قسمت۔ اور اگر اس کو مانتے ہیں تو حضرت نانوتویؒ پر لگایا ہوا الزام واپس لیں]

۱۵ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

اگر محض تاخر زمانی بالذات موجب افضلیت ہو تو البتہ ایک بات بھی تھی مگر آپ ہی نہیں بلکہ اور سب جانتے ہیں کہ محض تاخر زمانی موجبات افضلیت میں سے نہیں ۔۔۔ مولانا! ہماری عرض کے قبول کرنے سے ساری باتیں ٹھکانے لگ جاتی ہیں اور آپ کے طور پر ایک مدعا بھی

ثابت نہیں ہوتا (مناظرہ عجیبہ ص ۵۸،۵۹)

[حضرت نے خاتم النبیین سے نبی الانبیاء کا معنی لینے سے تاخر زمانی بھی ثابت ہو جاتی ہے اور لکن کا معنی بھی پایا جاتا ہے اور جھوٹے نبیوں کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ الغرض اس عبارت کے اندر بھی مولانا نے آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ اس کی مزید تفصیل کیلئے تحذیر الناس کے صفحہ ۳، ۴ کی عبارت کی شرح دیکھیں]

<u>۱۶) ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

ہماری غرض اس کہنے سے کہ " خاتمیت زمانی یوں بن سکتی ہے کہ ان چھ طبقہ والوں کو سابق خاتم مطلق سے سمجھا جاوے " ان لوگوں کا اسکات تھا جو خاتمیت زمانی مراد لیں پھر اثر مذکور کو مخالف آیۃ سمجھیں۔ ظاہر ہے کہ موافق بعض تقریرات گذشتہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُم بھی مثل جملہ آدَمُ کَآدَمِکُمْ بیان واقعہ گذشتہ ہو سکتا ہے پھر اس اثر کو معارض خاتم المرسلین کہنا کیونکر روا ہے (مناظرہ عجیبہ ۵۹)

[اس میں ایک تو حضرت نے نبی کریم ﷺ کا خاتم المرسلین کہا، پھر دوسری زمینوں میں جو خاتم ہوں ان کو رسول اللہ ﷺ سے زمانے میں پہلے مانا۔ مطلب یہ ہوا کہ سب سے آخری نبی جناب نبی کریم ﷺ ہی ہیں نیز اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ ان توجیہات سے حضرت کا منشا لوگوں کے ایمان کو بچانا ہے تاکہ انکار حدیث کی طرف یا انکار ختم نبوت کی طرف نہ چلے جائیں۔]

<u>۱۷) ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

پر کیا کیجئے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل ایسے اختلافات کے زمانہ میں جس میں ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کی افضلیت ہاتھ سے جاتی ہے اور ایک طرف خدا کی اعجوبہ کاری کے سوا صحابہ کرامؓ اور محدثین عظامؒ بلکہ خود حضرت خاتم عالی مقام ﷺ کی تکذیب نظر آتی ہے اگر ایسے فیصلہ کی نہ کہیے تو دین میں رخنہ اہل دین کا نقصان اور اگر کہیے تو آپ سے عنایت فرمایوں سیدھی الٹی سنانے کا تیار (مناظرہ عجیبہ ص ۷۴)

[اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت کا مقصد فتنہ انکار حدیث اور انکار ختم نبوت دونوں کا سد باب ہے۔ مگر مخالفین کو اس سے کیا؟ عقیدۂ علم غیب وغیرہ میں یہ لوگ صریح اور قطعی آیات کو بھی تاویلات باطلہ کے ساتھ رد کر ڈالتے ہیں اگر اثر ابن عباسؓ کی خود تردید کر دیں یا لوگ منکر حدیث بن جائیں تو ان کو کیا فرق تو خود اس سے بڑے منکر ہیں]

۱۸) <u>ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

مخالفت تو جب ہوتی جب کہ معارض معنی آخریت زمانی ہوتی۔ معنی مختار احقر تو مثبت خاتمیت زمانی ہے معارض ہونا تو کجا اگر امر مجمع علیہ کو تسلیم کر کے کوئی نکتہ زائد بیان کرنا بدعت ہے تو میں کیا تمام مفسرین اور حضرات صوفیہ کرام مبتدع ہوں گے۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۹۵)

[اس عبارت میں اس کی وضاحت ہے کہ حضرت خاتمیت زمانی کو ثابت ہی کرتے ہیں خدا نخواستہ اس کا انکار تو نہیں کرتے]

۱۹) <u>ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

یہ مسلم کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے (مناظرہ عجیبہ ص ۹۶)

[اس میں بھی ختم نبوت کا اجماعی عقیدہ قرار دیا]

۲۰) <u>ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

مطلق ہمیشہ کامل ہوتا ہے مقید ناقص ۔۔۔ بالجملہ نبوت مطلقہ وصف ذاتی ہوگی تو کسی ایک کی ہوگی ۔۔۔ وہی افضل وہی خاتم زمانی ۔۔ کیونکہ عمدہ نعمت آخر میں دیا کرتے ہیں (مناظرہ عجیبہ ص ۱۳۰)

[دیکھیں اس میں نبی کریم ﷺ کی خاتمیت زمانی کو کیسے حکیمانہ انداز میں واضح کیا ہے]

۲۱) <u>ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

جیسے آفتاب پر سلسلہ فیض نور ختم ہے ہمارے رسول اللہ ﷺ پر فیض نبوت ختم ہے اس بات کے سمجھ لینے کے لئے کافی تھا کہ خاتم بمعنی آخر و متاخر ہے (مناظرہ عجیبہ ص ۱۳۲)

۲۲ <u>ایک جگہ فرماتے ہیں:</u>

مگر جب انصاف ہی ٹھہرا تو سچی بات ہی کیوں نہ کہیے قضیہ محمد خاتم النبیین میں میرے نزدیک بھی خاتم کا مفہوم تو وہی ہے جو اوروں کے نزدیک ہے پر بناء خاتمیت موصوفیۃ بالذات پر ہے جس کا مصداق ذات محمدی ﷺ۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۱۳۲)

[لیجئے اس سے اس کی وضاحت ہوگئی کہ لفظ معنی جو تحذیر الناس ص ۳ کے شروع میں ہے اس سے مراد علت ہے]

۲۳ ایک جگہ فرماتے ہیں:

مجھ کو دعوی نہیں امکان غلطی کا انکار نہیں اور درباره تحذیر مجھ کو اب تک کوئی غلطی اپنی معلوم نہیں ہوئی (مناظرہ عجیبہ ص ۱۴۳)

۲۴ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں (مناظرہ عجیبہ ص ۱۴۴)

[اس سے زیادہ عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت اور کیا کی جاسکتی ہے؟]

۲۵ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اولیت زمانی و آخریت زمانی بحیثیت جہات مختلفہ خاتمیت مرتبی ہی کے اجزاء ہیں ـــ میرے نزدیک اولیت شفاعت اولیت مخلوقیت اور خاتمیت کی بناء پر اولیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہونا آنحضرت سرور علیہ السلام وعلی آلہ الکرام کے کمال ذاتی کی وجہ سے ہے اولیت و آخریت اس کے مقتضیات میں سے ہے ـــــــــ آنمخدوم کو اختیار ہے کہ کمال ذاتی کو علت قرار دیں یا تاخر زمانی کو کمال کی علت کہیں (مناظرہ عجیبہ ص ۱۵۱)

[ہم نے تحذیر الناس کی عبارات میں نبی کریم ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کے جو دلائل دیئے ہیں ان کو یہاں ملاحظہ کر لیا جائے]

۲۶ ایک جگہ فرماتے ہیں:

حاصل مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کہئے منکروں کیلئے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے۔ اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا (مناظرہ عجیبہ ص ۱۷)

۲۷) <u>ایک اور جگہ لکھتے ہیں:</u>

اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں (مناظرہ عجیبہ ص ۱۴۴)

[مناظرہ عجیبہ کی یہ سب عبارات تحذیر الناس کے بعد کی ہیں قارئین کرام اگر حضرت نے تحذیر الناس میں عقیدۂ ختم نبوت کی خدانخواستہ انکار کیا ہوتا تو بعد میں اتنی جرات کے ساتھ اس عقیدہ کا اظہار نہیں کر سکتے تھے یہ بھی یاد رکھیں کہ حضرت نے تحذیر الناس کے مضامین کا نہ انکار کیا ہے نہ ان کو غلط سمجھ کر اس کے کسی مضمون سے رجوع کیا بلکہ مناظرہ عجیبہ تحذیر الناس کی تائید میں لکھی ہے چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

امکان غلطی کا انکار نہیں اور دربارۂ تحذیر مجھ کو اب تک کوئی غلطی اپنی معلوم نہیں ہوئی جتنے اعتراض اطراف و جوانب سے میرے پاس آئے ان میں کوئی ایسا معلوم نہیں ہوا جو بروئے انصاف مطلب احقر میں قادح ہو۔ باقی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ مجھ سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی (مناظرہ عجیبہ ص ۱۴۳]

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ایک اہم تالیف

تنویر النبراس

علی من انکر تحذیر الناس

یعنی

ردقول فصیح

﴿تعارف تَنْوِیْرُ النِّبْرَاسِ عَلیٰ مَنْ اَنْکَرَ تَحْذِیْرَ النَّاسِ﴾

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں

مولانا عبدالقادر بدایونی اوران کے رفقاء نے تحذیر الناس کی تردید میں فتاوی رسائل اور کتابیں چھپوائیں اسی سلسلہ کی ایک تالیف قول فصیح تھی یہ کتاب مولوی فصیح الدین میرٹھی کے نام سے چھپی تھی لیکن حضرت مولانا نانوتویؒ کا خیال تھا کہ یہ دراصل مولوی عبدالقادر کی تالیف ہے کسی مصلحت سے بدایونی صاحب نے اس کو شاگرد (مولوی فصیح الدین) کے نام سے چھپوایا ہے۔

بہر حال مولانا نانوتویؒ میرٹھ گئے تو کسی نے یہ رسالہ آپ کو دکھایا مولانا نے اسے پڑھا اور جس صفحہ پر تحذیر الناس کے حوالہ سے ختم نبوت کی بحث چھیڑی گئی تھی اسی صفحہ (۵۵) کے حاشیہ پر اس کا جواب لکھنا شروع کر دیا اور اسی دن تمام شبہات واعتراضات کے جوابات لکھ دیئے

.... اسی دور میں مولانا محمد علی چاندپوری نے چند سوالات واعتراضات لکھ کر مولانا نانوتویؒ کو بھیجے آپ نے ان کا تفصیلی جواب دیا قول فصیح کے مندرجات کی تردید اور مولانا کے اعتراضات کا جواب دونوں گویا دو علیحدہ اور مستقل تالیفات ہیں لیکن مولانا نے اس وقت ان دونوں کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا مولانا فصیح الدین میرٹھی کے رسالہ کا نام صرف

''رد قول فصیح''

لکھا ہے مگر مولانا نانوتویؒ نے بعد میں خود ہی یا آپ کے شاگردوں نے اس تالیف کا نام

''تنویر النبراس علی من انکر تحذیر الناس''

تجویز کیا تھا اس طرح اس تالیف کے دو نام ہیں اور دونوں صحیح ہیں (از قاسم العلوم ص ۵۵۰، ۵۵۱ مختصراً)

﴿عبارات "تَنْوِيْرُ النِّبْرَاسِ عَلٰی مَنْ اَنْكَرَ تَحْذِيْرَ النَّاسِ" ﴾

یہ کتاب اب تک طبع نہ ہوئی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا نورالحسن راشد صاحب کو جنہوں نے بڑی محنت کے ساتھ اس کے مخطوطوں کو حاصل کر کے ان کے عکس شائع کیا ہم ان کی کتاب "قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ" کے حوالے سے حضرت کی کچھ عبارات نقل کریں گے۔ مخالفین نے تحذیر الناس کی عبارتوں کے جو معنی بیان کیے ہیں حضرت مصنفؒ نے ان سے براءت کا صاف اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

۱) مفتیان دہلی وغیرہ جو کچھ میری نسبت بوجہ تحذیر الناس فرماتے ہیں تہمت ہی لگاتے ہیں یہ عالمگیر شور جس میں بجز تکفیر و تضلیل قاسم گنہگار اور کچھ نہیں فقط اس بنا پر ہے کہ مجھ کو مدعی ومعتقد مساوات شش امثال سمجھتے ہیں سو اس بات کو آپ کیا جو کچھ ہی فہم رکھتا ہوگا سب ہی جانتے ہوں گے کہ سراسر غلط ہے اور تہمت بے اصل۔ بلکہ میرے کلام سے وہ افضلیت نکلتی ہے کہ کسی مفسر نے لکھی نہ کسی محدث نے۔ موضوع رسالہ کہوں یا مقصود اعظم اس کا نام رکھوں (۱)۔

بہر حال جو کچھ ہے وہ یہی ہے کہ کسی کا درجات میں آپ کا مساوی ہونا تو در کنار سب آپ سے مستفید ہیں اس لئے اپنے رسالہ کی تردید کا اتنا رنج نہیں جتنا اس بات کا افسوس ہے کہ

---

(۱) تحذیر الناس مطبع قاسمی دیوبند ص ۴ میں حضرت فرماتے ہیں:

"غرض جیسے آپ نبی الامۃ ہیں ویسے نبی الانبیاء بھی ہیں"

یہ جملہ پوری تحذیر الناس کا خلاصہ اور مرکزی نکتہ ہے ساری تحذیر الناس اسی جملے کے گرد گھومتی ہے کتاب کو غور سے پڑھیں تو ہماری اس بات کی تائید ہو جائے گی کتاب "نَبِيُّ الْاَنْبِيَاء" میں اس کو مزید مبرہن کیا جائے گا تو جو شخص تحذیر الناس پر اعتراض کرتا ہے وہ اس مرکزی نکتے سے اختلاف رکھتا ہے اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ سُوْءِ الْاِعْتِقَادِ۔ حضرت کی اس عبارت سے کہ رسالہ کا یہ موضوع ہے یا مقصود اعظم ہے ہماری اس بات کی تائید ہو رہی ہے وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِكَ۔

دہلی میں مکتوب تحذیر الناس کا سمجھنے والا کوئی نہ رہا(۱) مگر جتنا مفتیان زمانہ کے حال پہ یہ افسوس

---

(۱) حضرتؒ کا حوصلہ دیکھئے کہ آپ نے اپنی وجہ سے ان مخالفین پر کوئی ایسا فتوی نہ لگایا بلکہ ان کو مسلمان ہی کہتے رہے چنانچہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''دہلی کے اکثر علماء نے (مولانا نذیر حسین محدث کے علاوہ) اس ناکارہ کے کفر کا فتوی دیا ہے اور فتوئی پر مہریں کرا کر علاقے میں ادھر ادھر مزید مہریں لگوانے کیلئے بھیج دیا ہے''...... پھر اپنی طرف سے جواب نہ دینے کو ذکر یوں کرتے ہیں کہ...... ''خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ دیا اور میں نے کہہ دیا کہ اس کا جواب انہیں (جواب لکھنے والوں) کی تکفیر ہوگی' اور یہ مجھ سے نہ ہوگا کیونکہ میں ان (لوگوں) کو اس زمانے کے اہل ایمان کا رہنما جانتا ہوں (قاسم العلوم ص ۳۰۸، ۳۰۹) حضرت کے صبر کا اللہ نے یہ صلہ دیا کہ سوائے چند ضدی مطلب پرست لوگوں کے باقی سب نے ان میں اکثر نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا چنانچہ شاہجہانپور اور رڑکی میں آپ کے بیانات کے وقت کوئی آپ کا مخالف وہاں نہ تھا۔

ایسا ہی کردار شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کا تھا آپ کی کتاب ''ادلہ کاملہ'' کے جواب میں محمد احسن امروہی غیر مقلد نے آپ کو بہت برا بھلا کہا مگر آپ فرماتے ہیں:

''ہمارے حوصلہ اور انصاف دیکھئے کہ آپ کی ان تشددات وتعصب وجہالت پر بھی یہی کہنے کو دل چاہتا ہے کہ مجتہد صاحب ان شاءاللہ مسلم ہیں گو بدفہم ومتعصب وکج طبع ہیں اور ہر چند عباد صالحین وعلماء دین کی شان میں گستاخ اور مقلد طریقہ رُفاض ہیں اور اگرچہ تکفیر مومنین میں معتزلہ وخوارج کے شاگرد ہیں اور یہ امور گو یقیناً سخت خوفناک ہیں اور سبب خذلان وہلاک ہیں مگر ہم اب تلک بھی مجتہد صاحب کی ہدایت سے بحمداللہ مایوس نہیں گو مجتہد صاحب جمہور مسلمین وعباد صالحین کی ہدایت سے بھی امید قطع کر بیٹھے ہیں مجتہد صاحب تو ان شاءاللہ مسلم ہیں الخ (ایضاح الادلۃ ص ۶۸۷، ۶۶۸)

یاد رہے کہ یہاں دو آدمیوں کے نام ملتے جلتے ہیں ایک مولانا احمد حسن امروہیؒ جو حضرت نانوتویؒ کے شاگرد، میلہ خدا شناسی میں ساتھ تھے (مکتوبات قاسم العلوم مع انوار النجوم ص ۳۱۴، میلہ خدا شناسی ص ۳۴) دوسرا محمد احسن امروہی جو غیر مقلد تھا پھر قادیانی ہو گیا تھا۔ رئیس قادیان ج ۲ ص ۸۷]

ہے کہ ایسی موٹی بات کو نہیں سمجھتے اتنا ہی آپ سے تعجب ہے الخ......(بحوالہ قاسم العلوم ص ۵۵۴)

۲) ایک اور جگہ اپنے عقائد کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھتا ہوں نہ اس کی ذات میں کوئی شریک نہ اس کی صفات میں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ وہ ایک قدیم ہے سوائے اس کی ذات وصفات کے سب حادث ہیں كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ ساری خوبیاں اس میں موجود ہیں اور عیب ونقصان ایک نہیں نہ وہ مرکب ہے نہ حادث نہ اس کی ذات وصفات میں تغیر آئے نہ تبدل راہ پائے۔ اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ۔

ملائکہ اور کتب منزلہ اور رسل مرسلہ پر ایمان رکھتا ہوں پر زمین وزمان کون ومکان میں عرش سے لے کر فرش تک اور تحت الثریٰ سے لے کر فوق السموات تک کسی کو رسول اللہ ﷺ کے برابر نہیں سمجھتا نہ پہلے کوئی ہوا نہ بعد میں ایسا کوئی ہوگا بلکہ سلسلہ نبوت آپ کے زمانہ پر ختم ہوگیا، جو بعد آپ کے کوئی شخص کسی کی نسبت نبوۃ کا خیال کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ (قاسم العلوم ص ۵۵۵)

[اس عبارت میں جیسے توحید کا ذکر ہے نبی ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کا بھی بیان ہے پھر یہ بھی کہہ دیا کہ جو آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہ مانے میں اس کو کافر کہتا ہوں]

۳) ہماری سنئے! ہمارا ایمان ہے کہ عالم شہادت میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے بعد نہ کوئی نبی ہوا نہ ہو۔ نہ اس زمین پر نہ اور کسی زمین پر اور نہ آپ سے افضل ہوا نہ ہو، نہ یہاں نہ کہیں اور۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کیلئے مثل خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کے بھی اسی لفظ خاتم النبیین کی دلالت کے باعث قائل ہیں سو باین نظر کہ خاتم المراتب موصوف بالذات ہوا کرتا ہے چنانچہ تحذیر میں وضاحت سے مرقوم ہے اور موصوف بالذات ہر صفت میں ایک ہی ہوا کرتا ہے سوائے اس کے اور سب اس صفت میں اسی سے مستفید ہوتے ہیں خواہ مخواہ اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ اور سب انبیاء وصف نبوت میں آپ ہی سے مستفید ہیں سلسلہ مراتب نبوت عروج

میں آپ پر ختم ہوگیا اور اس لئے آپ کو خاتم نبی بکسر التاء کہنا لازم ہے اور بایں نظر کہ موصوف بالذات کا اثر معروضات میں مثل نقش خاتم مختوم علیہ میں ہوا کرتا ہے آپ کو خاتَم بفتح التاء کہنا ضرور ہے اور اسی اعتبار سے آپ کو سید الانبیاء کہنا ضرور ہے کیونکہ سید حاکم کو کہتے ہیں اور حاکم اس کو کہتے ہیں جو دوسروں میں تصرف رکھتا ہو اور ظاہر ہے کہ معروضات میں موصوف بالذات کا تصرف ہوتا ہے وہ اثر یہ تصرف نہیں تو اور کیا ہے اور پھر بایں نظر کہ ہر صفت اپنے موصوف بالذات میں بوجہ اتم ہوتی ہے اور اوروں میں اسی کا فیض اور اس سے کم۔ تو آپ کو علی الاطلاق افضل کہنا لازم ہوگا اور پھر بایں خیال کہ پھل پھول جو شاخ و برگ سے افضل ہوتا ہے بعد میں نکلتا ہے حاکم اعلیٰ تک مقدمہ کی نوبت بعد میں پہنچتی ہے متعدد کھانے ہوں تو عمدہ کھانا بعد میں کھاتے ہیں اس لئے متعدد دینوں میں سے بھی بایں وجہ کہ دین ایک غذاء روحانی ہے عمدہ دین یعنی دین محمدی ﷺ بعد میں دیا جائے گا۔ حکام دین یعنی انبیاء علیہم السلام میں حاکم اعلیٰ یعنی رسول اللہ ﷺ تک نوبت بعد میں پہنچے گی۔ گل شجر نبوت یعنی محمد رسول اللہ ﷺ بعد میں ظہور کرے گا۔ غرض اعتقادِ خاتمیت مرتبی خود خاتمیتِ زمانی کیلئے علی الاطلاق ہمارے ایمان کیلئے شاہد کامل ہے اور یہ وہ خاتمیتِ مرتبی ہے جس کی طرف صاحب قصیدہ بردہ اس شعر میں ارشاد فرماتے ہیں شعر:

فَإِنَّكَ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

[ترجمہ: آپ فضل کے سورج ہیں دیگر انبیاء کرام اس کے ستارے ہیں وہ اس سورج ہی کے نور کو لوگوں کیلئے ظاہر کرتے ہیں] اور سوا ان کے اور اولیاء کبار مثل شیخ اکبر قدس اللہ سرہ اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم قدس اسرارھم بتصریح اس کو لکھ گئے ہیں اور یہ وہ خاتمیت مرتبی ہے جس کے آپ منکر ہیں اور اس کے باعث صاحب تحذیر کو ملحد اور کافر فرماتے ہیں اَعَاذَهُ اللّٰهُ وَإِيَّانَا مِنْهُ اور یہ وہ خاتمیتِ مرتبی ہے جس کے انکار سے رسول اللہ ﷺ کی افضلیت مطلقہ اور سیادت مطلقہ اور خاتمیت زمانی کا انکار لازم آتا ہے (قاسم العلوم ص ۵۵۶)

[آیت کریمہ: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں دو قراءتیں ہیں خَاتِم اور خَاتَم

حضرت نانوتویؒ نے اس عبارت میں دونوں کی توجیہ کی ہے اور ساتھ ہی کئی دلیلیں آپ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کی ذکر کی ہیں۔ خط کشیدہ عبارت سے سمجھ آتا ہے کہ عام لوگوں کے نزدیک

خاتم النبیین = آخری نبی

اور حضرت نانوتویؒ کے نزدیک

خاتم النبیین = آخری نبی + اعلیٰ نبی]

۴) صاحب تحذیر کو منکر ختم نبوت کہنا ایسا ہے جیسا آفتاب کو بے نور کہنا سوائے نابینا اور کسی سے کاہے کو ہو سکتا ہے البتہ آپ کو منکر ختم نبوت کہیں تو بجا ہے۔ آپ اگر ختم زمانی کو مانتے ہیں تو کیا ہوا؟ ختم مرتبی اور ختم مکانی کو تو نہیں مانتے جس میں سے انکار ختم مرتبی بدلائل تحقیقی جو بمقابلہ بعض علماء وقت صاحب تحذیر نے لکھی ہے لَا رَیْبَ موجب انکار افضلیت ہے جس سے بالآخر بدلالتہ دلائل صادقہ انکار ختم بنوۃ زمانی بھی عائد ہوتا ہے (قاسم العلوم ص ۵۵۷)

[حضرتؒ نے تحذیر الناس میں سورۃ الاحزاب کی اس آیت سے نبی کریم ﷺ کیلئے تین قسم کی خاتمیت کو ثابت کیا ہے خاتمیت مرتبی کہ آپ کا مرتبہ سے سے اعلیٰ ہے، خاتمیت زمانی کہ آپ سب انبیاء کے بعد ہیں اور خاتمیت مکانی کہ ساتوں زمینوں میں جو اعلیٰ زمین ہے اس میں آپ کو بھیجا گیا ہے۔ مخالفین صرف خاتمیت زمانی پر اصرار کرتے تھے اس لئے حضرت نے جواب میں فرمایا کہ میں تو تین قسم کی خاتمیت مانتا ہوں اور تم ایک قسم کی۔ منکر خاتمیت تم ہوئے نہ کہ میں ۔ایسے ضدی لوگوں کے بارے میں حضرت نے تحذیر الناس ص ۳۶ میں لکھا کہ یہ وہی مثل ہوئی کہ نکٹوں نے ۔یعنی جن کا ناک کٹا تھا۔ ناک والوں کو نا کو کہا تھا]

۵) کیا صاحب تحذیر کی وہ تصریحات آپ کی نظر میں نہیں پڑیں جن میں منکر زمانی کا کافر ہونا ظاہر ہے اور کیا ان کی وہ تقریر نہیں دیکھی کہ جن سے آپ کا بہ نسبت انبیاء ماتحت بھی خاتم زمانی ہونا ثابت ہوتا ہے ہم نے پہلے بتصریح یہ مضمون لکھ دیا ہے اس لئے اس مقام میں معذور ہیں مگر ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ تحذیر کے مطلب کو بوجہ ناآشنائی مضامین دقیقہ نہ سمجھے یا بوجہ

تعصب وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ دونوں باتیں ہیں (قاسم العلوم ص ۵۵۷)

[اس عبارت میں ایک تو حضرت یہ فرماتے ہیں کہ میں نے تحذیر الناس میں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ نبی ﷺ کو زمانہ کے اعتبار سے آخری نبی نہ ماننے والا کافر ہے (دیکھئے تحذیر ص ۱۰ مطبع قاسمی) دوسرے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر دیگر زمینوں میں انبیاء ہوں تو نبی کریم ﷺ کا زمانہ ان کے بھی بعد ہی ہے (چنانچہ تحذیر ص ۳۵ میں ہے ہر زمین میں اُس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول عالم ان سب کے خاتم) اس لئے حضرت کو منکر ختم نبوت کہنا حقیقت سے آنکھیں بند کر لینا ہے یہ ناروا بات کہنے والے تحذیر الناس کی عبارتوں کا مطلب نہیں سمجھتے یا کسی ذاتی وجہ سے مؤلف تحذیر الناس سے پرخاش رکھتے ہیں]

۲) صاحب تحذیر نے خاتمیت مرتبی کو بہ نسبت انبیاء زمین ہذا ہی مخصوص نہیں رکھا، درصورت فرض صدق اثر حضرت عبداللہ بن عباس انبیاء ماتحت کی نسبت بھی آپ کو خاتم مرتبی قرار دیا ہے بلکہ یوں کہو اسی غرض سے رسالہ تحذیر لکھا ہے اس صورت میں خاتمیت زمانی محمدی ﷺ بطور صاحب تحذیر انہیں انبیاء کی نسبت خاص نہ ہوگی انبیاء ماتحت کے بھی آپ خاتم زمانی ہوں گے جس سے اوروں کا تقدم زمانی لازم آئے گا (قاسم العلوم ص ۵۵۸)

[تحذیر الناس میں ایک مقام پر ہے:

بعد اس تفصیل کے بطور خلاصہ تقریر و فذلکہ دلائل یہ عرض ہے کہ ہر زمین میں اُس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول عالم اُن سب کے خاتم آپ کو اُن کے ساتھ وہ نسبت ہے جو بادشاہ ہفت اقلیم کو بادشاہان اقالیم خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اُس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے اُس کو بادشاہ کہا آخر بادشاہ وہی ہوتا ہے جو سب کا حاکم ہوتا ہے ایسے ہی ہر زمین کی حکومت نبوت اُس زمین کے خاتم پر ختم ہو جاتی ہے جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے پر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ

خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع (تحذیر ص ۳۵]

۷) اور تقریر ثانی کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتم فی حد ذاتہ ایک مفہوم عام ہے جیسے حیوان کے تلے انواع مختلفہ داخل ہیں ایسے ہی اس مفہوم کے تلے انواع ثلاثہ مذکورہ داخل ہیں اور جملہ خاتم النبیین میں وہ تینوں کی تینوں مراد ہیں اور حاصل مطلب یہ ہے کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ مَرْتَبَةً وَّزَمَانًا وَّمَكَانًا [خاتم کے مفہوم میں تینوں قسم کی خاتمیت کیلئے دیکھئے تحذیر الناس ص ۹، ۱۰ طبع قاسمی] اور یہ ایسی بات ہے جیسے صاحب جلالین آیت وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [آل عمران: ۱۰۹] کی تفسیر میں لکھا کرتے ہیں خَلْقًا وَّمِلْكًا وَّعَبِيْدًا (قاسم العلوم ص ۵۵۸)

۸) صاحب تحذیر کا مطلب یہ نہیں کہ خاتمیت زمانی پر جملہ خاتم النبیین کسی طرح دلالت نہیں کرتا لفظ خاتم سے خاتمیت زمانی مراد نہیں ہوسکتی وہ خود خاتمیت زمانی کے مراد و مدلول ہونے کی بھی دو تقریریں رقم کرتے ہیں اول تو وہ تقریر جس میں خاتمیت مرتبی کو مدلول مطابقی ٹھہرایا اور خاتمیت زمانی کو مدلول التزامی رکھا اور دوسری وہ تقریر جس میں خاتم کا مدلول مطابقی عام رکھا اور خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی کو اس کے تحت داخل کیا مگر دیکھنے والوں کو فہم نہ ہو تو صاحب تحذیر کیا کریں؟ (قاسم العلوم ص ۵۶۱ نیز ص ۶۱۸)

[دیکھئے اس عبارت میں بھی حضرت نانوتویؒ نے واضح لفظوں میں نبی کریم ﷺ کے خاتم زمانی ہونے کا اعلان کیا ہے]

۱۰) تنویر النبراس نسخہ امروہہ مکتوبہ ۱۳۰۹ھ کے آخر میں ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ خَاتَمِ النَّبِيّٖنَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَفْضَلِ الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

[اس عبارت میں حضرتؒ نے نبی کریم ﷺ کے آخری اور اعلیٰ نبی ہونے کا واضح اعلان کیا ہے]

☆☆☆☆☆☆☆

قطع برید سے پاک

وتعز من تشاء وتذل من تشاء

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ مسمی بہ

قصائد قاسمی

سنہ ۱۳۶۰ھ

از افاضات

حضرت مولنا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

حافظ ظہور احمد چشتی

ملنے کا پتہ

مکتبہ قاسمیہ جامع مسجد نور الحنفیہ مسلم پارک

راجگڑھ لاہور

قیمت ......

﴿تعارف قصائد قاسمی﴾

حضرت مولانا صوفی عبدالحمیدؒ فرماتے ہیں:

اس رسالہ میں حضرت نانوتویؒ کے چند قصائد ہیں جن میں دو زیادہ اہم ہیں ایک قصیدہ بہاریہ اردو میں دوسرا شجرہ منظومہ فارسی میں۔ قصیدہ بہاریہ کے ایک ایک شعر سے حضور ﷺ کے عشق و محبت لگاؤ و تعظیم ظاہر ہوتی ہے (ملخص از مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ الشہاب الثاقب ص ۴۷، ۴۸ میں لکھتے ہیں:

حضرت سرور کائنات علیہ السلام کے احسانات غیر متناہیہ کی تفصیل اگر معلوم کرنی منظور ہو تو رسالہ آب حیات حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا و نیز رسالہ قبلہ نما و اجوبہ اربعین و تحذیر الناس وغیرہ دیکھیے پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ کس قدر خلوص و عقیدت و محبت ذات پاک مصطفوی سے ان حضرات کو ہے اور کیسے اعلیٰ درجہ کی عظمت و فخامت ان کے قلوب میں بھری ہوئی ہے قصیدہ بہاریہ میں جو کہ نعت حضور سرور کائنات علیہ السلام میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے اور قصائد قاسمی میں شائع ہو چکا ہے کس تعظیم کے اور خلوص کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''فضائل درود شریف ص ۱۱۷'' میں لکھتے ہیں: اس کے بعد قصائد قاسمی میں سے حضرت اقدس حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم نور اللہ مرقدہ کے مشہور قصیدہ بہاریہ میں سے چند اشعار پیش کرتا ہوں جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا۔ یہ قصیدہ بہت طویل ہے ڈیڑھ سو سے زائد اشعار اس قصیدہ کے ہیں اس لئے سب کا لکھنا تو موجب طول تھا جو صاحب پورا دیکھنا چاہیں اصل قصیدہ کو ملاحظہ فرمائیں ان میں سے ساٹھ اشعار سے کچھ زائد پر اکتفا کیا جا رہا ہے جس سے حضرت قدس سرہ کی والہانہ محبت اور عشق نبوی کا اندازہ ہوتا ہے۔

[راقم بھی کچھ اشعار پر اکتفا کرے گا اور بوقت ضرورت ان کی وضاحت بھی کرے گا واللہ الموفق]

﴿عبارات از کتاب قصائد قاسمی﴾

بحق آنکہ او جانِ جہانست | فدائے روضہ اش ہفت آسمانست
بحق آنکہ محبوبش گرفتی | برائے خویش مطلوبش گرفتی
پسندیدی زجملہ عالم آنرا | بما بگذاشتی باقی جہاں را
گزیدی از ہمہ گلہا تو اورا | نمودی صرف او ہر رنگ وبورا
ہمہ نعمت بنام او نمودی | دو عالم ا بکام او نمودی
بآن کو رحمت للعالمین ست | بدرگاہت شفیع المذنبین ست
بحق سرور عالم محمد | بحق برتر عالم محمد
بذات پاک خود کاں اصل ہستی ست | ازو قائم بلندی ہا وپستی ست
ثناء او نہ مقدور جہان ست | کہ کنہش برتر از کون ومکانست
دلم از نقش باطل پاک فرما | براہِ خود مرا چالاک فرما (قصائد قاسمی ص ۴۵)

[قصائد قاسمی میں حضرت نانوتویؒ کے ایک طویل قصیدے یہ چند اشعار ہیں اس قصیدے کو حضرت تھانویؒ نے مناجات مقبول میں رکھا اسی سے کچھ اشعار لطائف قاسمی ص ۲ میں ہیں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے الشہاب الثاقب ص ۵۶ میں اس قصیدہ کے چند اشعار نقل کئے ہیں۔ان اشعار میں نبی کریم ﷺ کو اللہ کا محبوب کہا گیا ساری کائنات کا سردار اور سب سے برتر کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ آپ کا پوری تعریف کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔سوچئے ذرا جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو وہ بھلا نبی کریم ﷺ کی مدح میں ایسی باتیں کہہ سکتا ہے۔جیسے یہودی نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل آپ کے توسل سے دعا کیا کرتے تھے ختم نبوت کے منکر بھی جس کی آمد کے قائل ہوں گے اس کی تعریفیں کرتے ہوں گے اس کے گن گاتے ہوں گے۔الغرض اسطرح نبی کریم ﷺ کی تعریف کرنا بھی اس کی دلیل ہے کہ حضرت نانوتویؒ نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانتے تھے۔

﴿ابیات از قصیدہ بہاریہ در نعت رسول اللہ ﷺ﴾

یہ قصیدہ ڈیڑھ سو سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اس قصیدہ کے کچھ ابیات نقل کر کے لکھتے ہیں: حضرات ان اشعار کے مضامین پر غور فرمائیں کہ کس قدر اخلاص ومحبت وعقیدت بات بات سے ٹپکتی ہے گویا کہ محبت خاتم المرسلین ﷺ میں چور چور ہیں۔ اس قدر منہمک ہیں کہ ماسوا کی خبر نہیں رگ وپے میں ان کا اخلاص سرایت کئے ہوئے ہے (الشہاب الثاقب ص۵۱) راقم الحروف نمونے کے طور پر کچھ اشعار ذکر کرے گا اور حسب ضرورت ان کی شرح بھی کرے گا واللہ المستعان۔

۱) زمین وچرخ میں ہو کیوں نہ فرق چرخ وزمیں

یہ سب کا بار اٹھائے وہ سب کے سر پر بار (قصائد قاسمی ص۴ شعر ۴۸)

[زمین پر چونکہ حضرت نبی کریم ﷺ کا روضہ مبارکہ ہے اس لئے یہ آسمان سے افضل ہوئی حضرت نانوتویؒ اس افضلیت کی ایک اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ زمین نیچے ہونے کی وجہ سے سب کا بوجھ اٹھاتی ہے اور آسمان اوپر ہونے کی وجہ سے سب کے سروں پر بوجھ کی طرح ہے]

۲) کرے ہے ذرۂ کوئے محمدی سے خجل

فلک کے شمس وقمر کو زمین لیل ونہار (قصائد قاسمی ص۴ شعر ۴۹)

[یعنی آنحضرت ﷺ کی وجہ سے زمین کو اتنا فخر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی گلی کے ایک ذرے کے ساتھ بھی وہ سورج اور چاند کو شرمندہ کر رہی ہے]

۳) فلک پہ عیسیٰ وادریس ہیں تو خیر سہی

زمین پر جلوہ نما ہیں محمد مختار (قصائد قاسمی ص۵ شعر ۵۰)

[مختار کا معنی ہے اللہ کے پسندیدہ، چنے ہوئے بندے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ آپ کو کائنات کے ذرے ذرے کا اختیار دیا گیا۔ حضرت نانوتویؒ نے دوسری جگہ تصریح کی ہے کہ کائنات کا اختیار

اللہ ہی کے پاس ہے۔ دیکھئے اس کتاب میں قبلہ نما کی عبارت نمبر۲]

۴) فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانی احمد

زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار (قصائد قاسمی ص۵ شعر۵۱)

[اس میں مرزائیوں کے اعتراض کا جواب ملتا ہے۔ مرزائی کہتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام اوپر آسمانوں پر اور نبی ﷺ نیچے زمین پر۔ اس سے تو سمجھ آتا ہے کہ عیسی علیہ السلام افضل ہیں ۔حضرت فرماتے ہیں کہ ان کا معیار غلط ہے افضلیت زمین یا آسمان کی وجہ سے نہیں افضلیت تو نبی کریم ﷺ کی وجہ سے ہے آپ کی وجہ سے تو روضہ مبارکہ عرش بریں سے افضل ہے۔ یہ زمین آسمان سے افضل کیوں نہ ہوگی؟ آسمان پر حضرت عیسی علیہ السلام تو ہیں مگر آنحضرت ﷺ جیسا تو وہاں کوئی نہیں]

۵) ثنا کر اس کی فقط قاسم اور سب کو چھوڑ

کہاں کا سبزہ کہاں کا چمن کہاں کی بہار

ثنا کر اُس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے

تو اُس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار (قصائد قاسمی ص۵ شعر۵۳،۵۴)

[اِس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر اللہ سے کچھ لینا ہے تو نبی کریم ﷺ کی ثنا کر آپ کو جو اللہ نے فضائل دیئے ہیں ان کو بیان کر مثلاً آپ اللہ کے رسول ہیں آپ سب کے سردار ہیں آپ سب انبیاء سے عقل وفہم میں، اخلاق میں اور معجزات میں بڑھ کر ہیں آپ خاتم النبیین ہیں جیسے حضرت نے مختلف مواقع میں ان کو بیان کیا ساری دنیا میں آپ اذان کے ذریعے آپ کی نبوت ورسالت کا اعلان ہو رہا ہے، قبر میں نَبِیّیْ مُحَمَّدٌ ﷺ کہہ کر نجات ہوگی حشر میں پہلے آپ ہی شفاعت کریں گے جنت کا دروازہ پہلے آپ ہی کھلوائیں گے۔ آپ کے فضائل کو نہ ماننا یہ ان کو بیان کرنے سے گریز کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرنے کے مترادف ہے کہ جب اللہ نے یہ فضائل دیئے ہیں تو کون ہوتا ہے نہ ماننے والا؟

دوسرا مطلب یہ ہے کہ دین سمجھنے کیلئے نبی کریم ﷺ کی باتوں کو لینا ہوگا آپ کی اتباع کے بغیر نجات نہیں۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ آپ کے روضہ مبارکہ پر حاضری ہو تو سلام پیش کریں اور شفاعت کی درخواست کر دیں۔ آپ کی شفاعت کی قدر نہ کرنا منافقین کا کام ہے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا: وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (سورۃ المنافقون آیت نمبر ۵) ترجمہ: ''اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے اللہ کے رسول استغفار کریں تو اپنے سروں کو مٹکاتیں ہیں اور تو دیکھے گا کہ وہ رکتے ہیں اور غرور کرتے ہیں''۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: بعض دفعہ جب ان منافقین کی کوئی شرارت صاف طور پر کھل جاتی اور کذب وخیانت کا پردہ فاش ہو جاتا تو لوگ کہتے کہ (اب بھی وقت نہیں گیا) آؤ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے اپنا قصور معاف کرالو حضور کے استغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطا معاف فرمادے گا تو غرور وتکبر سے اس پر آمادہ نہیں ہوتے اور بے پروائی سے گردن ہلا کر اور سر مٹکا کر رہ جاتے بلکہ بعض بدبخت صاف کہہ دیتے کہ ہم کو رسول اللہ کے استغفار کی ضرورت نہیں (تفسیر عثمانی ص ۷۳۶ ف ۱)

اور ایک یہ مطلب ہے کہ توحید اور ناموس رسالت کیلئے ایسی خدمت کرو کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب یہ عمل پیش ہو تو آپ خوش ہو کر ہمارے لئے اللہ سے دعا کریں۔

تنبیہ: اس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اپنی مشکلات میں نبی کریم ﷺ سے دعائیں کریں۔ دعائیں صرف اللہ سے نہ تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ مجھ سے مانگو اور نہ اللہ نے کہا کہ میرے رسول سے دعائیں کرو۔ ارشاد باری ہے: قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا (سورۃ الجن آیت نمبر ۲۰) ترجمہ: کہہ دیجئے میں تو صرف اللہ کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ نیز فرمایا: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورۃ المؤمن :۶۰) ترجمہ: اور تمہارا پروردگار کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا]

۵)　　الٰہی کس سے بیان ہو سکے ثنا اس کی
کہ جس پہ ایسا تیری ذات خاص کا ہو پیار
جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار (قصائد قاسمی ص۵ شعر۵۵،۵۶)

[کائنات کو اللہ نے اپنی عبادت کیلئے بنایا جب تک دنیا میں اللہ کا نام لینے والے ہیں دنیا قائم رہے گی (مسلم ج۱ ص۱۳۱ حدیث نمبر۲۳۴ طبع بیروت ترمذی ج۲ ص۱۹۴ طبع رحمانیہ لاہور) جب اللہ، اللہ کرنے والا کوئی نہ رہے گا یہ نظام سمیٹ دیا جائیگا۔ اور اللہ کی عبادت کا طریقہ انبیاء کرام ہی سکھاتے تھے اور انبیاء کے امام اور سردار آنحضرت ﷺ ہیں۔ آپ نہ ہوتے تو باقی انبیاء بھی نہ ہوتے، انبیاء نہ ہوتے تو عبادت کا طریقہ پتہ نہ چلتا جب عبادت کا طریقہ پتہ نہ چلتا تو کائنات کو بنانا بے فائدہ ہوتا اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا کہ اگر نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کائنات کو نہ بناتا]

۶)　　کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی
کہاں وہ نور خدا۔ اور کہاں یہ دیدہ زار (قصائد قاسمی ص۵ شعر۵۷)

[نور خدا کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ نے نور ہدایت بنا کر بھیجا تھا نہ تو اس سے بشریت کی نفی ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ معاذ اللہ خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں حضرتؒ خود فرماتے ہیں: اور جناب سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات ہر چند بشر تھے پر خیر البشر تھے۔ خدا کے منظور نظر تھے۔ خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل ان کو عطا فرمایا تھا (فیوض قاسمیہ ص۴۳)]

۷)　　چراغ عقل ہے گل اس کے نور کے آگے
زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار
جہاں کہ جلتے ہوں پر عقل کل کے بھی پھر کیا
لگی ہے جان جو پہنچیں وہاں میرے افکار

مگر کرے مری روح القدس مددگاری

تو اُس کی مدح میں میں بھی کروں رقم اشعار

جو جبریل مدد پر ہو فکر کی میرے

تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہاں کے سردار (قصائد ص ۵ فضائل درود شریف ص ۱۱۸)

[حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسانؓ سے فرمایا: یَا حَسَّانُ اَجِبْ عَنِّیْ، اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (مسلم ص ۳۰۰) ترجمہ: "اے حسان میری طرف سے جواب دے، اے اللہ روح القدس کے ساتھ اس کی مدد فرما" حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا یَزَالُ یُؤَیِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (مسلم ج ۲ ص ۳۰۰) ترجمہ: "جب تک تو اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتا رہے گا روح القدس تیری مدد میں رہے گا"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو نہ جبریل نظر آتے تھے اور نہ اس فضیلت کے بعد حضرت حسان رضی اللہ عنہ نبی بن گئے۔ اب اس شعر پر غور کریں حضرت نانوتویؒ یہ نہیں کہہ رہے کہ جبریل میرے ساتھ ہیں بلکہ دعا کر رہے ہیں اور تمنا ظاہر کرتے ہیں کہ ان اشعار کے کہنے کے وقت جبریل امین کی تائید حاصل ہو تو میں یوں کہوں]

(۸) تو فخر کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں

امیر لشکر پیغمبران شہ ابرار (قصائد قاسمی ص ۵ شعر ۶۲)

[حضرت نے ان اشعار میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کیا۔ بسا اوقات غائب کو ذہن میں حاضر سمجھ کر اس کو خطاب کیا جاتا ہے۔ حاضر ناظر کا عقیدہ اس میں ہرگز نہیں ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے اس عاجز کی کتاب اساس المنطق شرح تیسیر المنطق ج ۲ ص ۴۴۸ تا ص ۴۷۰ بحث قیاس شعری)

پھر ان اشعار میں حضرت نے نبی ﷺ کو سب انبیاء کا سردار مانا ہے اور بارہا یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت کے نزدیک اعلیٰ نبی ہونا آخر میں آنے کو مستلزم ہے تو اس طرح حضرتؒ نے یہاں

عقیدۂ ختم نبوت کا بھی اظہار کر دیا ہے]

۹) تو بوئے گل اگر گل ہیں اور نبی
تو نورِ شمس اگر اور انبیاء ہیں شمس نہار
حیات جاں ہے تو، ہیں اگر وہ جان جہاں
تو نورِ دیدہ ہے اگر ہیں وہ دیدۂ بیدار (قصائد قاسمی ص۵ شعر ۶۴،۶۵)

[حضرت نے ان ابیات میں سب انبیاء کرام علیہم السلام کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی افضلیت کو یوں بیان کیا کہ اگر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام جہان کی جان ہیں تو آپ اس جان کی زندگی ہیں اگر وہ آنکھ ہیں تو آپ اس آنکھ کا نور ہیں۔ کیا ختم نبوت کا کوئی منکر آنحضرت ﷺ کی ایسی مدح کر سکتا ہے؟]

۱۰) جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال نہیں کسی میں مگر دو چار

[یعنی آپ کمالات میں تمام انبیاء پر فائق ہیں جیسا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقریروں میں اور اپنی تحریروں میں اس مضمون کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت'' میں بھی جا بجا ایسے مضامین نقل کئے گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۸۴ میں لکھا کہ مُفْهِمِیْن۔ انسانوں کی اصلاح کرنے والی شخصیات۔ کے کمالات نبی ﷺ میں سب کے سب ہیں باقی انبیا میں دو دو تین تین ہیں تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب آیات ختم نبوت ص ۴۹ ۷ تا ص ۷۵۴۔ اور اس کتاب میں تحذیر الناس کی عبارات کے شرح۔ یہاں ایک نئے حوالے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مولانا محمد عثمان غنی صاحب خطبات مدراس ص ۸۰ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک تعلیم یافتہ ہندو نے ایک مسلمان واعظ سے کہا کہ میں تمہارے پیغمبر کو دنیا کا سب سے بڑا کامل انسان تسلیم کرتا ہوں، انہوں نے دریافت کیا تم کیونکر پیغمبر اسلام کو دنیا کا کامل ترین انسان جانتے

ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ مجھ کو اُن کی زندگی میں بیک وقت اِس قدر متضاد اور متنوع اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں دکھائے۔

وہ بادشاہ ایسا کہ ایک پورا ملک اس کی مٹھی میں ہو، دولتمند ایسا ہو کہ خزانے کے خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دارالحکومت میں آ رہے ہوں، اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چولہا نہ جلتا ہو اور کئی وقت اس پر فاقے گذر جاتے ہوں، سپہ سالار ایسا کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں کی غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو، اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پر جوش جاں نثاروں کی ہمرکابی کے صلح نامہ پر دستخط کر دیتا ہو، شجاع اور بہادر ایسا کہ ہزاروں کے مقابلہ میں تنہا کھڑا ہو، اور نرم دل ایسا کہ اُس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو۔

باتعلق ایسا کہ عرب کے ذرہ ذرہ کی اُس کو فکر، بیوی بچوں کی اُس کو فکر، غریب و مفلس مسلمانوں کی اُس کو فکر، خدا کی بھولی ہوئی دنیا کے سدھار کی اُس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اُس کو فکر، اور بے تعلق ایسا کہ خدا کے سوا کسی کی اُس کو یاد نہیں اور اُس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش، اُس نے کبھی اپنی ذات کیلئے اپنے برا کہنے والوں سے انتقام نہیں لیا، اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں ہمیشہ دعاء خیر کی اور ان کا بھلا چاہا، لیکن خدا کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنم کی دھمکی دیتا رہا اور عذاب الٰہی سے ڈراتا رہا۔

عین اُس وقت جس اُس پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکہ ہوتا تھا وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت میں جلوہ نما ہوتا ہے، عین اُس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شبہ ہوتا ہے وہ پیغمبرانہ معصومیت میں ہمارے سامنے آ جاتا ہے، عین اُس وقت جب ہم اس کو شاہِ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں وہ کھجور کا تکیہ لگائے خالی چٹائی پر محوِ خواب نظر آتا ہے، عین اُس دن جب عرب کے اطراف سے اُس کے صحن مسجد میں مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اُس کے اہل بیت میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہو۔ عین اُس عہد میں جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بن کر بھیجے جا رہے ہوں فاطمہ بنت رسول اپنے ہاتھوں کا چھالا اور سینہ کا داغ باپ کو

دکھاتی ہیں جو چکی پیتے پیتے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھ اور سینہ پر پڑ گیا تھا اور ایک خادمہ کی درخواست کرتی ہیں ارشاد ہوتا ہے اب تک صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں۔ فاطمہ! بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں (نصر الباری شرح اردو بخاری شریف ج ۱ ص ۲۲۷، ۲۲۸)

۱۱) بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال

بغیر بندگی کیا ہے؟ لگے جو تجھ کو عار (قصائد قاسمی ص ۶ شعر ۷۰)

[اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے سوائے خدائی کے کائنات کے سب اختیارات آپ کو دے دیئے اس لئے کہ قبلہ نما اور انتصار الاسلام میں حضرت نے یہ مفصل بیان کر دیا کہ آپ کا اصل کمال عبدیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ بندگی میں سب سے اعلیٰ مقام جناب نبی کریم ﷺ کو عطا ہوا۔ اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں بھی اس مضمون کو ادا کیا ہے کہ بندگی میں کوئی عار نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ أَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيْعًا ○ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ أُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ج وَأَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۲، ۱۷۳) ترجمہ: مسیح کو اس سے عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے سو وہ جمع کرے گا اپنے پاس ان سب کو اکٹھا پھر جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے تو ان کو پورا دے گا ان کا ثواب اور زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں نے عار کی اور تکبر کیا سو ان کو عذاب دے گا دردناک اور نہ پاویں گے اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار]

۱۲) یہ اجتماع کمالات کا تجھے اعجاز

دیا تھا تا نہ کریں انبیاء کہیں تکرار (قصائد قاسمی ص ۶ شعر ۷۲)

[اللہ نے سب کمالات آپ کی ذات میں جمع کردیئے تاکہ انبیاء کرام علیہم السلام فوراً آپ کی اتباع کرلیں جیسا کہ معراج کی رات نبی ﷺ نے انبیاء کرام کی موجودگی میں اپنے فضائل بیان کیے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ان کے ساتھ محمد تم سے بڑھ گئے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر ج۴ص۲۶۹) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب ''شواہد ختم نبوت'' ص۷،۸۔اور کتاب ''آیات ختم نبوت'' ص۳۶،۳۷ نیز ص۴۰۱تا۴۰۹]

۱۳) پہنچ سکا تیرے رتبہ تلک نہ کوئی نبی

ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار (قصائد قاسمی ص۶ شعر۷۴)

[آپ عقل وفہم، اخلاق اور معجزات اور پیشگوئیوں میں سب پر فائق تھے اس لئے کوئی نبی آپ کے مرتبے کو نہ پاسکا حجۃ الاسلام، قبلہ نما، میلہ خدا شناسی اور مباحثہ شاہجہانپور میں حضرت نے اس مضمون کو بڑے دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے]

۱۴) جو انبیاء ہیں وہ آگے تیری نبوت کے

کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار (قصائد قاسمی ص۶ شعر۷۵)

[مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جیسے نبی الامۃ ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں اس کی مدلل بحث تحذیر الناس کی عبارات کے تحت موجود ہے مزید تفصیل کیلئے دیکھئے'' آیات ختم نبوت'' ص۴۰۳، ۴۰۴ نیز ص۵۳۵تا۵۶۲]

۱۵) خدا کے طالب دیدار حضرت موسیٰ

تمہارا لیجئے خدا آپ طالب دیدار

کہاں بلندی طور اور کہاں تیری معراج

کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان بھی ہموار (قصائد قاسمی ص۶ شعر۷۷،۷۸)

[موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کوہ طور پر گئے جبکہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیج کر نبی کریم ﷺ کو معراج پہ بلایا یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مرتبہ زیادہ ہے]

۱۶) رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار (قصائد قاسمی ص۶ شعر ۸۲)

[یعنی آپ کو عام لوگ انسان ہی دیکھتے ہیں مگر روحانی کمالات آپ کے اللہ ہی جانتا ہے اس میں عقیدۂ بشریت کی نفی نہیں (۱) اگر ایسا کرنا ہوتا تو عقل وفہم اور اخلاق میں آپ کی بلندی کا ذکر مہمل تھا اتنا کافی تھا کہ آپ انسان نہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَمِنْ عَادَةِ الْجَهَلَةِ اَنَّهُمْ اِذَالَمْ يَرَوْا رَجُلًا زَعَمُوْهُ مُنَزَّهًا ثُمَّ اِذَا رَأَوْهُ يُمَارِسُ الْعَادَاتِ اَنْكَرُوْا عَلَيْهِ فَلِهٰذَا السِّرِّ كَانُوْا يُقِرُّوْنَ بِسَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَيُنْكِرُوْنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ: جاہلوں کی عادت ہے کہ جس کسی کو انہوں نے دیکھا نہیں ہوتا تو وہ اس کو مقدس اور فوق البشر ہستی خیال کرتے ہیں برخلاف اس کے اگر کوئی صاحب کمال اُن کے سامنے ہو اور وہ یہ دیکھ لیں کہ یہ بھی ہماری طرح زندگی بسر کرتا ہے اور اس کی عادات ہمارے مخالف نہیں تو اس وجہ سے اس کی فضیلت کا انکار کرتا ہے۔ ان لوگوں کے دیگر انبیاء کو تسلیم کرنے اور ہمارے رسول اکرم محمد ﷺ کے انکار کرنے میں یہی راز تھا (الخیر الکثیر مترجم ص ۴۴۷) اولیاء کرام، علماء عظام لوگوں کی نظروں میں عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ مگر علمی وروحانی کمالات میں نرالے ہوتے ہیں جب چلے جاتے ہیں پھر یاد آتے ہیں]

---

(۱) راقم الحروف نے اساس المنطق میں لکھا کہ اس شعر کا مطلب یہ کہ نبی کریم ﷺ اگرچہ بشر ہیں مگر آپ کے روحانی کمالات اور مرتبوں کا ادراک ہم بالکل نہیں کر سکتے بلکہ سوائے خدا تعالیٰ کے آپ کے روحانی کمالات ترقیات کو کوئی نہیں جان سکتا۔ شاہ رفیع الدینؒ خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ سب محققین کا اتفاق ہے: دانستن مراتب معنوی نبی را صلی اللہ علیہ وسلم علی حسب الکمال در وسع ہیچ کس از انبیاء واولیاء نیست (دمغ الباطل ص۱۳۶) ترجمہ: نبی ﷺ کے مراتب معنوی کو کامل طور پر جاننا انبیاء یا اولیاء میں سے کسی کے بس میں نہیں ہے۔ (اساس المنطق ج۲ ص ۴۶۳)

۱۷) نہ بن پڑا وہ جمال آپ کا سا ایک شب

بھی قمر نے گو کہ کروڑں کیئے چڑھاؤ اتار (قصائد قاسمی ص۶ شعر۸۷)

[چاند کروڑوں اتار چڑھاؤ کے باوجود آپ جیسا حسن نہ پا سکا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات کو میں نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی تو میں نبی کریم ﷺ کو بھی دیکھنے لگا اور چاند کو بھی تو سچی بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ میں نے آپ کو چاند سے زیادہ حسین پایا شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص۲۲۷ طبع مکتبہ رحمانیہ لاہور]

۱۸) خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب میرے

تو جس قدر ہے بھلا میں برا اُسی مقدار (قصائد قاسمی ص۷ شعر۹۳)

[یعنی آپ جتنے اعلیٰ ہیں میں اتنا ہی پست ہیں۔ آپ جتنے اچھے ہیں میں اتنا ہی برا ہوں۔ قارئین کرام! غور کریں کیا ختم نبوت کا کوئی منکر نبی کریم ﷺ کی تعریف میں ایسے الفاظ کہہ سکتا ہے قادیانی جیسے آدمی تو اپنی تعریف کرواتے تھے وہ کب کہتا تھا کہ میں برا ہوں وہ کہتا تھا میں سب سے اعلیٰ ہوں سچی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نعت میں اتنی پستی کا اظہار تو شاید ہی کسی نے کیا ہو]

۱۹) نہ پہنچیں گنتی میں ہرگز تیرے کمالوں کی

مرے بھی عیب شہ دوسرا ، شہ ابرار (قصائد قاسمی ص۷ شعر۹۴)

[اے دو جہان کے سردار، اے نیک لوگوں کے سردار! آپ کو اللہ نے اتنے کمالات عطا فرمائے ہیں کہ میرے عیوب کی گنتی آپ کے کمالات کی گنتی سے کم ہے]

۲۰) یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں

کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار (قصائد قاسمی ص۷ شعر۱۰۳)

تو بہترین خلائق میں بدترین جہاں

تو سرورِ دو جہاں میں کمینہ خدمت گار (قصائد قاسمی ص۸ شعر۱۱۴)

[مطلب یہ کہ آپ ساری مخلوق سے اعلیٰ ہیں اور میں سب سے زیادہ بدترین اور گناہ گار ہوں]

(۲۱) بہت دنوں سے تمنا ہے کیجئے عرض حال

اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار

وہ آرزوئیں جو ہیں مدت سے دل میں بھری

کہوں میں کھول کے دل اور نکالوں دل کا بخار (قصائد قاسمی ص ۸ شعر ۱۱۵، ۱۱۶)

[مطلب یہ ہے کہ میں مدینہ منور حاضری کیلئے تڑپتا ہوں تاکہ وہاں حاضر ہو کر سلام پیش کروں اور آپ سے شفاعت کی درخواست کروں جیسا کہ فقہاء لکھا ہے]

(۲۲) مگر جہاں ہو فلک آستان سے بھی نیچا

وہاں ہو قاسم بے بال و پر کا کیونکر گذار (قصائد قاسمی ص ۸ شعر ۱۱۷)

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا

نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار (قصائد قاسمی ص ۸ شعر ۱۲۱)

[یہ بات طے شدہ ہے کہ شعر کا مفہوم شاعر کے عقیدہ کے موافق لیا جائے گا۔ ان اشعار میں مولانا اس بات کی تمنا کر رہے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے دن آپ کی شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے لئے دعا کریں شعر نمبر ۱۰۳ میں فرماتے ہیں:

یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں کیے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

شعر نمبر ۱۱۷ میں فرماتے ہیں:

مگر جہاں ہو فلک آستاں سے بھی نیچا وہاں ہو قاسم بے بال و پر کا کیونکر گذار

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے اساس المنطق ج ۲ بحث قیاس شعری)

(۲۳) دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی

کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار (قصائد قاسمی ص ۸ شعر ۱۲۲)

[مطلب یہ کہ آپ ساری کائنات کے سردار ہیں سب سے اعلیٰ ہیں اور جو سب سے اعلیٰ ہو وہی آخری نبی ہے اس طرح اس میں ختم نبوت کا ذکر بھی ہے]

۲۴) امیدیں لاکھوں ہیں مگر بڑی امید ہے یہ

کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار (قصائد قاسمی ص۹ شعر۱۲۹)

[یعنی مدینہ منورہ میں رہنے کی تمنا تو ہے مگر اس پاک دیس میں نسانوں کے ساتھ رہنے کے قابل نہیں اگر میرا نام سگان مدینہ کے ساتھ شمار ہو جائے تو بڑی سعادت ہے یا یہ مطلب ہے کہ ختم نبوت کے ادنیٰ چوکیداروں کے ساتھ میرا حشر ہو جائے تو بڑی سعادت ہے]

۲۵) جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں

مروں تو کھائیں مجھے مدینہ کے مرغ و مار (قصائد قاسمی ص۹ شعر۱۳۰)

[یعنی میری تمنا ہے کہ میں زندگی بھر مدینہ منورہ میں ادنی چوکیدار رہوں اور نہ سہی تو سگان مدینہ کے ساتھ ہی حرم مدینہ کے گرد چکر کاٹتا رہوں اور جب مر جاؤں تو میری تمنا ہے کہ میرا بدن مدینہ کے کیڑوں مکوڑوں کی غذا بنے]

۲۶) اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ

کرے حضور کے روضہ کے گرد نثار (قصائد قاسمی ص۹ شعر۱۳۲)

[حضرت اس شعر میں فرماتے ہیں کہ میری تمنا ہے کہ مرنے کے بعد میرا جسم جب مٹی کے ذرات بن جائے تو ہوا اس کو اڑا کر آپ کے روضہ کے گرد زیارت کیلئے آنے والوں کے قدموں کے نیچے بکھیر دے]

۲۷) ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا

کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار

مگر نسیم مدینہ ہے گرد باد بنا

کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا مزار (قصائد قاسمی ص۹ شعر۱۳۳،۱۳۴)

[میں تو اس قابل نہیں کہ میری خاک مدینہ جائے خدا کرے مدینہ جانے والی باد نسیم گرد باد کی شکل میں آئے اور میری خاک کو آپ کے روضہ کے پاس لے جا کر بکھیر دے]

(۴۸) رہے نہ منصب شیخ المشائخی کی طلب
نہ جی کو بھائے یہ دنیا کا کچھ بناؤ سنگار
ہوا اشارہ میں دوٹکڑے جوں قمر کا جگر
کوئی اشارہ ہمارے بھی دل کے ہو جا پار (قصائد قاسمی ص۹ شعر ۱۴۳ تا ۱۴۴)

[اس سے پہلے ابیات میں نبی ﷺ کی محبت کے حصول کی تمنا کی اور اب یہ فرماتے ہیں کہ مجھے نہ پیر بننے کی طلب ہے(!) اور نہ دنیا کی کسی زینت کی طلب ہے جیسے آپ کے ایک اشارے کے چاند کے دوٹکڑے ہوئے اسی طرح ہمارے دل پہ ایسا اثر ہو کہ آپ کی محبت سما جائے۔

فائدہ: حضرت مولانا عبدالمالک صدیقی ؒ نے اسی مضمون کو پنجابی اشعار میں یوں ادا کیا ہے:

ملے قطرہ عشق محمد دا — ول دنیا دی شاہی دی لوڑ نہیں
دل مست روے وچ مستی دے — بھئی عقل دانائی دی لوڑ نہیں
میرے قلب سیاہ گنہگار دے وچ — تیری یاد دا دیوا بل داروے
ول این جگ اوں جگ قبر حشر — کسے ہور رشنائی دی لوڑ نہیں
کر اپنے حبیب دا عشق عطا — جگ سارے تو بے نیاز چہ کر
سر جھکدا روے در تیرے اتے — در دردی گدائی دی لوڑ نہیں
این عبد دا عرض قبول تھیوے — دربار الٰہی دے اندر
لوں لوں وچ ہووے عشق نبی — کسے ہور آشنائی دی لوڑ نئی

اردو زبان میں ان اشعار کا مطلب یہ ہے: اگر مجھے حضرت محمد ﷺ کے عشق ومحبت کا ایک قطرہ نصیب ہو جائے تو مجھے دنیا کی بادشاہی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرا دل آپ کی محبت میں سرشار رہے اور مجھے اس کے بالمقابل عقل ودانائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں آپ کے ہر حکم کو بغیر دلیل کے ماننے کو تیار ہوں۔ میرے گناہ گار سیاہ دل میں اے اللہ اگر تیرے ذکر کا چراغ جلتا رہے تو مجھے دنیا، آخرت میں اور قبر حشر میں کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں ہے۔ اے اللہ تو مجھے

اپنے حبیب کا عشق عطا فرما اور اس کے ساتھ سارے جہان سے مجھے مستغنی کر دے۔ اے اللہ اگر میرا سر تیرے دربار میں جھکتا رہے تو مجھے در در پر سر جھکانے کی ضرورت نہیں ہے، خدا کرے اس بندے کی یہ دعا اللہ کے دربار میں قبول ہو جائے کہ جسم کے لوں لوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت سما جائے اور مجھے کسی اور سے محبت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔]

(۲۹) بس اب درود پڑھ اس پر اور اس کی آل پہ تو
جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اس کی عترت اطہار
الٰہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار (قصائد قاسمی ص۹ شعر ۱۵۰، ۱۵۱)

[اے اللہ اپنے پیارے حبیب ﷺ پر، اُن کی آل پر اور اُن کے فرماں برداروں پر اتنی رحمتیں نازل فرما جن کو عدد شمار نہ کر سکے یعنی بے شمار رحمتیں نازل کر دیجئے آمین]

ہر قسم کے قرآن مجید کتب مذہبی درسی وغیر درسی ادبی وتاریخی کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے طلب فرمائے
تعز من تشاء وتذل من تشاء
چند مکاتیب
در تفسیر بعض آیات شریفہ جلیلہ کالسلک جواہر سلک
راس المحققین زبدۃ المدققین رئیس العلماء افضل الفضلاء خاتم المفسرین حضرت مولنا محمد قاسم صاحب نانوتوی
مسمی بہ
اسرار قرآنی
جس کو!
(مولوی) سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے
اپنے
کتب خانہ اعزازیہ
کتبہ زاہد حسن عثمانی دیوبند
استنبول، بیروت، شام، اور ہندوستان کے
اور تصانیف علمائے دیوبند نہایت ارزاں ملنی کا پتہ (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند

﴿تعارف رسالہ اسرار قرآنی﴾

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتیؒ لکھتے ہیں:

یہ مختصر سا رسالہ ہے فارسی زبان میں ہے جس میں مختلف آیات قرآنیہ کے بارہ میں مولانا محمد صدیق صاحب مراد آبادی نے سوالات حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیجے تھے جن کے جوابات حضرت نے تحریر فرمائے ہیں اور بہت سے اشکالات کو رفع کیا ہے آخر میں معوذتین کی حکیمانہ تفسیر ہے اور مثنوی رومی کے ایک مشکل شعر کی شرح ہے (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۸) راقم الحروف کہتا ہے:

یہ رسالہ کل بیس صفحات پر مشتمل ہے مگر اس میں بڑے پیچیدہ اشکالات کو حل کیا گیا ہے مثلاً ایک اشکال یہ ہے کہ لَعَلَّ قرآن پاک میں کس معنی میں آیا ہے؟ (اسرار قرآنی ص ۲) اور ایک اشکال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تو قدیم ہے پھر آیت کریمہ لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ [سورۃ الحدید آیت نمبر ۲۵] میں لام کس فائدہ کیلئے آیا؟ (اسرار قرآنی ص ۸)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے پارے کے فوائد کے شروع میں آیت کریمہ "اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ" کے تحت اشکال بیان کیا پھر اس کے مختلف جوابات دے کر آخر میں حضرت نانوتویؒ کے جواب کو جو اس رسالہ میں ہے پیش کیا ہے وہاں حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے استاذ محترم حضرت نانوتویؒ کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے:

بعض راسخین مُدَقِّقِین نے اس کے متعلق دو باتیں نہایت دقیق وانیق بیان فرمائیں الخ (تفسیر عثمانی ص ۲۷ ف ۴) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتویؒ کے بیانات اور آپ کی تحریریں مختصر ہی کیوں نہ ہوں علماء کیلئے بڑا قیمتی سرمایہ ہیں اس لئے ان کو حاصل کر کے ان کا مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قدر کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆

﴿عبارت از کتاب اسرار قرآنی﴾

راقم نے ''آیات ختم نبوت'' میں حضرت نانوتویؒ کی تفسیر کو بنیاد بنا کر معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) سے عقیدۂ ختم نبوت پر استدلال کیا ہے (۱) اور یہ تفسیر فارسی زبان میں حضرت نانوتویؒ کے رسالہ اسرار قرآنی صفحہ ۱۴ تا صفحہ ۱۷ میں موجود ہے شیخ الاسلام حضرت مولانا

---

(۱) کتاب ''آیات ختم نبوت'' میں سورۃ الفاتحہ سے جو پہلی دلیل دی گئی اس کی بنیاد حضرت شاہ عبدالقادر کے کلام کو بنایا بعد میں حضرت نانوتویؒ کا کلام اس سے مفصل ملا اگر اُس وقت ملتا تو اس کو بنیاد بنایا جاتا تلافی مافات کیلئے اِس جگہ اُس استدلال کو مختصر کر کے حضرت کے کلام کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:

کلام پاک خداوند کریم میں بھی بعضی عبارتیں ایسی ہیں کہ وہ بندوں کی طرف سے علی العموم فقط یا، رسول اللہ ﷺ ہی کی طرف سے ہیں.......... چنانچہ سورۃ فاتحہ اسی قسم کی ہے خاص کر اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے لے کر آخر تک جس کا یہ مضمون ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ہمیں سیدھی راہ چلا الخ ظاہر ہے کہ یہ عبارت خداوند کریم نے بندوں کی طرف سے بنا کر ان کے حوالہ کر دی ہے کہ وقت حضور دربار خداوندی، یعنی وقت نماز کے، اس طور پر خداوند کریم سے عرض معروض کیا کریں (ھدیۃ الشیعہ ص ۳۴۰، ۳۴۱)

حضرت کی اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ سورت ہمارے لئے ایک درخواست فارم کی طرح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ داخلے کا فارم اس وقت تک ملتا ہے جب تک داخلہ جاری ہوتا ہے۔ جب داخلہ بند ہو جائے تو فارم نہیں ملا کرتے اس سورت کا باقی رہنا اس کی دلیل ہے کہ جس ہدایت کو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے وہ باقی ہے اگر وہ باقی نہ ہوتی تو اللہ اس سورۃ کو اٹھا لیتے تا کہ نیا نبی آئے تو اپنے ساتھ ہدایت کا فارم بھی لے کر آئے۔ تو جب نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت موجود ہے اور اس دعا کے ساتھ مل سکتی ہے تو پھر کسی اور نبی کی کیا ضرورت ہے؟ معلوم ہوا کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب ''آیات ختم نبوت'' ص ۶۲، ۶۳)

شبیر احمد عثمانیؒ نے تفسیر عثمانی ص ۸۰۸ میں اس کو اردو میں پیش کیا ہے حضرت عثمانیؒ کے الفاظ میں ہی مولانا کاندھلویؒ نے معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۵۸۲ میں اس کو نقل کیا ہے۔ جزاھم اللہ خیرا۔

کتاب ''آیات ختم نبوت'' میں ہے

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس سے ختم نبوت پر استدلال حضرت نانوتویؒ کی تفسیر کو سمجھنے پر موقوف ہے اس لئے حضرت کے کلام کا خلاصہ پیش کرنا ضروری ہوا حضرت پہلے بطور تمہید کے فرماتے ہیں کہ باغ میں جب کوئی نیا پودا زمین کو پھاڑ کر نکلتا ہے تو جب تک وہ حد کمال کو نہ پہنچ جائے باغبان کو اس کی حفاظت کیلئے درج ذیل طریقوں پر محنت کرنی پڑتی ہے [۱] ایسے جانوروں سے بچانا جن کی فطرت وطبیعت سبزہ کھانا ہے [۲] پانی ہوا اور حرارت آفتاب وغیرہ جو زندگی یا ترقی کے اسباب ہیں ان کے پہنچنے کا پورا انتظام ہو [۳] برف اور اولے وغیرہ اوپر گرنے نہ پائیں یہ چیزیں پودے کی نشو ونما اور ترقی کو روکنے والی ہیں [۴] کوئی حاسد یا دشمن اس پودے کو کاٹ نہ دے یا جڑ سے نہ اکھیڑ دے [۵] ان چار کے علاوہ ایک اور چیز پودے کے وجود کے لئے ضروری ہے کہ بیج کو اندر ہی سے گھن نہ لگ جائے، خشک نہ ہو جائے۔

اس تمہید کے بعد فرماتے ہیں کہ ان سورتوں میں ہمیں اپنے شجر وجود وایمان کی حفاظت کیلئے اس قسم کی پانچوں مصیبتوں سے پناہ مانگنی سکھائی گئی ہے [۱] مخلوق کے شر سے پناہ مانگی گئی اور مخلوق کی جبلت وطبیعت میں شر رکھا ہوا ہے یہ ایسے جانوروں کے مشابہ ہے جن کی فطرت سبزہ خوری ہے [۲] غَاسِق سے پناہ مانگی گئی اور غَاسِق رات ہے جس کی وجہ سے روشنی نہیں ملتی۔ تو غَاسِق ایسے ہے جیسے پانی ہوا اور حرارت آفتاب کے پہنچنے کا پورا انتظام نہ ہو [۳] نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَد سے پناہ مانگی گئی اور نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَد سے ساحرانہ اعمال مراد ہیں سحر سے اصلی آثار مغلوب ہو کر دب جاتے ہیں یہ برف اور اولے وغیرہ کے اوپر گرنے کی طرح ہیں [۴] حاسد سے پناہ مانگی گئی فرمایا مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ حاسد اس دشمن کی طرح جو پودے کو کاٹ دے یا جڑ سے اکھیڑ دے [۵] مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاس کے ساتھ وسوسہ ڈالنے

والے سے تعوذ کیا گیا جو ظاہر ہو کر نہیں اندرونی طور پر رخنہ ڈالتا ہے یہ اس آفت کی طرح کہ اندر ہی سے بیج کو گھن لگ جائے خشک ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں میں ہر قسم کے ظاہری و باطنی شرور سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی ہے تو جیسے سورت فاتحہ صراط مستقیم کی دعا ہے یہ سورتیں دنیا آخرت کی نعمتوں کو محفوظ کرانے کی دعا ہیں۔

ان سورتوں سے ختم نبوت کے استدلال کی وضاحت:

ان سورتوں میں ہر قسم کی مصائب و شرور سے پناہ حاصل کرنا سکھایا گیا اور صیغہ بھی واحد متکلم کا دیا گیا (۲) اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے پڑھنے کے بعد نبی کریم ﷺ کو ہر قسم کے شرور سے پناہ حاصل ہو گئی اور آپ ﷺ کی سلامتی ۔ سے دین کی سلامتی ہے کیونکہ ایمان کی بنیاد تو نبی کریم ﷺ کی ذات ہے ایمان کہتے ہی اس کو ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جو کچھ اللہ کی طرف سے پہنچایا اس کی تصدیق کی جائے (شرح عقائد ص ۱۱۹) الغرض جب دین سلامت تو کسی اور نبی کی کیا ضرورت؟ اس طرح یہ سورتیں بھی ختم نبوت کی دلیل بن گئیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ آمین

(آیات ختم نبوت ص ۸۳۷، ۸۳۸)

---

(۲) حضرت نانوتویؒ کے کلام سے اس کی تائید: آپ فرماتے ہیں قُلْ اَعُوْذُ کے یہ معنی ہیں کہ کہہ اے محمد میں پناہ مانگتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ متکلم جناب سرور کائنات ﷺ ہیں تو قُلْ کے بعد جتنی عبارت ہے اُس سب کو رسول اللہ ﷺ ہی کی طرف سے سمجھنا چاہئے (ھدیۃ الشیعہ ص ۳۴۰)

﴿نتائج البحث﴾

اس ساری بحث سے یہ باتیں سمجھ آئیں:

کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اپنے دور کے بہت بڑے مناظر اسلام تھے۔آپ کا کمال یہ تھا کہ مسلمان تو مسلمان، ہندوؤں اور عیسائیوں کے سامنے بھی آپ اسلام کے بنیادی عقائد [جن میں آنحضرت ﷺ کا اعلیٰ اور آخری نبی ہونا بھی ہے] ٹھوس عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ ثابت کر کے سب کو مطمئن کر دیا کرتے تھے۔

مولاناؒ کا انداز یہ تھا کہ خدا کی وحدانیت ثابت کرنے کے بعد نبوت کی ضرورت وصفات کو بیان کرتے اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے اعلی نبی ہونے کے دلائل دیتے پھر بتاتے کہ جب آپ سب سے اعلیٰ نبی ہیں تو سب سے آخری نبی بھی ہیں جیسے بڑی عدالت میں انسان بعد میں جاتا ہے سب سے بڑے رسول کو اللہ نے سب انبیاء کے بعد بھیجا اب نجات آپ پر ایمان لانے میں ہی منحصر ہے۔

﴿کلمات الاختتام﴾

﴿حضرت نانوتویؒ کی مقبولیت کا راز﴾

مسلمانوں کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے عقیدت ومحبت اس لئے بھی ہے کہ انہوں نے خالص اسلام ہم تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے حضرت کے مسلک کے بنیادی اصول چار ہیں: اللہ تعالیٰ سے محبت، نبی ﷺ سے محبت، قرآن اور حدیث لہذا ہم کہتے ہیں کہ [حضرت نانوتویؒ کا مسلک] = [اللہ تعالیٰ سے محبت + نبی کریم ﷺ سے محبت + قرآن + حدیث] اس لئے یہ مسلک فرقہ واریت سے مکمل طور پر پاک ہے۔ان اصولوں کی وضاحت کیلئے دیکھئے اس عاجز کی کتاب ''آیات ختم نبوت ص ۲۶۵ تا ۲۸۴''

الغرض حضرتؒ نے پورے دین پر کام کیا ہے دین کے کسی شعبے میں سستی نہیں دکھائی

جیسے آپ نے عظمتِ صحابہ کیلئے کام کیا اسی طرح حب اہل بیت کیلئے محنت کی ہے ☆ حضرتؒ نے اپنی تقریروں میں اپنی تحریروں میں جس طرح توحید خداوندی پر دلائل پیش کئے اسی طرح شان رسالت پر بھی دلائل مہیا کئے ☆ احترام تو آپ سب انبیاء علیہم السلام کا کرتے تھے مگر نبی کریم ﷺ کے برابر کسی کو نہ جانتے تھے ☆ حضرتؒ نے جس طرح نبی کریم ﷺ کی نبوت کو ثابت کیا اس طرح ختم نبوت کو بھی ثابت کیا اور منکر ختم نبوت کا کافر کہا ☆ کتنے ایسے مواقع ہیں جن کا عقیدۂ ختم نبوت سے بظاہر کوئی ربط نظر نہیں آتا [مثلاً مسائل وضو، استقبال قبلہ، احوال برزخ] مگر حضرتؒ نے وہاں بھی اس عقیدے کو ثابت کردیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ نہ صرف اس عقیدے کے قائل اور مبلغ تھے بلکہ وہ اس عقیدے کی اشاعت کے عاشق تھے ☆ حضرتؒ کی کسی بھی تحریر یا تقریر سے اس کا اشارہ تک بھی نہیں ملتا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وہ کسی اور نبی کی آمد کے قائل ہوں۔

﴿تحفظ ختم نبوت میں حضرت کے منتسبین کی خدمات﴾

حضرتؒ کے تلامذہ اور ان کے عقیدت مند بہت ہوئے مگر کسی نے کوئی ایسا دعوی [مہدیت، مسیحیت یا نبوت وغیرہ] نہ کیا بلکہ جب قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا تو حضرتؒ کے شاگردوں نے برملا اس کی تکفیر کی۔ ☆ حضرتؒ کے تلامذہ نے اور ان سے نسبت رکھنے والوں نے اِس زمانے میں ختم نبوت پر جتنا کام کیا اوروں نے نہ کیا۔ تحریک ختم نبوت میں اصل کردار حضرت کے منتسبین ہی کا ہے۔ علمی میدان میں بھی یہ حضرات سب سے آگے رہے نمونہ کیلئے دیکھئے علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا ادریس کاندھلویؒ کی کتابیں۔

☆ اس عاجز کی کتب: ''شواہد ختم نبوت'' اور '' آیات ختم نبوت'' اور اس کتاب ''خدمات ختم نبوت'' میں اللہ کے فضل وکرم سے کتنے نت نئے دلائل آگئے ان شاء اللہ اگلی کتابوں میں اور بھی دلائل آئیں گے اور یہ سب اللہ کے فضل وکرم سے حضرتؒ ہی کی برکت ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ حضرتؒ کی مخالفت کرنے والے ان شاء اللہ کبھی بھی ایسا کام نہ دکھا سکیں گے۔

﴿اہلِ اسلام سے درمندانہ اپیل﴾

میرے مسلمان بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے خطوط میں، اپنی کتابوں میں، اپنے بیانات اور اپنے مناظروں میں کس کس طرح کھول کھول کر حضرت نبی کریم ﷺ کی افضلیت وفوقیت کو بیان کیا اور ختم نبوت کو عقلی نقلی طور پر مدلل ومبرھن کر دیا کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی اعتراض کی جرات نہ کر سکے۔ بعض ایسے مواقع جہاں کسی کا ذہن اس کی طرف نہیں جاتا [جیسے مسائل وضوء] وہاں بھی عقیدہ ختم نبوت ثابت کر گئے۔

اے اہل اسلام کسی عالم دین سے تم اور کیا چاہتے ہو؟ حضرت تو اپنی ذمہ داری پوری کر گئے۔ مرزائی حضرت کو منکر ختم نبوت بتاتے ہیں اور کچھ اور لوگ بھی ساتھ مل جاتے ہیں اور ہم خاموش تماشا دیکھتے رہتے ہیں اگر ہم سے اللہ نے پوچھ لیا کہ جب تحفظ ختم نبوت کے اس عظیم مجاہد پر اتنا بڑا ظلم ہو رہا تھا جاہل دنیا دار مطلب پرست (۱) اُن کی تحقیقات کا مذاق اڑاتے تھے تو تم نے کیا کیا؟ اس نازک موقعہ پر مظلوم کا ساتھ دیا یا ظالم ہی کے ہاتھوں کو مضبوط کیا بتاؤ جب اللہ کے

---

(۱) مجھے ایک ذمہ دار ساتھی نے بتایا کہ ایک شخص اپنی تقریروں میں حضرت نانوتویؒ وغیرہ پر الزام تراشی کر کے عوام سے داد تحسین وصول کیا کرتا تھا، ایک دن اس کا ایک عقیدت مند کہنے لگا کہ میں لائبریری گیا مجھے اِن حضرات کی کتابوں میں ایسی کوئی بات نہیں ملی تو وہ مقرر کہنے لگا یہ عوام کی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ کیا عوام کی ڈیمانڈ ہے کہ معاذ اللہ عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کیا جائے یا یہ کہ آپ کی معاذ اللہ توہین کی جائے؟۔ عوام ایسا ہرگز نہیں چاہتے عوام تو ناموس رسالت پر جان قربان کرنے کو زندگی کا سرمایہ سمجھتے ہیں۔ اس مقرر کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا کرتا ہے تو لوگ خوش ہو کر اُسے تقریروں کے لئے بلاتے ہیں اور عاشق رسول سمجھ کر خدمت کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ سن کر اس شخص نے اس مقرر سے کنارہ کشی کر لی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین کا درد نصیب فرمائے آمین۔ معلوم ہوا کہ عوام ایسے الزامات کی وجہ سے کسی سے بدگمان ہوں تو معذور (باقی اگلے صفحہ پر)

دربار میں مظلوم نانوتوی دعوی دائر کرے گا تو ہم اپنا کیا عذر پیش کریں گے؟ کیا یہ کہیں گے کہ حضرت کی کتاب مشکل تھی۔کیا" وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا " کہ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رکھو" کا یہی معنی ہے کہ ظالم کے ظلم پر خاموش رہیں اور مظلوم کے حق میں آواز بلند نہ کریں۔وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ آج سے تہیہ کرلیں کہ ہماری موجودگی میں کسی شخص کو حضرت نانوتویؒ پر ایسے الزام کی جرات نہ ہو۔اگر کوئی شخص تحذیر الناس کا نام لے کر حضرت کو منکر ختم نبوت کہے تو اسے یہ کتاب "حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت" دو اور اسے کہو کہ اس ساری کتاب کا جواب دے ورنہ اپنی زبان بند رکھ۔

﴿پاک وہند پر حضرت نانوتویؒ کے اثرات﴾

مولانا محمد میاں منصور انصاری اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اصل مجرم وہ دنیادار مطلب پرست ہے۔

قبیح ترین کمائی:

اِس عاجز کے نزدیک اگر کوئی شخص کفریہ عبارت بنا کر اہل حق علماء کے ذمہ لگا کر عوام سے دادِ تحسین حاصل کرے [جیسے مرزائی حضرت شاہ ولی اللہؒ کو منکر ختم نبوت بتاتے ہیں] اُس کی کمائی ایک سرعام برائی کرانے والی فاحشہ سے زیادہ قبیح ہے کیونکہ اُس فاحشہ نے بے شک برا کام کیا بہت برا کام کیا مگر نبی کریم ﷺ کو تو برائی سے یاد نہ کیا اُس کے برخلاف وہ شخص جو نبی کریم ﷺ کی گستاخی یا اسلام کے کسی عقیدہ کے انکار پر مشتمل کوئی عبارت بنائے پھر اِس خودساختہ گستاخی کو کسی ذمہ دار عالم دین کی طرف منسوب کر کے اُس کو گستاخ رسول بتا کر عوام سے داد تحسین حاصل کرے لوگ اِس شاتم رسول کو عاشق رسول سمجھ کر اِس کی خدمت کریں، اِس کی تعریفیں کریں اِس کو تحائف پیش کریں اِس کی دعوتیں کریں۔دیکھئے تو سہی کہ اِس بے ایمان نے گستاخی بھی کی اور پیسہ بھی پایا۔پھر اپنی جان محفوظ دوسرے کی جان خطرے میں۔بتایئے کہ اِس خبیث منافق کی کمائی کو اِس فاحشہ سے زیادہ قبیح کہا جائے یا نہ؟

آج ہندوستان [مراد ہندستان، پاکستان، بنگلہ دیش۔راقم] میں اہل اسلام کا موجودہ عروج ووجود زیادہ تر مولانا مرحوم کی سیاست کا مرہون منت ہے ہندوستان میں حقیقی اسلامی روح کی محافظت اسلامی مدارس نے کی ہے اور اسلامی مدارس کا چندہ سے اجراء حضرت مولانا کی دوربین سیاسی (نورانی) دماغ کی ایجاد ہے...... چندہ کے اسلامی مدارس اور اُس کے تعلیم یافتہ اور اثرات ہندوستان میں نہ ہوتے تو اس حالت میں مسلمانانِ ہند کی کیا حالت ہوتی؟

آج ہندوستانی اخبارات علی گڑھ یا سرکاری تعلیم گاہوں کے فرزندوں کے ہاتھ میں ہیں مگر ان میں مذہبی روح کی پرزور روانی علی گڑھ یا سرکار کی پیدا کی ہوئی نہیں ہے بلکہ (کوئی احساس کر سکے یا نہ) یہ دیوبندی اور قاسمی فرزندی کا اثر ہے (بحوالہ قاسم العلوم ص ۷۶۱، ۷۶۲)

﴿حضرت نانوتویؒ کے علوم کی اہمیت اور استفادے کے طریقے﴾

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ حضرت نانوتویؒ کے خاص شاگرد اور ان کے جانشین تھے دارالعلوم دیوبند کے بڑے شیخ الحدیث تھے فرماتے ہیں:

''اب طالبان حقائق اور حامیان اسلام کی خدمت میں ہماری یہ درخواست ہے کہ تائید احکام اسلام اور مدافعت فلسفہ قدیمہ وجدیدہ کیلئے جو تدبیریں کی جاتی ہیں ان کو بجائے خود رکھ کر حضرت خاتم العلماء کے رسائل کے مطالعہ میں بھی کچھ وقت ضرور صرف فرمادیں اور پورے غور سے کام لیں اور انصاف سے دیکھیں کہ ضروریات موجودہ زمانہ حال کے لئے وہ سب تدابیر سے فائق اور مختصر اور بہتر اور مفید تر ہیں یا نہیں۔

اہل فہم خود اس کا تجربہ کچھ تو کرلیں میرا کچھ عرض کرنا اس وقت غالباً دعوی بلادلیل سمجھ کر غیر معتبر ہوگا اس لئے زیادہ عرض کرنے سے معذور ہوں اہل فہم وعلم خود موازنہ وتجربہ فرمانے میں کوشش کر کے فیصلہ کرلیں''۔ (حجۃ الاسلام ص ۳)

راقم الحروف حضرت شیخ الہندؒ کے فرمان کی تصدیق کیلئے دو باتیں ذکر کرتا ہے

۱) زمانہ طالب علمی میں حضرت کی کتاب انتصار الاسلام کے مطالعہ کا موقعہ ملا اس سے پتہ چلا کہ شریک باری تحت القدرۃ نہیں اور یہ اللہ کے قادر مطلق ہونے کے ہرگز خلاف نہیں۔ اس کے بعد ایک منتہی طالب علم سے جو بڑا ذہین سمجھا جاتا تھا پوچھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک کو پیدا کرسکتا ہے یا نہیں وہ کہنے لگا کرسکتا ہے لیکن کرے گا نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اگر اس نے حضرت کی کتابوں کو دیکھا ہوتا یا اس کے اساتذہ نے یہ مضمون سمجھایا ہوتا تو اس غلطی سے بچ جاتا۔

۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج کے غروب ہوجانے سے ان کے الٰہ نہ ہونے پر استدلال کیا اس مقام پر ایک اشکال ہے کہ چاند سورج غروب ہوگئے نظروں سے چھپ گئے اس لئے الٰہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کو تو ہم زندگی بھر نہیں دیکھتے وہ الٰہ کیسے؟ اس کا جواب مباحثہ شاہجہانپور وغیرہ حضرت نانوتوی کی کتابوں سے سمجھ آتا ہے کہ الٰہ وہ ذات ہے جس کا فیض ہر وقت رہے سورج جب غروب ہوجاتا ہے اس کا فیض گرمی اور روشنی ہم سے ختم ہوجاتا ہے جبکہ اللہ کا فیض ہر وقت مخلوق پر رہتا ہے۔

﴿حضرت نانوتوی کی کتابوں سے استفادہ دشوار کیوں؟﴾

حضرت نانوتوی کی کتابوں کو داخل نصاب کرنے اور ان کی بہتر اشاعت کیلئے بہت سے علماء نے کوشش کی ہے کئی کتابیں تسہیل کے ساتھ شائع بھی ہوئی ہیں مگر مطلوبہ فائدہ حاصل نہ ہوسکا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت کی کتب میں منطق فلسفہ اصول فقہ جیسے دقیق فنون کی اصطلاحات کی کثرت ہوتی ہے اور اکثر طلبہ بلکہ علماء کو وہ اصطلاحات اجرا نہ ہونے کی وجہ سے بھول چکی ہوتی ہیں اس لئے حضرت کی کتابوں کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ اور عام طور پر یہ کہا گیا کہ منطق کی چھوٹی بڑی کتابوں کو اچھی طرح پڑھو تب حضرت کی کتابوں کو ہاتھ لگاؤ۔ دوسری طرف نصاب کو بدلنے کی تجویزیں دینے والے سب سے زیادہ انہیں فنون کی مخالفت کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے طلبہ کی استعداد روز بروز کمزور سے کمزور ہورہی ہے۔

﴿حضرت کے علوم سے استفادہ کیلئے چند تجاویز﴾

[۱] حضرتؒ کی کتابوں کی تسہیل [۲] اُن کی اعلیٰ اشاعت۔ حضرت شیخ الہندؒ کا ارادہ تھا مگر دیگر اہم معروفیات کی وجہ سے ''حجۃ الاسلام'' کے بعد کسی اور کتاب پر کام نہ کر سکے (دیکھئے حجۃ الاسلام ص۳، تحفہ لحمیہ ص۲) [۳] اِن کتابوں کی تدریس [۴] اِن سے مختلف موضوعات منتخب کر کے الگ شائع کئے جائیں جیسے راقم نے ''ختم نبوت'' کے موضوع کو منتخب کر کے حضرت کی عبارات کو جمع کیا [۵] تخصص کے طلبہ سے حضرت کی تحقیقات کے بارے میں علمی مقالے لکھوائیں جائیں [۶] اس بندۂ گناہ گار کے خیال میں حضرت کی کتب سے استفادے کا سب سے بہتر ذریعہ یہ ہے کہ داخل نصاب کتابوں کی شروح وحواشی میں حضرتؒ کی کتب کے تمام مضامین کو باحوالہ ڈال دیا جائے [جیسے راقم نے اپنی کتب اساس المنطق ج۱ص۸۳، ج۲ص ۱۸، ۲۸، ص۱۹ تا ۱۹۲، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۳۱ تا ۲۳۸، ۲۶۸ تا ۲۷۱، ۲۸۲ تا ۲۸۹، ۴۶۳، ۴۶۹ میں، تیسیر المنطق مع امثلہ جدیدہ ص۲۴، ۷۱، ۸۰، رہنمائے تیسیر المنطق ص۴۱، ۲۳۱، اسلامی عقائد ص۵۱ تا ۵۵ اور عنایۃ النحو ص۶۴۳ تا ۶۴۹ میں حضرت کی کچھ عبارات کو رکھا ہے]۔ پڑھانے کے بعد وفاق کے امتحان میں اُن کے بارے میں سوالات دیئے جائیں۔

''تحذیر الناس'' کے مضامین کی بنیاد آیت کریمہ میں لٰکِنْ کا پایا جانا ہے۔ اس مضمون کو آسانی کے ساتھ مختلف علوم میں لایا جا سکتا ہے اصول فقہ میں لٰکِنْ کی بحث میں، نحو میں حروف مشبہ بالفعل کے ضمن میں، منطق میں قیاس استثنائی کے اندر، تفسیر پڑھاتے وقت سورۃ الاحزاب کی اس آیت کو سمجھاتے ہوئے۔ علم کلام اور علم مناظرہ میں مختلف موضوعات کے تحت۔ امتحان کے ڈر سے طلبہ ایسی مشکل ابحاث یاد کرتے ہیں جن کا مدرسہ کی چار دیواری سے باہر کچھ فائدہ نظر نہیں آتا حضرت نانوتویؒ اور دیگر اکابر کی تحقیقات کی بابت امتحان میں پوچھا جائے تو طلبہ کیونکر یاد نہ کریں گے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

فقط

بندہ محمد سیف الرحمٰن قاسم غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَہٗ وَسَتَرَ عُیُوْبَہٗ
۸ ذی الحجۃ ۱۴۲۹ھ ۷ دسمبر ۲۰۰۸ء بروز اتوار صبح دس بج کر بیس منٹ گوجرانوالہ

﴿سوالات﴾

(۱) حدیث پاک ''اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ'' کا ترجمہ اور تشریح کریں (۲) سکول وکالج کی تعلیم اور دینی مدارس کی تعلیم کے اثرات میں کیا فرق ہے اور کیوں؟ (۳) حضرت نانوتویؒ کے علوم کو پھیلانے میں حضرات شیخین کی کچھ خدمات ذکر کریں (۴) اسلام میں عقیدۂ ختم نبوت کا کیا مقام ہے، غیر مسلموں کے ہاں اس عقیدے کی شہرت کیسی ہے؟ (۵) تحریک ختم نبوت میں حضرت نانوتویؒ کا کیا کردار ہے؟ (۶) حضرت نانوتویؒ کو منکر ختم نبوت کہنا عقیدۂ ختم نبوت کی خدمت ہے یا کیا ہے؟ مثال دے کر واضح کریں؟ (۷) مجاہدین ختم نبوت میں حضرت نانوتویؒ کا امتیاز ذکر کریں (۸) تحریک ختم نبوت کے مظلوم مجاہد کون ہیں؟ اور کس طرح؟ (۹) اس کو ثابت کریں کہ قادیانی کو دعویٰ نبوت کرتے ہوئے اپنے نام کی حیا بھی نہ آئی (۱۰) امام شافعی کا نام محمدؒ تھا ان کے مقلدین کو محمدی، اور امام احمدؒ کے ماننے والوں کو احمدی کیوں نہ کہا گیا؟ (۱۱) قادیانی کی کچھ ایسی باتیں بتائیں جن سے پتہ چلے کہ وہ نبی ﷺ کا متبع ہرگز نہ تھا (۱۲) حضرت نانوتویؒ کی شخصیت وکردار کے حوالے سے کچھ باتیں ذکر کریں (۱۳) حضرت نانوتویؒ اپنے علوم کو نبی ﷺ کی برکت سمجھتے تھے یا اپنا ذاتی کمال مانتے تھے؟ (۱۴) بہاولپور کے مقدمہ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کیسے حاضر ہوئے؟ (۱۵) مقدمہ بہاولپور کا فیصلہ کیا ہوا، اور حضرت کشمیریؒ کی وصیت کو کیسے پورا کیا گیا؟ (۱۶) علامہ کشمیریؒ نے وفاۃ سے پہلے فتنہ قادیانیت کے بارے میں کیا فرمایا؟ (۱۷) تحفظ ختم نبوت کے بارے میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا کردار ذکر کریں (۱۸) درج ذیل شعر کس کا ہے نیز اس کا ترجمہ وتشریح ذکر کریں: قہوۂ حمد را سزد انور دارچینی ز نعت مصطفیٰ

(۱۹) خالی جگہ پر کریں: ختم نبوت کا منکر کبھی...... کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اللہ کا کوئی...... ہی اِس عقیدے کا انکار کرے گا (۲۰) شان رسالت اور ختم نبوت کی بابت حضرت نانوتویؒ کی تحقیق ذکر کریں (۲۱) ختم نبوت کے اعلان سے نبی ﷺ کی سچائی کی دلیل دیں (۲۲) حضرت نانوتویؒ نے ختم نبوت پر کس زمانے میں کام کیا؟ (۲۳) خالی جگہ پر کریں: حضرت کی ان واضح .... کے آنے کے بعد ''تحذیر الناس'' کے...... لکھی گئی...... کالعدم سمجھی جائیں جس کو...... پر کوئی اعتراض کرنا ہو...... اِس کتاب کا اور آیات ختم نبوت...... جواب دے پھر اُس کی...... رخ کرے (۲۴) مولانا نانوتویؒ کے حاشیہ بخاری سے ختم نبوت

کی کچھ تصریحات پیش کریں (۲۵) حاشیہ بخاری کی اس عبارت کی شرح کریں: قُلْتُ جُزْءُ النُّبُوَّةِ لَیْسَ بِنُبُوَّةٍ اِذْ جُزْءُ الشَّیْءِ غَیْرُهٗ اَوْ لَاهُوَ وَلَاغَیْرُهٗ فَلَانُبُوَّةَ لَهٗ (۲۶) ''اجوبہ اربعین'' کا تعارف اوراس سے ختم نبوت کی چند عبارتیں پیش کریں (۲۷) اجوبہ اربعین کی وہ عبارت پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ حضرت کے نزدیک [خاتم النبیین = اعلیٰ نبی + آخری نبی] (۲۸) مکاتیب قاسم العلوم کی وہ عبارت ذکر کریں جس میں شیعہ کے عقیدۂ امامت پر رد کے ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کا اظہار ہو (۲۹) حضرتؒ نے نبی کریم ﷺ کی روح پاک، دیگر انبیاء کی اوراح اور ارواح امت کو مثال کے ساتھ کس طرح سمجھایا ہے؟ پھر وہ عبارت ذکر کریں جس میں حضرت نے نبی ﷺ کے دعوی ختم نبوت کو متواتر بتایا (۳۰) ''فیوض قاسمیہ'' کا تعارف کرواکراس سے ختم نبوت کی عبارت ذکر کریں (۳۱) کچھ ایسی عبارات ذکر کریں جن سے پتہ چلے کہ حضرتؒ شان رسالت کے ساتھ ساتھ عقیدۂ توحید کو بھی کھول کر بیان کرتے تھے (۳۲) ''تحفہ لحمیہ'' کا تعارف کرائیں اور عقیدۂ ختم نبوت پیش کریں (۳۳) ''لطائف قاسمیہ'' میں مناجات کے اشعار سے ثابت کریں کہ حضرت نے نبی کریم ﷺ کی زبانی مدح وثنا ہی نہیں کی بلکہ آپ کی پوری تعلیمات کو مانا ہے (۳۴) ''فتوی متعلقہ اجرت تعلیم'' سے ختم نبوت کی عبارت ذکر کریں (۳۵) ''ھدیۃ الشیعہ'' کا تعارف کرائیں اوراس کی چند نادر ابحاث ذکر کریں نیز یہ بتائیں کہ مولانا نانوتویؒ کے درس حدیث کی تقریر کیسی ہوتی تھی؟ (۳۶) قادیانی کی وہ عبارت ذکر کریں جس میں اس نے کہا: میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی، پھر حضرت نانوتویؒ کی عبارتوں سے اس پر رد کریں (۳۷) اس کو ثابت کریں کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے (۳۸) حضرت کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کا دفاع ثابت کریں (۳۹) اہل سنت صحابہ اور اہل بیت دونوں سے محبت رکھتے ہیں اس بارے میں حضرت کی کچھ عبارات ذکر کریں (۴۰) اس عبارت کا مطلب لکھیں: ہم کو دونوں فریق بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں (۴۱) ''اسرار الطہارۃ'' کا تعارف پھر توحید اور ختم نبوت کی کچھ عبارات ذکر کریں (۴۱) عیسائیوں کو اسلام کے مسائل پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں کیوں؟ (۴۲) عقیدۂ تثلیث وکفارہ پر تنقید لکھیں (۴۳) اس کو ثابت کریں کہ حضرت کو اسلام کے بارے میں پورا شرح صدر تھا (۴۴) شرک کی دو قسمیں کیسے ہیں نیز غیر اللہ کیلئے عقیدۂ علم غیب شرک کیوں ہے؟ (۴۵) انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو

کیوں نہیں؟(۴۶) گرہن کی مثال سے نیند کے فرق کو کیسے سمجھایا؟(۴۷) اس کو ثابت کریں کہ قادیانی کا دل جاگنے کی حالت میں بھی سویا رہتا تھا(۴۸) اسرار الطہارۃ سے ختم نبوت کا اثبات کریں اور حضرت نانوتویؒ کا امتیاز ذکر کریں(۴۹) پولس کون تھا اور عیسائیت پر اس کے کیا اثرات ہیں(۵۰) انکار ختم نبوت کے الزام کا حضرت کو جو رنج ہوا یہ ختم نبوت کو ماننے کی وجہ سے تھا یا انکار کی وجہ سے؟(۵۱) خالی جگہ پر کریں: اب ختم نبوت پر......کی اس قدر......سامنے آگئیں اس لئے مخالفین علی الاعلان اپنے پہلے قول سے......کرلیں اور کہہ دیں کہ......پکے مسلمان ہیں۔(۵۲) کتاب آب حیات کا تعارف کرائیں اور اس کے مضامین کا خلاصہ ذکر کریں(۵۳) اس کو ثابت کریں کہ شریعت کے احکام علل سے وابستہ ہیں نیز عام شخص کی نیند اور انبیاء کی نیند کا فرق اور حکمت بتائیں(۵۴) ''انبیاء کرام کے ترکہ میں وراثت کے احکام نہیں چلتے نیز ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں'' ان احکامات کی دلیل ذکر کریں نیز حضرت تھانویؒ کے نزدیک ان احکام کی علت کیا ہے؟ اور حضرت نانوتویؒ کی اس بارے میں کیا تحقیق ہے؟(۵۵) اس کو ثابت کریں کہ عام آدمی کی نیند کے وقت اس کی روح کا اخراج ہوتا ہے اور انبیاء کی روح کا نیند میں اخراج نہیں ہوتا پھر اس سے موت کی کیفیت کے فرق پر استدلال کریں(۵۶) ''آب حیات'' سے شان رسالت اور ختم نبوت کی عبارات ذکر کریں نیز اس عبارت کو مدلل کریں ''ارواح امت میں اُس نبی کی روح کے آثار ہوتے ہیں''(۵۷) ''جمال قاسمی'' کی عبارت سے عقیدۂ ختم نبوت پر استدلال کریں(۵۸) ''تصفیة العقائد'' کا تعارف لکھیں اور یہ بتائیں کہ سرسید نے کہا تھا قرآن وحدیث کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہونی چاہئے حضرت نے اس کا کیا جواب دیا؟(۵۹) اثر ابن عباسؓ کیا ہے اس پر سرسید نے کیا اعتراض کیا تھا اور حضرتؒ نے اس کا کیا جواب ارشاد فرمایا(۶۰) سرسید نے حضرت کے بارے میں کیا تاثرات دیئے(۶۱) ''تقریر دلپذیر'' کی ایسی عبارت ذکر کریں جس سے نبی ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کا پتہ چلتا ہے(۶۲) کتاب حجۃ الاسلام کا تعارف لکھیں نیز بتائیں کہ شاہجہانپور کے مسلمانوں نے اسلام کی ترجمانی کیلئے حضرت کو دور سے بلایا جبکہ بریلی اس کے قریب تھا وہاں سے کسی کو کیوں نہ بلایا؟(۶۳) حضرتؒ کے انداز میں درج ذیل امور کو ثابت کریں: ضرورت رسالت، عصمت انبیاء، آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء ہیں، معجزات میں، اخلاق میں، علوم میں، آپ کی

پیشنگوئیاں سب سے بڑھ کر ہیں، آپ خاتم النبیین ہیں (٦٤) تورات وانجیل کی پیشگوئیوں سے ختم نبوت کو ثابت کریں (٦٥) آنحضرت ﷺ کے معجزات کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات پر فوقیت ثابت کریں (٦٦) اس عبارت کا مطلب لکھیں: ''اور اگر آفتاب کسی دوسرے کی تحریک سے متحرک ہے تو پھر اس کا سکون محرک کے ہاتھ میں ہوگا اور حضرت یوشع کی استدعا گو بظاہر آفتاب سے ہوگی پر حقیقت میں اسی محرک سے ہوگی'' (٦٧) رسول ﷺ کی صحبت کی کچھ برکات ذکر کریں (٦٨) آپ کے معجزات ثبوت میں تورات وانجیل پر فائق کیسے ہیں؟ (٦٩) تاریخ کی عام کتابوں میں معجزہ شق القمر کا ذکر کیوں نہیں ملتا؟ (٧٠) تاریخ فرشتہ سے معجزۂ شق القمر کے بارے میں معلومات ذکر کریں (٧١) میلہ خداشناسی کا سبب انعقاد اور مختصر روئیداد لکھیں (٧٢) انبیاء کی ضرورت کیوں ہے اور مبناء نبوت کیا ہے؟ (٧٣) اخلاق محمدی سے نبوت پر استدلال کیسے ہوتا ہے؟ (٧٤) اس کو ثابت کریں کہ حضرت نانوتویؒ کے علاوہ کوئی عالم ختم نبوت کی ایسی خدمت نہ کر سکا (٧٥) مباحثہ شاہجہانپور میں ہندوؤں نے کیا چالاکی کی اس میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟ (٧٦) ان مباحثوں کی اہمیت اور حضرتؒ کا چیلنج بالتفصیل ذکر کریں (٧٧) مباحثہ میں دیئے گئے پانچ سوال ذکر کریں نیز یہ کہ حضرت نے ضمنی طور پر ختم نبوت کا اظہار کیسے کیا؟ (٧٨) حضرت کی تقریر کے آٹھ مضامین کونسے ہیں ان میں سے نبوت اور ختم نبوت کے بارے میں کون کونسے ہیں؟ (٧٩) نبوت کا مدار کار بتا کر نبی ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کو ثابت کریں (٨٠) خدا کی صفت علم سے آپ ﷺ کے مستفید ہونے سے ختم نبوت ثابت کریں (٨١) مباحثہ کی کچھ ایسی عبارتیں لکھیں جن میں افضلیت اور خاتمیت دونوں کا ذکر ہو (٨٢) اسلام کے علاوہ مذاہب کی اور ان کے بانیوں کی طرف منسوب لغویات کی کیا حقیقت ہے؟ (٨٣) نسخ کے شبہ کا جواب لکھیں (٨٤) اسلام کی نمائندگی میں حضرت کا امتیاز اور فکر مندی ذکر کریں (٨٥) مباحثہ کا پانچواں سوال کیا تھا تینوں مذاہب کے نمائندوں نے اس کا کیا جواب دیا؟ (٨٦) اس کو ثابت کریں کہ حضرتؒ عقیدۂ ختم نبوت کی تبلیغ کے عاشق تھے (٨٧) اتباع محمدی کے لازم ہونے کی دلیل ذکر کریں (٨٨) محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت کی شہادت ذکر کریں (٨٩) اس کا کیا مطلب ہے کہ سچے عیسائی تو ہم محمدی ہیں (٩٠) اس کی کیا دلیل ہے کہ مسلمان آج بھی عیسائیوں سے بہتر ہیں (٩١) کتاب انتصار

الاسلام کا سبب تالیف بالتفصیل تحریر کریں (۹۲) یہ بتائیں کہ شاہجہانپور کے میلوں میں اور اُن کے بعد رڑکی میں پنڈت دیانند سرستی نے تحذیر الناس کی عبارت کی بابت کوئی بات کی؟ اگر نہیں تو کیوں؟ (۹۳) ''انتصار الاسلام'' سے ختم نبوت کی کچھ عبارات ذکر کریں (۹۴) ''قبلہ نما'' کا سبب تالیف لکھیں (۹۵) حضرت نانوتوی آخر عمر میں رڑکی کیوں تشریف لے گئے اور اس کے کیا اثرات ہوئے (۹۶) حضرت نے رڑکی میں ختم نبوت پر بیان کیا یا نہیں نیز کیا کسی نے وہاں حضرت کو منکر ختم نبوت کہا؟ (۹۷) ختم نبوت کی نئی دلیلیں ذکر کریں اور یہ ثابت کریں کہ حضور ﷺ کی دعوت کی ابتدا میں ختم نبوت کا عقیدہ شامل تھا (۹۸) قبلہ نما ص ۷ سے توحید و رسالت پر مشتمل عبارت ذکر کریں پھر کلمہ شہادت سے ختم نبوت پر استدلال کریں (۹۹) ثابت کریں کہ ہمارے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے (۱۰۰) قبلہ نما سے ایسی عبارات ذکر کریں جن میں حضرت نے نبی ﷺ کی خاتمیت کا ذکر کیا ہے (۱۰۱) ثابت کریں کہ اگر کوئی شخص خدانخواستہ اسلام سے پھر جائے تو دیگر انبیاء پر بھی اس کا ایمان ختم ہو جائے گا (۱۰۲) کمالات علمی و عملی میں نبی ﷺ کی فوقیت ذکر کریں (۱۰۳) قرآن پاک کے بے مثال ہونے سے ختم نبوت پر استدلال کریں (۱۰۴) حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات پر نبی کریم ﷺ کے معجزات کی فوقیت ثابت کریں (۱۰۵) دینی مدارس کے نصاب کی تخفیف کے بارے میں کچھ سطریں سپرد قلم کریں (۱۰۶) حضرت نانوتویؒ نے پیشوایان ہنود کے معجزات کو کیوں ذکر نہ کیا اور اس سے ہمیں کیا سبق ملا (۱۰۷) معجزہ شق القمر کی فوقیت ذکر کریں (۱۰۸) خرق عادت کی تعریف اور معجزہ و کرامت کی حقیقت بیان کریں (۱۰۹) معجزۂ شق القمر کتب تاریخ میں درج نہ ہونے کا حضرتؒ نے کیا جواب دیا؟ (۱۱۰) استقبال کعبہ سے افضلیت و خاتمیت پر استدلال حضرتؒ کے انداز میں ذکر کریں (۱۱۱) اعلیٰ نبی کو آخر میں لانے کی وجہ اور نسخ کے شبہ کا جواب ذکر کریں (۱۱۲) اوصاف کی دو قسمیں کر کے ختم نبوت کو ثابت کریں (۱۱۳) نبی ﷺ کی محبوبیت، مطلوبیت اور خاتمیت پر استدلال کریں (۱۱۴) حضرت نے نبی ﷺ اور صدیق اکبر کی عظمت کے بارے میں کیا لکھا؟ (۱۱۵) ''قبلہ نما'' سے ثابت کریں کہ حضرت کو عقیدۂ ختم نبوت سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا (۱۱۶) اس کو ثابت کریں کہ حضرت نانوتویؒ جیسا عقیدۂ ختم نبوت کا مبلغ کوئی نہیں گزرا (۱۱۷) حضرت کی اس عبارت کی شرح کریں ''حضرت محمد عربی ﷺ اور سوا

اُن کے اور اکابر میں اگر فرق ہے تو ایسا ہے جیسے محبوب شاہی اور خدام بادشاہی میں ہوا کرتا ہے"۔
(۱۱۸) "قبلہ نما" کے آخر سے نیز اس کے متروکہ اوراق سے ختم نبوت کو ثابت کریں (۱۱۹) اثر ابن عباسؓ کیا ہے اس پر کیا اعتراض ہے حضرت نے اس کا کیا جواب دیا؟ (۱۲۰) احمد سعید کاظمی صاحب کی وہ عبارت پیش کریں جس میں انہوں نے لکھا کہ حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کو آخری نبی مانا ہے اور آپ کے بعد مدعی نبوت کی تکفیر کی ہے (۱۲۱) "تحذیر الناس" سے ثابت کریں کہ رسول ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں (۱۲۲) تحذیر ص ۲۸، ص ۱۴ کی پوری عبارتیں کس طرح ہیں ان کا مطلب کیا ہے اور مخالفین ان میں کس طرح دھاندلی کرتے ہیں نیز ان عبارتوں پر گفتگو کا کیا طریقہ ہے؟ (۱۲۳) "تحذیر الناس" کی مرکزی عبارت اور اس کی توضیح ذکر کریں (۱۲۴) کچھ علماء کے نام اور ان کی عبارات پیش کریں جن میں نبی ﷺ کو نبی الانبیاء کہا ہو (۱۲۵) بریلوی مکتب فکر کے ذمہ دار علماء کی عبارتیں لکھ کر بتائیں کہ انہوں نے تحذیر الناس کی موافقت کیسے کی ہے؟ (۱۲۶) آنحضرت ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کے دلائل پیش کریں (۱۲۷) تحذیر الناس کے مرتبے کو مثال دے کر واضح کریں نیز تحذیر کے شروع کی عبارت مکمل ذکر کریں، نیز اس کی شرح اور اس پر گفتگو کا طریقہ لکھیں (۱۲۸) حضرت کی تین عبارتیں پیش کریں جن میں آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء کہا ہے (۱۲۹) حضرت کی اس عبارت کا مطلب مثالوں کے ساتھ واضح کریں: "موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے" (۱۳۰) خاتمیت رتبی کیا ہے اور حضرت نے اس کو کس کس انداز سے ذکر کیا ہے؟ (۱۳۱) "مناظرہ عجیبہ" کا تعارف اور اس سے چند عبارات ختم نبوت اور شان رسالت کی ذکر کریں پھر عقیدۂ بشریت کی علمی تحقیق لکھیں (۱۳۲) اثر ابن عباسؓ کے بارے میں مقرین اور منکرین کس غلطی میں تھے اور حضرت نے اس کی اصلاح کیسے کی؟ (۱۳۳) ثابت کریں کہ حضرت نانوتوی تقلید میں اعتدال رکھتے تھے غلو کے قائل نہ تھے (۱۳۴) کوئی اپنا نام اہل حدیث رکھ کر ہمیں انکار حدیث کا طعنہ دے تو ہم کیا جواب دیں؟ (۱۳۵) مناظرہ عجیبہ کی کچھ عبارات ذکر کریں جن سے پتہ چلے کہ خاتم النبیین کا معنی حضرت کے نزدیک آخری نبی ہے (۱۳۶) "تنویر النبراس" کا تعارف کرائیں نیز بتائیں کہ حضرت کا اپنے مخالفین کے بارے میں کیا رویہ تھا؟ اور اس کا اثر کیا ہوا؟ (۱۳۷) حضرت کی کوئی ایسی عبارت لکھیں جس میں ختم نبوت کے منکر کو کافر کہا ہو

(۱۳۸) حضرت کی اس عبارت کی شرح کریں:

ہم رسول اللہ ﷺ کیلئے مثل خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کے بھی اسی لفظ خاتم النبیین کی دلالت کے باعث قائل ہیں

(۱۳۹) حضرت کی اس عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

خاتمیت زمانی محمدی ﷺ بطور صاحب تحذیر انہیں انبیاء کی نسبت خاص نہ ہوگی انبیاء ماتحت کے بھی آپ خاتم زمانی ہوں گے جس سے اوروں کا تقدم زمانی لازم آئے گا۔

(۱۴۰) آیۃ خاتم النبیین سے دوطرح خاتمیت زمانی ثابت کریں دلالت مطابقی سے دلالت التزامی سے (۱۴۱) قصائد قاسمی کا تعارف کرائیں نیز توسل کے اشعار سے ختم نبوت کو ثابت کریں (۱۴۲) مرزائی کہتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام کو آسمان میں مانا جائے تو ان کا نبی ﷺ سے افضل ہونا لازم آتا ہے قصائد قاسمی سے اس کا جواب ذکر کریں (۱۴۳) اس مصرعہ کا مطلب تحریر کریں:

تو اُس سے کہہ اگر اللہ سے کچھ لیا چاہے

(۱۴۴) اس کا کیا مطلب ہے کہ اگر نبی ﷺ نہ ہوتے تو اللہ کائنات کو نہ بناتا (۱۴۵) درج ذیل اشعار کا مطلب لکھیں: جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں تیرے کمال نہیں کسی میں مگر دو چار

بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال بغیر بندگی کیا ہے؟ لگے جو تجھ کو عار

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

مدد کراے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

(۱۴۶) مدینہ منورہ کی محبت میں حضرت نانوتویؒ کے کچھ اشعار ذکر کریں (۱۴۷) رسالہ اسرار قرآنی کا تعارف کرائیں (۱۴۸) نیز حضرت کی تفسیر کی روشنی میں قرآن پاک کی پہلی سورت اور آخری دو سورتوں سے عقیدۂ ختم نبوت پر استدلال پیش کریں (۱۴۹) حضرت نانوتویؒ کی مقبولیت کا راز بتائیں (۱۵۰) حضرت کے منتسبین کی عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے کچھ خدمات ذکر کریں (۱۵۱) حضرت نانوتویؒ کی کتب سے استفادے کے لئے کچھ مفید مشورے ذکر کریں۔

﴿اجمالی فہرست﴾

تفصیلی فہرست

تقریظ محقق اہل السنۃ حضرت مولانا حافظ مہر محمد صاحب دامت برکاتہم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

ادارہ معارف اسلامیہ اکادمی گکھڑ منڈی میں دورۂ تفسیر کے طلبہ کو "دفاع صحابہ کرامؓ اور تائید اہل سنت" کا مضمون پڑھانے کیلئے سنہ ۱۴۲۸ھ شعبان میں راقم آثم کو بھی آنا ہوا۔ محقق عالم دین عزیزم مولانا سیف الرحمٰن قاسم مدظلہ تفسیر قرآن کے پہلے ۹ پارے پڑھانے کیلئے تشریف روزانہ لاتے تھے مجھے انہوں نے تین کتابیں برائے تقریظ دیں..........

گلدستہ ختم نبوت [یعنی شواھد ختم النبوۃ من سیرۃ صاحب النبوۃ ﷺ۔ راقم] مرتبہ مولانا محمد سیف الرحمٰن قاسم کا مطالعہ نصیب ہوا۔ مولانا علوم اسلامیہ کی تحقیق وتفتیش میں نظر کی گہرائی سے عجیب اسرار ونکات استنباط کر کے لاتے ہیں یہ غوض وتعمق ہر عالم دین کو نصیب نہیں ہوتا انہوں نے وضو نماز سے لے کر سیرت کے اعمال غزوات، حج وعمرہ، نظام خلافت اور قبر میں کلمہ شہادت تک سے حضور علیہ السلام کی ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی کی ضلالت ثابت کی ہے۔ استدلال کا انداز دلچسپ ہے اور عاشقان رسول ﷺ کیلئے غیر مترقبہ نعمت ہے اللہ اسے قبول فرمائے اور ہر مسلمان کو خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت منظور فرمائے۔

حَرَّرَهٗ

(محقق اہلسنت) حافظ مہر محمد میانوالوی

فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ومتخصص فی علوم الحدیث بنوری ٹاؤن کراچی

حالاً مدیر جامعہ قرآن وسنت بمقام بن حافظ جی ضلع میانوالی

۲۱ شعبان ۱۴۲۸ھ ۴ ستمبر ۲۰۰۷ یوم الثلاثاء

مجاہدین ختم نبوت میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے امتیازات

☆ ہندوؤں اور عیسائیوں کیساتھ مباحثوں کے دوران آپ نے ختم نبوت کو ایسا ثابت کیا کہ اُن کافروں کو رد کرنے کی ہمت نہ ہوئی ☆ پنڈت دیانند سرسوتی کے جواب میں حضرتؒ نے بارہا آنحضرت ﷺ کے آخری اور اعلیٰ نبی ہونے کو ثابت کیا ☆ کتاب قبلہ نما میں استقبال کعبہ سے ختم نبوت کو ثابت کیا استقبال قبلہ کا حکم تو سبھی بتاتے ہیں مگر اس سے ختم نبوت پر استدلال خاص حضرت نانوتویؒ کا حصہ ہے ☆ عیسائیوں نے اعتراض کیا کہ نیند سے وضو کیوں ٹوٹتا ہے؟ حضرتؒ اس کے جواب کے ضمن میں آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کو بھی بیان کرتے گئے، نیند سے وضو کا ٹوٹنا تو سب فقہاء لکھتے ہیں مگر اس سے ختم نبوت کو ثابت کرنا صرف حضرت نانوتویؒ کا کمال ہے ☆ حضرت ابن عباسؓ کے ایک اثر کی بابت سوال ہوا حضرتؒ نے جواب کے ضمن میں نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کو بیان کیا، اور ساتھ ہی ایسے شخص کو کافر کہا جو آنحضرت ﷺ کو اللہ کا آخری نبی نہیں مانتا ☆ اس فتوی کفر میں بھی آپ دوسروں سے ممتاز ہیں ایک امتیاز تو یہ کہ سائل نے منکر ختم نبوت کا حکم دریافت نہ کیا تھا مگر آپ نے خود ہی یہ حکم لگایا ☆ اور ایک امتیاز یہ ہے کہ دیگر علماء منکر ختم نبوت پر فتوی لگانے میں پہلے علماء کا حوالہ دیتے ہیں مگر حضرت نے مقلدانہ طرز اختیار کرنے کے بجائے مجتہدانہ انداز میں پہلے اِس عقیدے کی قطعیت ثابت کی پھر اس کے منکر پر فتوی کفر لگایا ☆ حضرت کی زندگی میں نہ مرزا قادیانی کا فتنہ تھا اور نہ ہی کوئی ختم نبوت کا منکر، اُس زمانے میں آپ نے اتنا کام کر دیا، مرزا قادیانی کا فتنہ بعد میں پیدا ہوا، اگر حضرت کے زمانے میں یہ فتنہ پیدا ہوتا تو پھر خدا جانے آپ کیا کچھ کرتے؟ ان حقائق کی روشنی میں کیا یہ کہنا درست نہیں کہ ”حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ عقیدۂ ختم نبوت کے بہت بڑے امام ہیں“، ”آپ عقیدۂ ختم نبوت کے مجدد ہیں“، ”آپ اَمِیرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ عَقِیْدَۃِ خَتْمِ النُّبُوَّۃِ ہیں“ آپ کو منکر ختم نبوت کہنا ایسے ہے جیسے کوئی امام بخاریؒ کو منکرِ حدیث کہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ملنے کا پتہ

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

03216432659